ہندوستان کے دینی مدارس

میں

اسلامی مالیات واقتصادیات کی تعلیم

مقالات، مباحثے اور وثائق

ترتیب

اوصاف احمد

ایفا پبلی کیشنز

ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم

مقالات، مباحثے اور وثائق

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (نئی دہلی)، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (نئی دہلی)
اور اسلامی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (جدہ) کے زیر اہتمام
25-26 اپریل 2009 کو کنونشن سینٹر جامعہ ہمدرد میں منعقد
قومی ورکشاپ کے مقالات، مباحثے اور وثائق

ترتیب
اوصاف احمد
سابق صدر شعبہ کارخاص
اسلامی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (اسلامی ڈیولپمنٹ بنک)
جدہ

ناشر
ایفا پبلی کیشنز

جملہ حقوق بحق ایفا پبلی کیشنز محفوظ ہیں

نام کتاب: ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم: مقالات، مباحثے اور وثائق

مرتب: اوصاف احمد

صفحات: ۳۵۵

قیمت: ۲۰۰/روپے

سن طباعت: ۲۰۰۹ء

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

ای میل: ifapublication@gmail.com

فون: 011 - 26981327

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز ہے اللہ کے نام سے

جو

بڑا مہربان

اور

نہایت رحم

فرمانے والا ہے

مشمولات

۱- حرفِ آغاز		
پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۷
اظہار تشکر	مرتب	۹
۲- مقالات		۱۳
عنوان	مصنف	صفحہ
۱-ہندوستانی مدارس اسلامیہ میں اسلامی معاشیات ومالیات کی تعلیم	محمد نجات اللہ صدیقی	۱۵
۲-ہندوستان کے دینی مدارس میں فقہ المعاملات کی تعلیم	خالد سیف اللہ رحمانی	۲۸
۳-مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم: ضرورت، مشکلات اور ان کا حل	عبدالعظیم اصلاحی	۴۲
۴-ہندوستان کے اسلامی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم: پس منظر، ضرورت، اہمیت اور امکانات	اوصاف احمد	۶۴
۳- عملی تجربات		۸۳
۵- اسلامی اقتصادیات اور مالیات کی تدریس: دارالامور اور الجامعۃ الاسلامیہ کا تقابلی جائزہ	ایم آئی باغ سراج	۸۵
۶-جامعہ اسلامیہ (شانتاپورم) میں اسلامی مالیات کی تعلیم	محمد پلاتھ	۹۷

۷-ہندوستان کے ایک اسلامی مدرسہ میں معاشیات پڑھانے کا تجربہ	زاہد احمد	۱۰۸
۴-مباحثے		۱۱۳
۱- افتتاحی اجلاس		۱۱۵
۲-دوسری نشست: اسلامی مالیات کے نصاب میں شمولیت کے مسائل		۱۲۹
۳-تیسری نشست: تعلیمی مسائل		۱۷۷
۴-چوتھی نشست: انتظامی اور مالی مسائل		۲۱۴
۵-آخری نشست		۲۴۳
۵- وثائق		۲۷۱
۱-پیغام	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۲۷۳
۲-ورکشاپ کی رپورٹ	مرتب	۲۷۸
۳-خطبۂ استقبالیہ	مولانا عتیق احمد بستوی	۲۹۷
۴- استقبال شرکاء	بمبانگ پی برو جون گورو	۳۰۲
۵-خطبۂ افتتاحیہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۳۰۸
۶-خطبۂ صدارت	مولانا محمد سالم قاسمی	۳۲۰
۷-خطبۂ خصوصی	محمد منظور عالم	۳۲۴
۸-ورکشاپ کے متفقہ فیصلے		۳۳۵
۹-پروگرام		۳۴۰
۱۰-فہرست شرکاء		۳۴۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (نئی دہلی) اور اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (جدہ) کے باہمی تعاون سے ۲۶-۲۵/اپریل ۲۰۰۹ء مطابق ۳۰-۲۹/ربیع الثانی کو ''ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات واقتصادیات کی تعلیم - مسائل اور امکانات'' کے موضوع پر ایک دوروزہ قومی ورکشاپ کا انعقادعمل میں آیا، یہ ورکشاپ جامعہ ہمدرد دہلی کے کنونشن سنٹر میں منعقد ہوا، جس میں ملک کے مختلف مقامات سے علماء اور دانشوروں نے شرکت کی، اس ورکشاپ کا امتیاز یہ تھا کہ اگر اس میں ایک طرف دینی مدارس کے ذمہ داران، علماء اور فقہاء شریک تھے، تو دوسری جانب عصری جامعات کے فارغین اور علم معاشیات اور مالیات میں بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ماہرین بھی شریک تھے، ورکشاپ میں اس موضوع پر غور وخوض کیا گیا کہ موجودہ حالات میں ہندوستان کے اسلامی مدارس میں اسلامی مالیات واقتصادیات کی تعلیم کی صورت کیا ہو اور اس راہ میں درپیش دشواریوں کو کس طرح حل کیا جائے؟

ورکشاپ میں جہاں ایک طرف حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)، حضرت مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی صاحب (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی صاحب (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)، حضرت مولانا مفتی صادق محی الدین فہیم صاحب (سابق شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد) اور حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری (صدر جامعہ دارالسلام، تامل ناڈو) وغیرہ کی موجودگی نے اپنے فیوض وبرکات سے اس

پروگرام کو ایک یادگار علمی مذاکرہ بنادیا، وہیں محترم پروفیسر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب، پروفیسر عبدالعظیم اصلاحی صاحب، ڈاکٹر اوصاف احمد صاحب اور پروفیسر محمد اختیار الدین باغ سراج صاحب جیسے بین الاقوامی شہرت کے حامل علماء معاشیات ومالیات کی شرکت نے چار چاند لگادیئے اور اس پروگرام کی افادیت دوچند ہوگئی، یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض سے ۳۶ علمی مراکز اور تعلیمی اداروں کے نمائندوں نے اس ورکشاپ میں شرکت کی۔

ورکشاپ کا ایک امتیاز اس کا طریقۂ کار بھی تھا، اس میں جہاں ایک طرف نظری معاملات کو اہمیت دی گئی اور بیش قیمت مقالے پیش کئے گئے، وہیں عملی تجربوں پر بھی توجہ دی گئی، ورکشاپ کے شرکاء کو اظہار خیال کے لئے پورا موقع دیا گیا اور تمام معاملات پر کھل کر تبادلۂ خیال ہوا، جو علمی وتحقیقی کاموں کے لئے ضروری ہے۔

اس کتاب میں ورکشاپ میں پیش کئے جانے والے مقالات اور اس میں کی جانے والی بحثیں اور اس کے جلسوں میں تقسیم کئے جانے والے وثائق یکجا کردیئے گئے ہیں، ہمارے محترم دوست محبی فی اللہ جناب ڈاکٹر اوصاف احمد صاحب نے بڑی لیاقت اور محنت سے اس مجموعہ کو ترتیب دیا ہے، اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ ان کی محنت اپنے مقصد کے لئے ثمر آور ہو اور اس مجموعہ کو ایسی پذیرائی حاصل ہو، جو اس کا حق ہے۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

اظہار تشکر

یہ کتاب جس ورکشاپ میں پیش کئے جانے والے مقالات اور وقائع پر مشتمل ہے اس کا انعقاد کو کہنے کو تین اداروں، اسلامک فقہ اکیڈمی، انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز اور اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ نے مشترک طور پر کیا لیکن فی الحقیقت اس کو خیال سے عمل کا روپ دینے میں اس سے زیادہ افراد اور ادارے شریک رہے ہیں۔ اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے ذمہ داروں نے اس پروگرام میں بہت دلچسپی لی۔ انہوں نے نہ صرف ابتدائی خاکہ کی ہمت افزائی کی بلکہ اسلامی ڈیولپمنٹ بینک سے اس پروگرام کی خاطر ایک خطیر رقم کا عطیہ بھی دلایا جس سے اس ورکشاپ اور اس سے ملحقہ پروگراموں کے اخراجات کی کفالت ہوئی۔ مزید برآں، اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ نے اپنے صرفہ پر سعودی عرب سے دو شرکاء کی شرکت کو بھی ممکن بنایا۔ ہم اس عنایت کے لئے ان کے ممنون ہیں۔

انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹو اسٹڈیز کے چیئرمین ڈاکٹر محمد منظور عالم کا شکریہ بھی واجب ہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ ہمت افزائی کی بلکہ اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصہ مختلف جلسوں میں شرکت کر کے اس پروگرام کی نذر کیا۔ انہوں نے اس ورکشاپ کے افتتاحی اجلاس میں ایک خصوصی خطبہ بھی دیا جس کا متن اس کتاب کی زینت ہے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، حضرت مولانا امین عثمانی صاحب اور حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کا شکریہ ادا نہ کرنا ناسپاسی کے مرادف ہوگا۔ ان حضرات نے نہ صرف اس ورکشاپ کی میزبانی قبول فرمائی بلکہ خوشی خوشی اکیڈمی کے تمام مادی اور غیر مادی وسائل مہیا کر دیئے، اکیڈمی کے رفقاء نے جس تن دہی اور

جاں فشانی سے ورکشاپ کے انعقاد کے لئے کام کیا، اس کا شکریہ تو ادا ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جناب انیس اسلم، جناب مولانا نادر القاسمی، جناب صفدر علی صاحب، اور اکیڈمی کے تمام رفقاء نے ذمہ داریاں نبھانے میں کوئی کسر نہیں باقی رکھی۔ انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹو اسٹڈیز کے اسٹاف میں جناب عطاء الرحمٰن، جناب اقبال حسین، جناب عبید الرحمٰن قاسمی، جناب عدیل اختر، جناب محمد اسحاق، اور جناب قمر اسحاق وغیرہم اکیڈمی کے اسٹاف کے ساتھ شانہ بہ شانہ شامل رہے۔ ان تمام اصحاب نے نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات۔ پروگرام کی کامیابی کا سارا کریڈٹ ان حضرات کی جاں فشانی اور جاں سپاری کو جاتا ہے۔

تفکیری محاذ پر میں ان لوگوں کا خاص طور پر شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ورکشاپ کے لئے خاص طور پر مقالات تحریر کئے اور سخت موسم میں صعوبات سفر جھیل کر بھی ورکشاپ میں شرکت کی۔ ان میں بھی بعض حضرات نے ضعیف العمری اور خرابیٔ صحت کے باوجود یہ صعوبتیں برداشت کیں۔ مثلاً ہمارے افتتاحی اجلاس کے صدر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ العالی، جناب حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی صاحب، جناب پروفیسر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، جناب مولانا کاکا سعید احمد صاحب اور جناب مفتی صادق محی الدین صاحب وغیرہم، ان تمام حضرات کا شکریہ لازم ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نے نہ صرف یہ کہ ورکشاپ کے لئے ایک خصوصی تحریر عطا فرمائی بلکہ اس میں شرکت کے لئے علی گڈھ سے تشریف لائے اور افتتاحی اجلاس سے خطاب بھی فرمایا، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی اور جناب سراج الحق ورکشاپ میں شرکت کے لئے جدّہ سے تشریف لائے۔ ڈاکٹر رحمت اللہ ممبئی سے تشریف لائے ڈاکٹر ایم آئی باغ سراج نے بھی ایک مقالہ سپرد قلم فرمایا اور ورکشاپ میں شرکت بھی فرمائی۔ میں ان سب صاحبان کا فرداً فرداً شکر گذار ہوں۔

مزید برآں، منتظمین ان تمام فضلاء اور علماء کے بھی تہہ دل سے شکرگذار ہیں جنہوں نے ورکشاپ کے مختلف پروگراموں اور مناقشات میں حصہ لیا اور اس طرح مسئلہ زیر تفتیش کے ان پہلوؤں کو بھی روشن کردیا جو عام طور پر لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہے ہیں۔ جزاهم الله خیراً و أحسن الجزاء

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

جولائی 2009　　　　　　اوصاف احمد

دہلی

مقالات

☆ محمد نجات اللہ صدیقی

☆ خالد سیف اللہ رحمانی

☆ عبدالعظیم اصلاحی

☆ اوصاف احمد

ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم ٭

محمد نجات اللہ صدیقی ٭٭

اسلامی مالیات کی تعلیم کئی وجہوں سے ان دوسرے مضامین سے مختلف ہے جن کی ہندوستان کے دینی مدارس میں تدریس ہوتی ہے۔ دینی تعلیمی نصاب بیشتر متن کے مطالعہ اور اس کی تشریح وتفسیر پر انحصار کرتے ہیں، مگر مالیات کا تعلق معاملات کے ایک ایسے دائرہ سے ہے جس میں متون کم ہیں، اور ان کے فہم میں متن کے زمانی اور مکانی سیاق کو بڑا دخل ہے۔ جب ہم متن کے فہم کے بعد اس سے حاصل شدہ ہدایت کو اپنے زمانہ میں عمل کا جامہ پہنانے چلتے ہیں تو اس زمانہ کے حالات اور ضروریات کو سمجھنا پڑتا ہے۔ ہماری دنیا میں مالیات کا کیا حال ہے اس کو سمجھنا راست مشاہدہ چاہتا ہے۔ اس کی گہرائیوں میں جانے کے لئے میدانی تحقیق ناگزیر ہے، چونکہ اسلامی مالیات تیس، چالیس سال سے دنیا کے مختلف حصوں میں زیر عمل ہے اس لئے اس عمل کا اور اس کے نتائج کا تنقیدی جائزہ بھی ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم کا جز ہونا لازم ہے۔

٭ یہ مقالہ ورکشاپ کے کلیدی خطبہ کے طور پر لکھا گیا تھا، چونکہ مصنف نے افتتاحی اجلاس میں زبانی تقریر فرمائی جس کو ریکارڈ کرلیا گیا تھا، زبانی تقریر میں بعض ایسے معاملات کا تذکرہ بھی آگیا ہے جو تحریری مقالہ میں موجود نہ تھے، اس لئے دونوں کو الگ الگ شائع کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

٭٭ سابق پروفیسر معاشیات، ملک عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ۔

مالیات کے باب میں اسلامی ہدایات کی اساس عدل و احسان پر ہے۔عدل حقوق کا محافظ ہے تو احسان مصالح کا نگراں ہے۔عدل فریقین کے مابین ہونے والے معاہدوں کے تقاضے پورے کراتا ہے تو احسان انسانی معاشرہ کی فلاح کی ضمانت دیتا ہے۔اس کی ایک مثال سورہ بقرہ کی آیات 280-278 ہے۔ان آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

'اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔اب بھی توبہ کرلو (اور سود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حق دار ہو۔نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔تمھارا قرض دار تنگ دست ہو، تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو، اور صدقہ کردو تو تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو'

ان آیاتِ کریمہ میں تین حکم ہیں: باقی سود نہ طلب کرو: راس مال واپس ملے گا: قرضدار تنگی میں ہو تو اسے تھوڑا وقت دو۔پہلا حکم ظلم کے ازالہ کے لئے ہے۔دوسرا حکم عدل کے تقاضے پورا کرتا ہے۔تیسرا حکم احسان کے اس کم سے کم تقاضے کو قانونی شکل دیتا ہے جو انسان کی اجتماعی زندگی کو قائم رکھے۔اس کے بعد ایک ترغیب ہے بقرض دار تنگ دست ہے تو قرض معاف کردو۔یہ قانونی مطالبہ نہیں ہے۔مگر ہم کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اسی میں سب کی بھلائی ہے۔

مالیات کے باب میں اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ حدود مقرر کردی گئی ہیں، کچھ مقاصد کی نشان دہی کردی گئی ہے، آگے آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ہمارا کام یہ ہے کہ ان حدود اور مقاصد کو سمجھیں، اپنے حالات اور مشکلات کو جانیں اور آگے بڑھ کر اپنے عمل کو اس سوچ کے مطابق ڈھالیں۔اس کام میں بڑی مدد ملے گی ان نمونوں سے جو سلف صالح چھوڑ گئے۔سب سے بڑا نمونہ تو خود نبی اکرم ﷺ اور ان کے خلفاء راشدین کا ہے۔انھوں نے قرآن کریم کے عطا کردہ

مقاصد اور اس کی دی ہوئی حدود کو اپنے زمان ومکان میں کس طرح سمجھا اور برتا، کیا نتائج برآمد ہوئے۔ پھر دوسری، تیسری صدی ہجری میں ائمہ فقہ نے ایک نسبتاً بڑے جغرافیائی خطہ کے لئے متونِ قرآن و سنت اور خلافتِ راشدہ کے نظائر کی روشنی میں جو تفصیلات مرتّب کیں وہ عرصہ تک کام آتی رہیں، یہاں تک کہ گزشتہ چند صدیوں میں ایسے مسائل اُبھرے جنھوں نے نئے اجتہادی عمل کو لازمی بنادیا۔ اب جب کہ استعماری طاقتوں کے پھندے میں صدیوں تک پھنسے رہنے کے بعد بیسویں صدی میں یکے بعد دیگرے بہت سے مسلمان ممالک آزاد ہوئے اور انھوں نے اپنی مالیات کو اسلامی ہدایات کے مطابق ڈھالنے کا ارادہ کیا تو اس اجتہادی عمل میں نئی جان پڑی۔ گزشتہ نصف صدی میں علماء اور فقہاء کی ایک معتد بہ تعداد نے اس اجتہادی عمل میں حصہ لیا۔

نوعیتِ مسئلہ

شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

"کسی کی معاش دوسروں کی معاونت کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ معاونت کے لئے ضروری ہے کہ معاہدے ہوں، شرائط طے پائیں اور کچھ طریقوں پر اتفاق ہو جائے۔ اس طرح مزارعت، مضاربت، اجارہ، شرکت اور ایجنٹ بنانے کے طریقے نکلے۔ پھر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ادھار لین دین اور امانت رکھنے کا چلن ہوا جس میں لوگوں کو بددیانتی، ٹال مٹول اور صریح انکار کے تجربے ہوئے چنانچہ گواہی لینے، لکھا پڑھی کرنے، گروی رکھنے، کفیل بنانے اور کسی دوسرے کے حوالہ کرنے کی نوبت آئی۔ جیسے جیسے انسانوں کے معاشی حالات بہتر ہوتے گئے ویسے ویسے باہمی تعاون کے نئے نئے طریقے سامنے آتے رہے۔ تمھیں کوئی انسانی گروہ ایسا نہیں ملے گا جو یہ سب معاملات نہ کرتا

ہو اور ان میں عدل کیا ہے اور ظلم کیا ہے دونوں میں فرق نہ کرتا ہو۔(حجۃ اللہ البالغہ 43/1– 44، بیروت، دار المعرفہ، بدون تاریخ)۔

معاشی زندگی ایک ساتھ بسنے والوں کے درمیان لین دین اور دیگر معاملات کو ناگزیر بناتی ہے۔فطری طور پر سارے ہی لوگ عدل کی تلاش اور ظلم سے اجتناب پر متفق ہیں۔اسلام نے انہی فطری بنیادوں پر ابھرنے والے مالیاتی نظام کو عام کرنا چاہا ہے۔آج بھی ضرورت کسی یکسر نئے نظام کے ایجاد کی نہیں بلکہ فطری طور پر ابھرنے والے طور طریقوں کو ان مقاصد کا خادم اور ان حدود کا پابند بنانے کی ہے جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔یہ کام تمام انسانوں کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے کیونکہ معاش کی ضرورت اور عدل کی تلاش میں وہ یکساں ہیں،جیسا شاہ صاحبؒ نے واضح کیا۔

اصل کام جو نصاب بنانے والوں کو سامنے رکھنا ہے وہ مالیات کے باب میں حدود اور مقاصد کو سمجھنے اور سمجھانے کا ہے۔حرمتِ ربا و قمار،اور غرر کثیر سے دور رہنے کی تاکید جیسی حدود کے سلسلے میں قرآن وسنت اور دیگر متون کو بھی سامنے رکھنا ہے اور ان استنباطات کو بھی جو بعد کی صدیوں میں کئے گئے۔یہی بات مالیات کے باب میں معتبر مصالح اور مقاصدِ شریعت کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔فرق یہ ہے کہ سیاستِ شرعیہ اور پالیسی کو سمجھنے میں زمانی اور مکانی سیاق کا دخل زیادہ ہے۔ظاہر ہے کہ سیاق تاریخ میں ملے گا نہ کہ لغت میں۔ہمارے طرزِ تدریس میں لغت کی طرف تو توجہ دلائی جاتی ہے مگر تاریخ بالخصوص معاشی تاریخ کی طرف کم توجہ کی جاتی ہے۔اس کمی کو دور کرنا ضروری ہے۔ اسلامی مالیات کی تدریس میں تاریخ کو مرکزی مقام ملنا چاہئے۔

قرونِ اولیٰ میں مالیات اتنی پیچیدہ نہیں تھی جتنی وہ آج کی دنیا میں ہے۔اس کے اسباب واضح ہیں۔آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔نقل وحمل اور رسل ورسائل کی ترقی نے دنیا بھر کو ایک کر رکھا ہے۔صنعتی ترقی کے سبب اشیاء اور خدمات میں بڑا تنوع،بڑی وسعت آ گئی ہے۔کچھ چیزوں کو

بنانے میں لمبا عرصہ لگتا ہے اور کثیر سرمایہ لگانا پڑتا ہے۔ کچھ چیزوں میں لگانے کے لئے کل پُرزے دوسرے ملکوں میں بنوانے پڑتے ہیں، جس کے سبب بیرونی زرمبادلہ درکار ہوتا ہے۔ پیداواری عمل شروع ہونے اور پیداوار کو فروخت کے لئے بازار میں لانے کا درمیانی وقفہ جتنا لمبا ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اضافہ اس خطر اور عدم تیقن میں ہوتا جاتا ہے جس سے پیداواری عمل کی تنظیم کرنے والے کو مفر نہیں۔قدرتی طور پر اس کا اثر مالیات فراہم کرنے والوں اور ان کو مل سکنے والے منافع پر بھی پڑتا ہے۔ بھاری خطر کا بوجھ کوئی اکیلے نہیں اٹھا سکتا، چنانچہ خطر اُٹھانے میں شراکت کی ضرورت پڑی۔جدید مالیات میں کلیدی اہمیت ازالہ خطر، تخفیف خطر اور معالجۂ خطر کی ہے۔اس باب میں میسّر اسلامی متون و نظائر اور پیشِ نظر مشکلات و مسائل کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔اس فاصلہ کو قیاس کی بنیاد پر اجتہاد سے طے کرنا اکثر اوقات دشوار اور کبھی کبھی خلافِ مصلحت ہوتا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ ہمارا نصاب طالب علم کو مسئلہ کی نزاکت بتانے کے ساتھ یہ بھی جتائے کہ اس سفر میں ہر وقت انگلی پکڑ کر چلانا ممکن نہیں، خود راستے نکالنے کا حوصلہ ہونا چاہئے۔

متنِ قرآن وسنت، اسلامی تاریخ اور موجودہ زمینی حقائق کی روشنی میں اسلامی مالیات کی تدوین ابھی بھی ابتدائی مراحل میں ہے۔خاصے تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ اس کام کی طرف تجارتی ادارے توجہ نہیں کر سکے،صرف چند یونیورسٹیوں نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ہندوستان کے دینی مدارس کے لئے اس باب میں تمام تر دوسروں پر تکیہ کرنا مناسب نہیں ہوگا۔چند بڑی دینی درس گاہوں میں اسلامی مالیات پر بنیادی تحقیقی کام ضرور ہونا چاہئے۔

اسی سیاق میں یہ بھی نوٹ کرلیا جائے کہ مالیات اور نظام زر، یعنی نقد کے اِصدار اور ضبط و نظم کے درمیان گہرا تعلق ہے، ایک کا مطالعہ دوسرے کا مطالعہ چاہتا ہے۔اسلامی دور کے آغاز میں بیرونی سکّوں کو استعمال کیا گیا، اپنا الگ سکّہ اموی دور میں شروع ہوا۔ پہلے دیگر ملکوں کی

طرح سونے چاندی پر انحصار رہا، پھر ضرورت نے تانبے اور دوسری دھاتوں کا استعمال سکھایا، دریں اثناء غیر دھاتی سکّے جاری کرنے کی بات بھی آئی۔ اس تاریخ کو اور ان بحثوں کو بھی سامنے رکھنا ہوگا جو فقہاء کے مابین اس موضوع پر ہوتی رہیں۔ ساتھ ہی آج کے نظام زر میں حکومت، بینک، دوسرے مالیاتی اداروں اور بین الاقوامی اداروں کو جو مقام حاصل ہے اسے بھی سمجھنا ہوگا۔

دینی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم کے لئے معاصر اسلامی مالیات کے نشو وارتقاء پر گہری نظر درکار ہوگی۔ نصاب میں اسے جگہ ملنا چاہئے۔ رائج الوقت اسلامی بنک کاری سے متعلق علماء کے اختلافات بھی سامنے آنے چاہئیں اور ان کے درمیان محاکمہ کے اصول بھی۔ ساتھ ہی اس باب میں علم معاشیات کے مسلمان اساتذہ اور ماہرین کا نقطۂ نظر بھی راست ان ہی کی تحریروں کی شکل میں سامنے آنا چاہئے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بیسویں صدی میں اسلامی مالیات کی طرف دعوت اسی حلقہ نے دی، بعد میں علماء اور فضلاء بھی آگے بڑھے، شاعرِ مشرق، علاّمہ اقبال نے بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں فرمایا تھا:

تدبّر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے
(بانگِ درا)

رعنائیِ تعمیر میں رونق میں صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کے عمارات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات
(بالِ جبریل)

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
جو حرفِ قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار
(ضربِ کلیم)

جیسا اوپر ذکر کیا گیا، اسلامی مالیات کی تدوین میں متن اور مقاصد ومصالح دونوں پر نظر رکھنا ہے۔ جہاں متن قرآن وسنت کو سمجھنے کے لئے علماء اور فقہاء کی ضرورت ہے وہیں آج کی دنیا میں مقاصدِ شریعت کی تحصیل اور مصالحِ معتبرہ کی تکمیل کے لئے ماہرین معاشیات اور دیگر جدید علوم پر عبور رکھنے والوں کی بھی ضرورت ہے۔ معاصر دنیا میں مالیات کے میدان میں اسلامی ہدایات کو سمجھنے اور عمل میں لانے کے کام میں عام وخاص سبھی کی شرکت ضروری ہے۔ شاطبی نے آج سے سیکڑوں برس پہلے مخصوص دائروں میں اجتہادی عمل میں وسیع پیمانہ پر لوگوں کی شرکت کی ضرورت واضح کی تھی، لکھتے ہیں:

> ''اجتہاد کا تعلق اگر نصوص سے استنباط سے ہو تو بلا شبہ عربی کا علم ضروری قرار پائے گا، لیکن اگر اس کا تعلق مصالح اور مفاسد کے قسم کے امور سے ہو اور یہ بات زیرِ بحث نہ ہو کہ نصوص ان کے متقاضی ہیں یا نہیں، یا جو لوگ نصوص سے استنباط کے اہل ہوں وہ مانتے ہوں کہ ان کا تعلق مصالح اور مفاسد سے ہے، تو ایسے اجتہاد کے لئے عربی جاننا ضروری نہیں، صرف شریعت کے مقاصد کا علم درکار ہے جسے شریعت سے خاص طور پر اجمال اور تفصیل سے سمجھا گیا ہو۔''

چنانچہ جس نے سمجھ لیا کہ احکام کے وضع کرنے سے شریعت کے مقاصد کیا ہیں، اور اس کی سمجھ ایسی ہے کہ اسے مقاصدِ شریعت کا علم رکھنے والا سمجھا جائے، خواہ یہ علم اس نے کسی عجمی زبان

میں کئے گئے ترجمے سے ہی کیوں نہ حاصل کیا ہو، تو اس کے درمیان اور جس نے (مقاصدِ شریعت کا) عربی زبان میں علم حاصل کیا ہو، کوئی فرق نہیں۔

> ''اجتہاد کا تعلق کبھی متعلقہ صورتِ حال کو جاننے سے ہوتا ہے۔ ایسی شکل میں نہ تو مقاصدِ شریعت کا علم ضروری ہے نہ عربی زبان کا۔ وجہ یہ ہے کہ اس اجتہاد کا مقصود یہ جاننا ہے کہ صورتِ حال کیا ہے۔ اس شکل میں ضرورت اس علم کی ہے جس کے بغیر اس صورتِ حال کو نہ سمجھا جا سکتا ہو۔ اس کے بارے میں اجتہاد کرنے والے کو اس معاملہ کی پوری جانکاری ہونی چاہئے جو زیرِ غور ہوتا کہ اس پر شریعت کا حکم منطبق ہو سکے۔'' (ابو اسحاق شاطبی: الموافقات فی اصول الشریعه، جلد 4، القسم الخامس، کتاب الاجتہاد۔ المکتبة التجاریة الکبریٰ، شارع محمد علی بمصر، بدون تاریخ۔ صفحات 162;163;164)۔

مالیات کے میدان میں صورتِ حال کی بڑی اہمیت ہے، کیوں کہ یہ بدلتی رہتی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ اسے ایک بار بیان کر دیا جائے پھر نسل بعد نسل لوگ کتابوں میں اسی بیان کا مطالعہ کر کے موجودہ صورتِ حال کو سمجھ لیا کریں۔ اس کو سمجھنے میں اخبارات، ٹیلی ویژن، انٹرنٹ وغیرہ ذرائع ابلاغ کا سہارا لینا بھی ضروری ہے۔ ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم کی تفصیلات مرتب کرنے میں اس بات کا خیال رکھا جانا چاہئے۔

آج کل مالیات کے باب میں معرکۃ الآراء موضوع معالجۂ خطر (Risk Management) کا موضوع ہے۔ نصاب میں اسے مرکزی جگہ ملنی چاہئے۔ شرع کی نظر عدل پر ہے، لیکن اسے تکمیلِ ضروریات فراخی اور آسائش، اور اجتماعی سطح پر امّت کی آزادی اور قوّت بھی مطلوب ہے۔ عدل کا تقاضا اکثر یہ ہوتا ہے کہ جہاں غرر اور عدم تیقن ہو وہاں آگے بڑھنے

سے اجتناب کیا جائے۔ مگر ترقی اور پیداوار دولت میں بڑھوتری کا تقاضا ہے کہ خطر اور غرر کے باوجود آگے بڑھا جائے۔ دو یا کئی معتبر مصالح کے مابین اخذ وترک، یا ان کے کسی متوازن مجموعہ کی ترتیب، یہی اجتہادی عمل کا جوہر بن جاتا ہے۔ ایسی شکل میں سوچنے والوں کے درمیان اختلافِ رائے قدرتی ہے۔ مسئلہ اجتماعی ہو تو فیصلہ شورائی طریقہ سے ہونا چاہئے۔

بات نصاب کی ہے، نہ کہ اجتہاد کی، اس لئے خطر اور اس سے عہدہ برآ ہونے کے متنوع طریقوں، نیز ان کے عملی نتائج پر آج کل جولٹریچر سامنے آرہا ہے اس کی طرف توجہ ضروری ہے، تا کہ شاطبی کے الفاظ میں صورتِ حال کو سمجھا جا سکے۔ اس سلسلہ میں بلا تردد اور بلا تعصب ہر علمی اور میدانی کوشش کو سامنے رکھا جانا چاہئے۔

مقاصد شریعت کا مطالعہ

ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم میں مقاصدِ شریعت، بالخصوص اقتصادی زندگی سے تعلّق رکھنے والے مقاصد کے مطالعہ کی طرف خصوصی توجہ درکار ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ چند دہائیوں میں اسلامی مالیات کے باب میں جو نیا کام ہوا، جس میں فقہ اور دوسرے شرعی علوم کے ماہرین کی رہنمائی کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا گیا، اس میں زیادہ انحصار جزئیاتِ فقہ اور احادیثِ آحاد پر رہا۔ انسانوں کے مجموعی مصالح اور مقاصدِ شریعت کی طرف کم توجہ کی جا سکی، جب کہ اسلامی قانون کے سنہری دور میں حسبِ ضرورت دونوں کو سامنے رکھا جاتا رہا تھا۔ وجہ غالباً یہ رہی کہ اسلامی مالیات کے دامن کو بھی ان جیسی خدمات اور آلات سے مالا مال کرنے کی کوشش رہی جن سے معاصر مالیات کا دامن بھرا ہوا تھا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ اسے ایک ممتاز معاصر فقیہ، شیخ تقی عثمانی کی زبانی سنئے۔ انھوں نے کچھ عرصہ پہلے اسلامی حلقوں میں مروّجہ صکوک کے بارے میں ایک مقالہ لکھا جو انٹرنٹ پر آسانی سے مل سکتا ہے۔ مولانا تقی عثمانی ایسے صکوک کو رد کرتے ہیں جن میں، مروّجہ بانڈس کی طرح، صکوک خریدنے والوں کو ایک متعیّن سالانہ شرحِ نفع کی گارنٹی

کے ساتھ صکوک پر لکھی قیمت پر ان کی فروخت اور اس طرح اصل سرمایہ کی بازیافت کی بھی ضمانت دی گئی ہو۔ اپنے اس موقف کے حق میں معروف فقہی دلائل دینے کے بعد لکھتے ہیں:

''اب تک ہم نے جو کچھ کہا وہ خالصۃً فقہی دلائل کی روشنی میں تھا۔ اسلامی معاشیات کے اعلی مقاصد کے نقطۂ نظر سے مروّجہ صکوک کے ساتھ جوترغیبات وابستہ کی گئی ہیں اُن کا رول منفی ہے۔ وہ ایک ایسے اقتصادی نظام کے مغایر ہیں جو دولت کو سرمایہ کاری کرنے والوں کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم کرنا چاہتا ہے۔''

آگے مزید فرماتے ہیں:

''جب ہم اس موضوع پر مقاصدِ شریعتِ اسلامی یا اسلامی معاشیات کے اہداف کی روشنی میں غور کرتے ہیں تو ایسے صکوک جن میں رائج الوقت بانڈس کی تقریباً ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں ہر اعتبار سے ان اعلی مقاصد کے خلاف نظر آتے ہیں۔ جن اعلی مقاصد کے لئے ربا حرام کیا گیا وہ پیداواری عمل میں شریک ہونے والے فریقوں کے درمیان اس آمدنی کی منصفانہ تقسیم ہے جو صنعتی یا تجارتی جدّ وجہد سے حاصل ہو۔ مگر آج کل جاری کئے جانے والے صکوک میں جو طریقہ استعمال کیا جارہا ہے وہ اس مقصد کی جڑ کاٹنے والا طریقہ ہے۔''

مقاصد اور مصالح کا تعلق اکثر کلّی امور سے ہوتا ہے، جن کی طرف قیاس پر مبنی فقہ المعاملات میں خاطر خواہ توجہ نہیں ہو پاتی۔ امید ہے کہ نصاب سازی میں اس کا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔ اسلامی مالیات کی تعلیم حاصل کرنے والے کی نظر سے وہ اعلی مقاصد کبھی اوجھل نہ ہوں جن کا اوپر کے اقتباس میں ذکر کیا گیا ہے۔ اسی بات پر شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی زور دیا ہے، فرماتے ہیں:

'جان لو کہ انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کے اہم ترین مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں کے مابین ظلم وزیادتی ختم کی جائے، کیونکہ جب لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں تو سب کا حال خراب ہوتا ہے، سب تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں' [حجۃ اللہ البالغہ 2/151، طبع بیروت]

اللہ سبحانہ کی مشیت کچھ ایسی ہوئی کہ مالیات کے جس مروّجہ نظام کی نقالی میں مروجہ اسلامی مالیاتی صنعت نے اتنا جتن کیا وہ خود ہی تہ وبالا ہو رہا ہے۔ امید کی جانی چاہئے کہ مروّجہ طریقوں سے استفادہ میں آئندہ زیادہ احتیاط برتی جائے گی اور مقاصدِ شریعت کی رہنمائی میں سلفِ صالح کے نظائر سے استفادہ کرتے ہوئے اسلامی مالیات کا ایک ایسا نمونہ تیار کیا جا سکے گا جو موجودہ نظام کے ستائے ہوئے عوام کو بھی اسلام کی رحمتیں اور برکات پہنچا سکے۔ مگر، جیسا پہلے عرض کیا، اس کے لئے طویل المیعاد منصوبے بنانے ہونگے اور بنیادی تحقیقی کام کا اہتمام کرنا ہوگا۔

اسلامی مالیات کے مقاصدِ شریعت پر مبنی نمونے میں مال کو وہ مقام ملے گا جو اسلامی تصوّرِ حیات میں اسے دیا گیا ہے۔ مال کو بھی زندگی کے ذریعہ کے طور پر چاہئے، مال بذاتِ خود مقصودِ حیات نہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں مال مزید مال کمانے کے ذریعہ کے طور پر چاہا جاتا ہے، اور سرمایہ دارانہ نظامِ زر اور نظامِ مالیات، دونوں اس طرح منظّم کئے جاتے ہیں کہ مال داروں کو اپنے مال کے ذریعہ مزید مال کمانے کے بیش از بیش مواقع حاصل ہوں۔ جدید نو کلاسیکی علمِ معاشیات نے یہ سبق پڑھایا کہ جب مالدار اپنے اموال میں بڑھوتری چاہیں گے تو ان کے پیداواری عمل سے عوام کو روزگار ملے گا اور سماجی دولت کا ایک حصہ بھی۔ مگر حالیہ واقعات نے بتایا کہ یہ دعویٰ بے بنیاد ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ ترقی غریبی نہیں دور کرسکی، استحصال بڑھتا گیا، دولت اور آمدنی کی تقسیم میں ناہمواری ملکوں کے اندر بھی بڑھی اور مختلف ملکوں کے مابین بھی۔ نیز حرص وہوس پر مبنی سلوکیات کے نتیجہ میں ترقی کے ایسے طریقے اختیار کئے گئے کہ

ماحولیاتی تلوث بڑھا اور کرہ ارض نیز فضاؤں میں ایسی تبدیلیاں آتی جارہی ہیں کہ خود انسان کے وجود و بقا کو شدید خطرات لاحق ہو چلے ہیں۔آپ جو نصاب تعلیم بھی اختیار کریں اس میں ان نئے پہلوؤں کی رعایت ملحوظ رہے۔

نصابی مسائل

نصاب کی بات آ گئی ہے تو چند اہم امور کی طرف توجہ فرمائیے۔اوپر کی معروضات سے ظاہر ہے کہ اسلامی مالیات کی تعلیم کم ازکم تین مضامین کی تدریس چاہتی ہے: اسلام کی معاشی اور مالیاتی تاریخ؛ موجودہ معاشی اور مالیاتی صورتِ حال کی توصیف؛ اور دورِ جدید میں اسلامی مالیات کے ارتقاء کا بیان۔ ہندوستان کے دینی مدارس میں طالب علم پر جتنا بوجھ ہے وہ خود تخفیف کا متقاضی ہے۔ یہ مناسب نہ ہوگا کہ آپ ان مضامین کا اضافہ کردیں مگر موجودہ بوجھ میں کوئی کمی نہ کریں۔کہاں کمی کی جائے، یہ اساتذہ کرام کے سوچنے کی بات ہے۔میرا زمانہ طالب علمی کا تاثر یہ ہے کہ حدیث اور فقہ کے نصابوں میں کافی یکسانیت اور تکرار ہے۔بہرصورت طالب علم پر سے کتابوں کا بوجھ کم کیجئے تاکہ وہ خیالات کی دنیا (World of ideas) میں بھی آسکے، کچھ سوچے، کچھ سوال کرے، کسی سے بحث کرے۔

دوسری اہم بات اساتذہ کی فراہمی سے متعلق ہے۔ ہندوستان کی دینی درسگاہوں کے موجودہ اساتذہ میں سے بہت کم لوگ مذکورہ بالا تین نئے مضامین پڑھانے کی ذمہ داری لے سکیں گے۔ نئے ہمہ وقتی اساتذہ کا تقرر ہر مدرسہ کے بس کی بات نہیں۔اکثر اوقات جزء وقتی یا اعزازی خدمات سے کام چلانا ہوگا۔یہ ایک تنظیمی کام ہے جس کے لئے کوئی مرکزی انتظام کرنا مناسب ہوگا۔

تیسرا مسئلہ درسی کتابوں کا ہے۔اوپر لکھے تینوں مضامین: اسلام کی معاشی اور مالیاتی تاریخ؛ موجودہ معاشی اور مالیاتی صورتِ حال کی توصیف؛ اور دورِ جدید میں اسلامی مالیات کے

ارتقاء کے بیان، پر اردو اور ہندوستان کے دینی مدارس میں ذریعۂ تعلیم کے طور پر اختیار کی جانے والی دیگر زبانوں میں سے کسی میں بھی کوئی قابلِ ذکر لٹریچر موجود نہیں۔ جو کتابیں بازار میں ملتی ہیں وہ اکثر کسی اور غرض سے لکھی گئی تھیں، پیشِ نظر کام کے لائق نہیں۔ عربی میں بھی ایسا مستند مواد کم ہے جس کے استعمال سے مسئلہ حل ہو سکے۔ جن اداروں نے اس اہم ورک شاپ کا اہتمام کیا ہے ان کو اس ضرورت کی تکمیل کی طرف بھی خاطر خواہ توجہ کرنی چاہئے۔

اس سمینار میں علماء، فقہاء، ماہرین معاشیات و مالیات اور ہندوستان کی دینی درس گاہوں کے سربراہوں کا جو عدیم المثال مجموعہ غور و فکر کے لئے جمع ہوا ہے اُس کے سامنے چند طالب علمانہ باتیں رکھنے کی جرأت ایک طرف تو تعمیلِ حکم کے طور پر ہوئی اور دوسری طرف وقت کے تقاضے اور موضوع کی اہمیت کے سبب۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے دین کی خدمت میں اخلاص اور جی جان سے محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دینی مدارس کے نصاب میں فقہ المعاملات کا حصہ

خالد سیف اللہ رحمانی*

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ وصحبہ أجمعین ، اما بعد !

اس میں شبہ نہیں کہ فقہ اسلامی کتاب وسنت کا نچوڑ نیز سلفِ صالحین کی بہترین علمی اور نظری کاوشوں کا عطر ہے، ہمارے فقہاء نے کتاب وسنت کی تصریحات، شریعت کے مقاصد اور اپنے عہد کے حالات کا نہایت دقتِ نظر سے مطالعہ کر کے رائیں قائم کی ہیں اور کم وبیش ایک ہزار سال دنیا کے ایک بڑے خطہ پر سکہ رائج الوقت کی طرح یہ قانون نافذ رہا ہے نیز اس نے سماجی تبدیلیوں اور تمدنی ترقیوں کا نہایت اعتدال کے ساتھ سامنا کیا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمیں سب سے زیادہ نصوص عبادات کے باب میں ملتی ہیں، عبادات میں شارع نے جہاں مقاصد متعین کئے ہیں، وہیں اشکال بھی متعین کردی ہیں؛ اسی لئے نماز کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"صلوا کما رأیتمونی أصلی"** (نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا) اسی طرح آپ نے حج کے بارے میں فرمایا: **"خذوا عنی مناسککم"** (اپنے مناسک مجھ سے لو)۔

عبادات کے بعد جن احکام کی بابت نصوص کی صراحتیں زیادہ ملتی ہیں، وہ "احوال شخصیہ"

* جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

(Personal Law) ہیں، جن کو قدیم اصطلاح میں "مناکحات" کہا جاتا تھا، نکاح کی شرائط، نکاح کے موانع، نکاح کی اہلیت ومحلیت، طلاق کی مختلف صورتوں کے احکام وغیرہ کے بارے میں ہمیں واضح نصوص ملتی ہیں؛ لیکن نفقہ میں شامل اشیاء کی تحدید، والدین، اولاد اور زوجین کے حقوق، فسخ وتفریق کے اسباب وغیرہ کے سلسلے میں زیادہ تفصیل نہیں ملتی؛ بلکہ کچھ اُصولی ہدایتیں دے دی گئی ہیں؛ تاکہ ہر زمانہ کے عرف وتعامل، تمدنی اقدار اور معیارِ زندگی کے اعتبار سے انھیں متعین کیا جائے، یہی لچک ہے، جس کی بناپر آج بھی اسلام کے عائلی قوانین کو نہایت معتدل، مصلحت پر مبنی اور عمرانی ضرورتوں سے ہم آہنگ تصور کیا جاتا ہے، احوالِ شخصیہ سے بھی کم جزوی تفصیلات ہمیں معاملات کے باب میں ملتی ہیں، ربا، قمار اور غرر ونجش کی ممانعت، عقود میں طرفین کی باہمی رضامندی کی اہمیت، ایسی باتوں کا سدباب، جو مصنوعی گرانی پیدا کرتی ہوں اور طلب ورسد کے توازن سے پیدا ہونے والے بازار کے فطری اُتار چڑھاؤ کو متاثر کرتی ہوں وغیرہ، ضروری ہدایتیں شریعت میں دی گئی ہیں؛ لیکن جزوی تفصیلات کو چھوڑ دیا گیا ہے اور یہی شریعتِ اسلامی کی ابدیت اور اس کے دوام کا راز ہے؛ کیوں کہ اس میں فقہاء کے لئے اجتہاد کے وسیع مواقع ہیں اور اپنے زمانہ اور حالات کے اعتبار سے مصالح کی رعایت اور مفاسد کے سدباب کے لئے وسیع گنجائشیں موجود ہیں۔

بلکہ معاملات کے سلسلے میں بعض جگہ کتاب وسنت میں خاص طور پر مبہم الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، جیسے قبضہ، قبضہ سے پہلے خرید وفروخت کو منع تو کیا گیا؛ لیکن قبضہ کی کوئی خاص صورت متشخص نہیں کی گئی، اس تعبیر کی اہمیت اور اس کی وسعت کا جس قدر ادراک آج کے فقہاء وارباب افتاء کر سکتے ہیں، شاید گذشتہ ادوار میں نہیں کیا جا سکتا تھا؛ کیوں کہ آج بہت سی صورتیں ایسی ہیں، جن میں معنوی اور قانونی قبضہ ہی کا تحقق ہو سکتا ہے، حقیقی اور مادی قبضہ کا تحقق ہونا امر دشوار ہے، اسی لئے معاملات کے باب میں فقہاء نے اجتہاد وقیاس سے نسبتاً زیادہ کام لیا ہے اور انھوں نے

اپنے فیصلوں کے لئے نظائر، نصوص کے مقاصد اور انسانی مصالح کو پیش نظر رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن میں معاملات سے متعلق آیاتِ احکام چند ہیں، حدیث کی کتابوں میں بھی ہمیں معاملات کے ابواب زیادہ طویل نظر نہیں آتے؛ لیکن فقہ کی کتابوں میں ہمیں معاملات سے متعلق احکام کا ایک سمندر ملتا ہے اور چوں کہ یہ زیادہ تر اجتہاد پر مبنی ہیں اور اجتہادی مسائل میں فکر و نظر کا اختلاف زیادہ واقع ہوتا ہے؛ اس لئے جزوی تفصیلات میں فقہاء کے درمیان بھی خاصا اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔

دینی مدارس میں اس وقت فقہ کی زیادہ تر جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، وہ پانچویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری اور موجودہ صدی تک کی نمائندگی کرتی ہیں، ان میں سے اکا دُکا کتابیں ایسی ضرور ہیں، جن میں صرف عبادات کا ذکر ہے اور وہ مبتدی طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے؛ لیکن اکثر کتابیں وہ ہیں، جو فقہ المعاملات کو تفصیل سے پیش کرتی ہیں، مدارس کے نصاب میں شامل اس مواد کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(الف) فقہ القرآن　　　(ب) فقہ الحدیث

(ج) فقہ مقارن　　　(د) مذہب خاص کی فقہ

(ہ) قواعدِ فقہ

فقہ القرآن

قرآنِ مجید میں شیخ عبدالوہاب الخلاف کی تصریح کے مطابق معاملات سے متعلق کل دس آیات ہیں، ان آیات میں کتنے مسائل زیر بحث آئے ہیں؟ اس کا اندازہ اس لئے دشوار ہے کہ ''احکام القرآن'' پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ آیات کی ترتیب پر ہیں، ان میں فقہی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے؛ لیکن مالیاتی نظام سے متعلق جزوی تفصیلات کی بجائے قرآن مجید نے ان اُصول ومبادی کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے، جن سے مالیات کے سلسلہ میں شریعتِ اسلامی کے مزاج

ومذاق کی وضاحت ہوتی ہے۔

مدارس کے نصاب کے مطابق قرآن میں مذکور احکام ومعاملات طلباء کی نظر سے اس طرح گذرتے ہیں:

- اکثر مدارس میں وسطی جماعتوں میں متن قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے، ترجمہ کے ساتھ بعض درسگاہوں میں مفصل اور بعض میں مختصر تشریح کا نظام ہے، بہر حال ترجمہ وتشریح میں آیاتِ احکام کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے؛ اس لئے معاملات سے متعلق جو مسائل قرآن میں صراحتاً مذکور ہیں، جیسے ربا اور قمار کی حرمت وغیرہ، ان پر تو وضاحت سے روشنی ڈالی جاتی ہے؛ لیکن جن آیتوں میں صراحتاً کوئی مسئلہ مذکور نہ ہو؛ لیکن وہ معاملات سے متعلق شریعت کے مقاصد کو واضح کرتے ہوں، ان پر زیادہ توجہ نہیں ہو پاتی، اس میں طلباء کی ذہنی سطح کا بھی دخل ہوتا ہے اور اساتذہ کے فقہی ذوق کا بھی۔
- تفسیر میں اکثر مدارس میں جو پہلی کتاب پڑھائی جاتی ہے، وہ "تفسیر جلالین" ہے؛ اگرچہ بعض ضعیف بلکہ موضوع روایات کو لینے کی وجہ سے اس پر بجا طور پر تنقید بھی کی گئی ہے، مگر اس میں شبہ نہیں کہ قرآنی عبارتوں کے حل کرنے پر باوجود اختصار کے مصنف نے جس خوبی اور لیاقت کے ساتھ توجہ دی ہے، اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی، مگر یہ کتاب بھی دراصل قرآن مجید کا عربی ترجمہ ہی ہے، جس میں مفردات کی آسان لفظوں میں وضاحت، صلابت اور محذوفات کے اظہار وغیرہ کے ذریعے گویا عربی ہی میں قرآن کا ترجمہ کیا گیا ہے؛ اس لئے اس کتاب میں بھی بشمول معاملات کے آیاتِ احکام پر زیادہ بحث نہیں ملتی اور اساتذہ بھی اپنے ذوق ومزاج کے مطابق اختصار یا کسی قدر تفصیل سے ان احکام پر گفتگو کرتے ہیں۔
- بعض دینی درسگاہوں میں درجۂ تکمیل میں تفسیر ابن کثیر یا کچھ دوسری تفسیروں کے منتخبات

پڑھائے جاتے ہیں، ان میں آیاتِ احکام کی تفصیلی تشریح ملتی ہے، مگر یہ کتابیں فضیلت کے بعد کے نصاب میں شامل ہیں۔

تفسیر کے اس پورے نصابی مواد میں جو ایک واضح کمی محسوس کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ طلباء کے سامنے یہ بات وضاحت کے ساتھ نہیں آپاتی کہ معاملات کے باب میں شریعت کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟ اورقرآن نے کن اُصول ومبادی کی رہنمائی کی ہے؟ جن پر فقہ المعاملات کی عمارت کھڑی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْآ اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ" (سورۃ النساء: 29) یہ آیت اس امر کو واضح کرتی ہے کہ تمام عقود کی بنیاد تراضی (باہمی رضامندی) پر ہے، خیارِ عیب، خیارِ شرط، خیارِ رؤیت یا بیع ملامسہ وغیرہ کی ممانعت اسی اُصول پر مبنی ہے، اسی طرح ربا اور قمار کی حرمت والی آیات اس قاعدہ کو واضح کرتی ہیں کہ جو چیز شارع کی طرف سے ممنوع ہو، وہ تراضی طرفین کی موجودگی کی وجہ سے بھی جائز نہیں ہوسکتی۔ضرورت ہے کہ طلباء کو ابتداء ہی سے قرآن کی وساطت سے فقہ المعاملات میں شریعتِ اسلامی کے مقاصد اور مبادی کو اس طور پر سمجھایا جائے۔

فقہ الحدیث

اسلامی علوم میں جس فن کو دینی مدارس کے نصاب میں سب سے زیادہ جگہ ملتی ہے، وہ حدیث ہے، حدیث میں بخاری اور ترمذی تو مکمل درایۃً و روایتاً اکثر مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں، ان کے علاوہ مسلم اور سنن ابوداؤد کا بھی معتدبہ حصہ پڑھایا جاتا ہے؛ اس کے بعد نسائی، ابن ماجہ اور مؤطا امام مالک کا نمبر آتا ہے، نیز ان کتابوں کے علاوہ برصغیر کے اکثر مدارس میں امام طحاوی کی شرح معانی الآثار بھی داخل درس ہے، جو احادیث کے درمیان تطبیق وترجیح کے سلیقہ کے اعتبار سے ذخیرۂ حدیث میں اپنا منفرد مقام رکھتی ہے، صحاح سے پہلے مشکوٰۃ شریف اور مشکوٰۃ سے پہلے احادیث احکام میں بلوغ المرام یا آثار السنن بھی بہت سے مدارس

میں داخل نصاب ہے، اس طرح جن کتابوں میں احادیث احکام آتی ہیں اور وہ داخل درس ہیں، ان کی تعداد دس گیارہ ہے، ان میں سے کم سے کم چار پانچ کتابوں میں معاملات سے متعلق احادیث اساتذہ وطلباء کے زیر بحث آتی ہیں اور ان پر تفصیلی بحثیں بھی ہوتی ہیں؛ البتہ اگر کوئی مکمل کتاب ایک استاذ کے پاس ہو، تو اکثر عبادات کے اختلافی مباحث اس قدر حاوی ہوجاتے ہیں کہ معاملات سے متعلق ابواب کے ساتھ انصاف نہیں ہوپاتا۔

ایک اور بات جو معاملات کی تدریس کے سلسلے میں اساتذۂ حدیث کے لئے قابل توجہ ہے، وہ یہ ہے کہ مسائل کی توضیح تو ہوتی ہے، اگر احکام کی علتیں منصوص نہ ہوں تو ان کی تحقیق پر بھی کافی بحث کی جاتی ہے؛ لیکن ان احکام کی مصلحتیں کیا ہیں؟ اور ایک منصفانہ معاشی نظام کی تشکیل میں ان کی کیا اہمیت ہے؟ اس پر روشنی نہیں ڈالی جاتی، جیسے ہم پڑھاتے ہیں کہ قبضہ سے پہلے کسی چیز کے بیچنے کی ممانعت ہے، بیع الدین بالدین ممنوع ہے، بیع صَرف میں تقابض ضروری ہے، سود وقمار حرام ہے؛ لیکن ہم یہ واضح نہیں کرتے کہ ان احکام کی کیا مصالح ہیں، ان احکام کو نظر انداز کرنے میں کیا مفاسد ہیں، وغیرہ، مصالح وحکم کی وضاحت صرف عقل کے لئے اطمینان ہی کا باعث نہیں ہوتی؛ بلکہ ان سے شریعت کے مقاصد بھی واضح ہوتے ہیں، مختلف ادوار میں پیدا ہونے والے مسائل پر احکام شرعیہ کے انطباق میں مدد ملتی ہے اور فقہی آراء شریعت کے مذاق ومزاج سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔

فقہ مقارن

- مدارس کے نصاب میں فقہ کی بعض کتابیں مختلف مذاہب کے نقطۂ نظر کو پیش کرتی ہیں، بعض مؤلفین کا ذوق یہ ہے کہ وہ مختلف نقاطِ نظر اور ان کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں اور جو رائے ان کے نزدیک راجح ہے، ان کی وجوہ کو بھی واضح کرتے ہیں، اس خصوصیت کی حامل نہایت اہم کتاب جو مدارس کے نصاب میں داخل ہے، وہ علامہ ابوالحسن برہان

الدین مرغینانی (م:593ھ) کی ’’ھدایه‘‘ ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایجاز کے باوجود وضاحت اور استدلال میں منطقیت اور معقولیت کے اعتبار سے نہ صرف فقہ حنفی؛ بلکہ مطلق فقہ اسلامی میں یہ منفرد حیثیت کی حامل تالیف ہے، یوں تو فقہ کی بہت سی کتابیں ہیں، جو احکام کے ساتھ ساتھ دلائل سے بھی بحث کرتی ہیں؛ لیکن اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پڑھنے والوں کو غور وفکر کا منہج، استنباط کا سلیقہ اور شریعت کا مذاق ومزاج معلوم ہوتا ہے، اس کی پہلی جلد عبادات اور دوسری جلد کا بڑا حصہ احوالِ شخصیہ پر مشتمل ہے، تیسری جلد کا غالب حصہ معاملات سے متعلق ہے، اور معاملات سے متعلق کچھ مباحث چوتھی جلد میں بھی ہیں، مصنف حنفی ہیں اور انھوں نے فقہ حنفی کی بھرپور ترجمانی کی ہے؛ لیکن دوسرے فقہاء کے مذاہب اور ان کے دلائل بھی پوری قوت کے ساتھ پیش کئے ہیں، یقیناً اسلام کے معاشی قوانین کی تدریس کے سلسلے میں یہ کتاب خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

○ اس سلسلے کی دوسری کتاب جو بعض مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، علامہ ابن رشد قرطبی (520-595ھ) کی ’’بداية المجتهد‘‘ ہے، اس کتاب کا مقصد ہی حنفیہ، مالکیہ، شوافع اور دوسرے فقہاء کے مسالک کو بیان کرنا اور ان کے درمیان بنائے اختلاف کو واضح کرنا ہے، چنانچہ مصنف نے احناف، مالکیہ اور شوافع کے اختلاف کو تو بالالتزام نقل کرنے کی کوشش کی ہے، مگر حنابلہ اور دوسرے فقہاء کی رائیں بھی گاہے بہ گاہے بیان کی ہیں، واقعہ ہے کہ فقہاء کے اختلاف اور بنائے اختلاف پر یہ ایک قابل قدر اور اپنے اُسلوب کے اعتبار سے منفرد کتاب ہے، مصنف نے اس میں معروضی طریقہ اختیار کیا ہے اور نہایت انصاف کے ساتھ ہر نقطۂ نظر پر ان کی دلیل پیش کی ہے اور عموماً ترجیح دینے سے گریز کیا ہے، مصنف مالکی ہیں؛ لیکن ان کی منصفانہ روش کی وجہ سے قاری کے لئے

اندازہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ کس فقہ کے متبع ہیں؟ --- یہ کتاب بہت کم مدارس میں داخل نصاب ہے، غالباً اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی افادیت طلباء کے مقابلہ اساتذہ اور ان لوگوں کے لئے زیادہ ہے، جو کسی فقہی مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہتے ہوں۔

خاص مذہبِ فقہی کی کتابیں

عام طور پر ہندوستان میں کسی ایک مذہب فقہی کی اتباع کی جاتی ہے؛ اس لئے اہل سنت میں غالب ترین تعداد ان مدارس کی ہے، جہاں فقہ حنفی پڑھائی جاتی ہے، کیرالا، کوکن اور ساحلی علاقے، جہاں زیادہ تر شوافع آباد ہیں، وہاں فقہ شافعی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، کچھ مدارس سلفی فکر کے حامل ہیں، ان میں بعض اداروں میں بداية المجتهد اور هداية وغیرہ ہی پڑھائی جاتی ہے؛ لیکن بعض اداروں میں ان کی جگہ یا ان کے علاوہ بعض دوسری کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

الف- فقہ حنفی

فقہ حنفی کی جو کتابیں داخل نصاب ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

1. نور الايضاح 2. الفقه الميسر 3. قدوری
4. كنز الدقائق 5. شرح وقايه 6. تحفة الفقهاء
7. الدر المختار (منتخب ابواب)

- فقہ کی ابتدائی کتابوں کے لحاظ سے زیادہ تر درسگاہوں میں نور الايضاح اور بعض مدارس میں الفقه الميسر داخل ہے، یہ دونوں کتابیں عبادات پر ہیں؛ اس لئے فقہ المعاملات ان کے دائرہ سے باہر ہے۔
- علامہ ابو الحسن قدوری (متوفی: 428ھ) کی مختصر جو قدوری کے نام سے مشہور ہے، یہ فقہ

حنفی کا نہایت جامع ،مستند اور زبان کے اعتبار سے سلیس و رواں متن ہے اور صاحب ہدایہ نے اسی متن کو امام محمد کی جامع صغیر کے ساتھ اپنی کتاب کی اصل بنایا ہے، اس کتاب میں طلباء معاملات کے احکام جیسے: بیع، ربا، شرکت ،مضاربت ، مزارعت، مساقات، قسمت وغیرہ کے ابواب پڑھتے ہیں، متن ہونے کی وجہ سے اس میں جزئیات واقوال کی تو کثرت نہیں ہے؛ لیکن ضروری مسائل نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں؛ اس لئے یہ پہلی کتاب ہے، جو طلبہ کو فقہ المعاملات سے سادہ طریقہ پر آشنا کرتی ہے۔

- فقہ حنفی کا ایک دقیق متن --- جس کے ایجاز کی سرحدیں اغلاق سے جاملتی ہیں --- علامہ ابو البرکات نسفی (متوفی:710) کی کنز الدقائق ہے، اس کتاب میں مصنف نے حد سے زیادہ اختصار کو ملحوظ رکھا ہے؛ اس لئے بہت سے مقامات پر اساتذہ کو سمجھانے اور طلباء کو سمجھنے میں خاصی ذہنی اور لسانی ریاضت سے گزرنا پڑتا ہے، یہ کتاب اب بہت سے مدارس میں نصاب سے نکال دی گئی ہے اور جہاں داخل نصاب ہے، وہاں بھی مدرس عبادات اور احوالِ شخصیہ سے گذر کر بمشکل ہی معاملات تک پہنچ پاتے ہیں۔
- فقہ حنفی کا ایک اہم متن وقایۃ ہے، جس کے مؤلف برہان الشریعہ محمود بن احمد نے ہدایہ کے مسائل کو اس طرح جمع کرنے کی کوشش کی ہے کہ دلائل حذف ہوجائیں، پھر صدر الشریعہ عبید اللہ مسعود نے اس کی مبسوط شرح "شرح وقایه" کے نام سے لکھی ہے، جو اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے، مصنف نے اس میں کہیں کہیں اختلافات اور دلائل کو بھی ذکر کرنے کی کوشش کی ہے، جہاں "کنز" میں نہایت درجہ اختصار ہے، وہیں شرح وقایۃ میں ایک گونہ طولِ کلام ہے؛ اس لئے اکثر مدارس میں جہاں اس کتاب کے لئے ایک گھنٹہ ہے، فقہ المعاملات تک اساتذہ پہنچ نہیں پاتے ہیں اور اس طرح انھیں قدوری کے بعد پھر ہدایہ کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

- ادھر بعض مدارس نے شرح وقایہ کی جگہ تحفة الفقهاء کو داخل نصاب کیا ہے، یہ علامہ علاء الدین سمرقندی (م:539ھ) کا مرتب کیا ہوا مقبول متن ہے، جو اُسلوب بیان کے اعتبار سے بھی عام فہم اور سلیس ہے، علامہ علاء الدین کاسانی کی شہرہ آفاق تالیف "بدائع الصنائع" کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کے لئے اسی کو اساس بنایا ہے اور اہل علم واقف ہیں کہ کاسانی رشتہ میں سمرقندی کے داماد ہیں اور علامہ کاسانی کی اہلیہ کو بھی فقہ میں ایک امتیازی شان حاصل تھی، اس حقیر کو اس کتاب کی تدریس کا تجربہ نہیں ہے؛ لیکن خیال ہوتا ہے کہ نصاب میں اس کتاب کو داخل کرنا ایک بہتر آغاز ہے اور حجم کے اعتبار سے درمیانی درجہ کی کتاب ہونے کی بنا پر معاملات کے بشمول پوری کتاب کو پڑھانا ممکن ہے۔
- فضیلت کے بعد تخصص فی الفقہ یا تربیت افتاء کے شعبہ میں علامہ علاء الدین حصکفی (1025-1088ھ) کی تالیف "الدر المختار" جو علامہ تمرتاشی کی "تنویر الابصار" کی شرح ہے، پڑھائی جاتی ہے، یہ کتاب اختصار کے ساتھ جامعیت کی حامل ہے اور اختصار بھی ایسا نہیں ہے کہ سمجھنا سمجھانا دشوار ہو جائے، نیز عمدۃ المتاخرین علامہ ابن عابدین شامی (1198-1252ھ) کی تعلیقات "ردّ المحتار" نے اس کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے، اس کتاب میں عام طور پر معاملات کے ابواب کو پڑھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور چوں کہ اس مرحلہ میں طلبہ کی شعوری سطح بھی نسبتاً اونچی ہو جاتی ہے؛ اس لئے زیادہ بہتر طور پر اس کی تعلیم ہو پاتی ہے۔

ب- فقہ شافعی

فقہ شافعی کے مدارس میں فقہ کی درج ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں:

1. نور الابصار 2. كتاب المتقرد

3. فتح المعین 4. عمدة السالک وعمدة الناسک

5. شرح المنہاج للمحلی

- فقہ شافعی کی پہلی کتاب مبتدی طلبہ کے لئے ''نور الابصار'' اور ''کتاب المتفرد'' کے نام سے داخل نصاب ہے، جودس کتابوں کے منتخبات پر مشتمل ہے، مگر اس کتاب میں مبتدی طلباء کی ضرورت کے لحاظ سے صرف عبادات سے متعلق مسائل ہیں۔
- عمدۃ السالک فقہ شافعی کا ایک اہم متن ہے جو شہاب الدین احمد بن نقیب مصری کی تالیف ہے، یہ متوسط حجم کی کتاب ہے؛ لیکن یہ بھی صرف عبادات سے متعلق ہے۔
- ''فتح المعین'' فقہ شافعی کے ایک اہم متن ''قرة العین بمهمات الدین'' کی شرح ہے، یہ متن اور شرح دونوں ہندوستان کے ایک بالغ نظر شافعی فقیہ علامہ زین الدین مالاباری (م: 987ھ) کی ہے، یہ فقہ شافعی پر ایک معتبر، واضح، عمدہ، جامع اور متوسط حجم کی حامل کتاب ہے، جس میں عام طور پر دلائل کے نقل کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے؛ البتہ مذہب شافعی کی مختلف روایات اور ترجیحات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
- مشہور محدث اور فقیہ علامہ نوویؒ کو فقہ شافعی کی توضیح وتشریح میں جو مقام حاصل ہے، وہ محتاجِ اظہار نہیں، ان کی کتاب ''منہاج الطالبین'' فقہ شافعی کا نہایت مقبول متن ہے، بہت سے علماء نے اس متن کو اپنی شرح وتعلیق کا مرکز بنایا ہے، ان ہی میں سے ایک علامہ جلال الدین محلی کا حاشیہ ہے، یہ ہندوستان میں چار جلدوں میں شائع ہوا ہے، یہ بھی شافعی مدارس کی آخری جماعتوں میں داخل نصاب ہے، اس کی دوسری جلد میں معاملات سے متعلق مباحث یک گونہ تفصیل سے آگئے ہیں، کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ضروری مسائل کا احاطہ کرتی ہے اور مشائخ مذہب کی روایات واقوال کے ذکر اور ان کے درمیان تطبیق وترجیح اور احکام سے متعلق شرائط وغیرہ کی تنقیح میں بڑی عمدہ کتاب ہے؛

البتہ مصنف نے عام طور پر دلائل احکام سے تعرض نہیں کیا ہے، اس طرح فقہ شافعی میں بھی دو کتابوں میں فقہ المعاملات کے ابواب طلباء کی نظر سے گذر جاتے ہیں۔

قابلِ توجہ

اس میں شبہ نہیں کہ معاملات سے متعلق احکام کتبِ فقہ کا نہایت اہم جز ہیں اور ہمارے مدارس میں فضیلت تک کم سے کم دوبار یہ ابواب طلباء کی نظر سے گذرتے ہیں، جسے کافی کہا جاسکتا ہے؛ لیکن ضرورت ان مضامین کی تدریس کے طریقے میں تبدیلی لانے کی ہے، اساتذہ کا کام یہ ہے کہ فقہاء کی ان تصریحات کو موجودہ دور کے طریقۂ معاملات پر منطبق کرنے کی کوشش کریں اور اس دور میں اسلامی معاشیات کے میدان میں جو نئی اصطلاحات اختیار کی گئی ہیں اور بعض نئے طریقے اختیار کئے گئے ہیں، عنوان کی مناسبت سے ان کا ذکر کیا جائے ، مثلاً شرکت متناقصہ کی صورت کا ذکر شرکت کے تحت آنا چاہئے ، بیع مرابحہ مؤجلہ کا ذکر، 'مرابحہ' میں ہونا چاہئے ، اسی طرح استصناع کی نئی صورتوں کا تذکرہ باب الاستصناع میں ہونا چاہئے ، باب الاجارہ میں ''اجارہ منتہیہ الی التملیک'' باب الربا میں مروجہ بینکوں کے اعمال اور'' تورق'' وغیرہ کے احکام آنے چاہئیں؛ تاکہ طلباء معاملات کے ان مسائل کی نوعیت سے واقف ہوسکیں، جو موجودہ دور میں اسلامی طریقۂ استثمار اور تکافل وغیرہ کا حصہ ہیں، ہر بات کا نصاب میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہوتا؛ بلکہ اساتذہ کو اس کا ذوق ہونا چاہئے کہ اگر کوئی ضروری بات نہ آسکے تو طلباء کو اس پر متنبہ کریں، اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ طلباء ان مضامین کو تطبیقی طور پر سمجھ سکیں گے اور ان کا یقین بڑھے گا کہ یہ صرف نظری احکام نہیں ہیں؛ بلکہ آج کی دنیا میں بھی قابل عمل ہیں۔

قواعدِ فقہیہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ مالیات سے متعلق عصر حاضر کے بہت سے مسائل کو حل کرنے کے

لئے صرف ان فقہی جزئیات پر اکتفاء کرلینا کافی نہیں، جو ہمارے بزرگوں کی مخلصانہ اور گراں قدر کاوشوں کا نتیجہ ہیں؛ کیوں کہ بہت سے اجتہادات اپنے عہد کے عرف، موجودہ وسائل اور مروجہ طریقۂ کار پر مبنی ہوتے ہیں، ان مسائل کے حل کے لئے شریعت کے بنیادی مقاصد اور ان سے متعلق اُصولوں کی تطبیق سے واقف ہونا ضروری ہے، اس کی وضاحت فقہی قواعد سے ہوتی ہے اور خاص کر فقہ المعاملات میں ان کی اہمیت زیادہ ہے؛ کیوں کہ ان ابواب میں نصوص کم ہیں۔

فقہی قواعد وضوابط کو ہمارے مدارس کی نصابی کتابوں میں بہت کم جگہ مل پائی ہے، فضیلت سے پہلے اس فن میں کوئی کتاب نہیں پڑھائی جاتی، فضیلت کے بعد عام طور پر تربیتِ افتاء کے شعبہ میں حنفی درسگاہوں میں علامہ ابن نجیم مصری (م:970ھ) کی ''الاشباہ والنظائر'' اور شافعی درسگاہوں میں علامہ جلال الدین سیوطی (م:911ھ) کی ''الاشباہ والنظائر'' سے ''فن اول'' پڑھایا جاتا ہے، جو چھ اساسی اور دوسرے اہم قواعد، نیز ان کے ذیل میں بہت سے دیگر قواعد اور ضوابط پر مشتمل ہے۔

بعض درسگاہوں میں مولانا عمیم الاحسان مجددی کی ''قواعد الفقه'' جس کو فقہی قواعد وضوابط کی موسوعہ کہا جاسکتا ہے اور قاضی ابوزید دبوسی کی ''تاسیس النظر'' نیز ''اُصول الکرخی'' بھی پڑھائی جاتی ہے، اپنے موضوع پر یہ ساری کتابیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں اور بڑی حد تک مالیات سے متعلق قواعد کا احاطہ کرتی ہیں؛ لیکن ظاہر ہے کہ یہ کتابیں خاص طور پر فقہ المعاملات کو پیش نظر رکھ کر لکھی نہیں گئی ہیں؛ اس لئے دو باتوں کی ضرورت ہے، اوّل: یہ کہ درجۂ فضیلت سے پہلے قواعد فقہ پر کوئی مختصر کتاب داخل نصاب کی جائے؛ تاکہ طلباء میں شریعت کے مقاصد و مصالح اور اس کے بنیادی مذاق و مزاج کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو، دوسرے: درجۂ تکمیل میں تربیت افتاء کے طلباء کو خاص طور پر اسلام کے مالیاتی قوانین سے متعلق قواعد پر کوئی کتاب پڑھائی جائے، اس سلسلے میں یوں تو اس وقت عالم عرب میں بہت سی کتابیں منظر عام پر

آ چکی ہیں ؛ لیکن ڈاکٹر علی احمد ندوی کی معروف کتاب ''جمہرة القواعد الفقهيه المالیه '' داخل نصاب کی جا سکتی ہے، انشاء اللہ فقہ المعاملات کی تعلیم کے لئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی ، اس کے علاوہ ضرورت ہے کہ شریعت کے مالیاتی احکام کے سلسلے میں جدید اُسلوب پر لکھی ہوئی کوئی کتاب بھی پڑھائی جائے ،میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں ڈاکٹر زرقاء کی ''المدخل الفقهي العام '' نہایت اہم کتاب ہے، اس کی تینوں جلدوں کا بالاستیعاب درس تو شاید دشوار ہوگا؛ لیکن اس کتاب کے منتخب ابواب کو پڑھایا جا سکتا ہے۔

کلمۂ آخریں

بہر حال موجودہ معاشی نظام اور معاشی اداروں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا علماء کی بہت بڑی ذمہ داری ہے؛ بلکہ یہ اس دور کا جہاد ہے، اور ہم اس فریضہ کو اسی وقت ادا کر پائیں گے ، جب کہ علماء اس کی طرف متوجہ ہوں، اور علماء کی کاوشیں اس باب میں اسی وقت مؤثر ہو سکیں گی ، جب کہ اسلامی معاشیات کو مدارس کے نصاب کا جز بنایا جائے اور فقہ المعاملات کی تدریس میں اساتذۂ مدارس اس موضوع سے متعلق جدید معلومات کو برتنے کی کوشش کریں۔ و باللہ التوفیق وھو المستعان۔

مدارس میں اسلامی مالیات کی تدریس
ضرورت، مشکلات اور حل

عبدالعظیم اصلاحی*

تمہید

اسلامی تاریخ کے مختلف مراحل میں اہل اسلام کے سامنے طرح طرح کے چیلنج پیش آتے رہے ہیں، ایک اہم چیلنج کا سامنا اس وقت ہوا جب اسلامی خلافت کی حدود وسیع ہوئیں اور ایسے سماجی، سیاسی ومعاشی مسائل پیش آئے جن کے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی خاص نصوص نہیں تھیں، ان کے حل کے لئے علماء اسلام نے اصول فقہ ایجاد کیا اور اجتہاد سے کام لے کر مقاصد شریعت کی روشنی میں ان کی بابت شرعی احکام متعین کئے، کوئی اس کا مشاہدہ کرنا چاہے تو کتب فقہ کے ابواب معاملات کا مطالعہ کرے جو کتاب زندگی کے گوناگوں ابواب میں سے بحیثیت مجموعی سب سے زیادہ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلمانوں کو دیگر اقوام کے فکر وفلسفہ اور علوم وفنون کے چیلنجوں کا بھی سامنا ہوا۔علماء اسلام نے ان چیلنجوں کا بھرپور جواب دیا، انہوں نے منطق وفلسفہ کا جواب علم کلام سے دیا، سائنس کا جواب اس کو سیکھ کر اس پر مزید تحقیقات اور تجربات کے اضافوں سے دیا۔

---

* کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ، سعودی عرب۔

البتہ جب چند صدیوں کے بعد فکر و اجتہاد کی رفتار دھیمی پڑنے لگی تو نئے چیلنجوں کے جواب میں ہم نے دفاع اور پسپائی کا رویہ اختیار کیا، بعجلت اس کی دو مثالیں پیش ہیں: یورپ میں پرنٹنگ پریس پندرہویں صدی میں ایجاد ہوا، جس نے علوم وفنون کی ترقی میں نہایت اہم کردار ادا کیا، لیکن اس وقت کی سب سے مضبوط مسلمان حکومت اور یورپ کی ہمسایہ خلافت عثمانیہ نے اپنی مملکت میں اس پر سو سال تک مطلق پابندی لگائے رکھی، پھر اس کے بعد اس کے استعمال کی اجازت دی تو صرف اپنے ملک کی یہودی وعیسائی رعایا کو کہ وہ اپنی چیزیں شائع کرسکتے ہیں لیکن خبردار اسلامی علوم میں سے کسی چیز کو شائع نہ کریں ورنہ اس سے ان کی بے حرمتی ہوگی [1]، اسی ضمن میں مندرجہ ذیل نکات قابل غور ہیں: مسلمان طلباء و اساتذہ اپنی بیش بہا صلاحیتیں اور وقت کا بڑا حصہ ہزاروں صفحات کی کتابت کی نذر کرتے رہے [2]، پریس کی ایجاد کے تقریباً ڈھائی سو سال بعد یعنی اٹھارہویں صدی میں اسلامی علوم وفنون کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ملی [3]، آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس چیز نے امت مسلمہ کو اپنے ہم عصروں کے مقابلہ میں علمی میدان میں کتنا پیچھے دھکیل دیا ہوگا۔

اسی سے متصل ایک اور مثال عرض ہے، جو ہمارے موضوع سے زیادہ متعلق ہے، ان ہی صدیوں میں جن کا میں نے ذکر کیا یعنی 15 ویں تا 18 ویں صدی میں تجارت کے مخالف، رہبانی مذہب کے ماننے والے یورپ میں بیرونی تجارت کا زبردست فروغ ہوا، جو معاشی فکر کی تاریخ میں تجارت پسندی (Mercantilism) کے نام سے موسوم ہے اور جو یورپ میں صنعتی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، اس مکتب خیال کی ترویج واشاعت میں سائنسی ترقی، جہاز سازی کی صنعت اور اس کے ہر اول دستوں کے اندر مسلمانوں پر برتری حاصل کرنے کی خواہش وکوشش کے ساتھ ساتھ پریس کی ایجاد نے بڑا اہم رول ادا کیا [4]، اس وقت ہمارے حکمراں یورپ سے جدید اسلحے خریدتے رہے، لیکن ان کی سائنس اور ان کی فیکٹریوں کو خود اپنے یہاں فروغ دینے کی

کوشش نہیں کی، ان صدیوں میں یورپ میں یونیورسٹیاں قائم ہوتی رہیں اور ہمارے یہاں قلعے اور محلات بنتے رہے۔

سولہویں صدی کے علماء ومفکرین کے یہاں بھی شاید یہ بحث نہیں ملتی کہ آخر کیا بات ہے کہ خشکی پر تو شہنشاہ اکبر اعظم کی حکومت ہے اور اس سے متصل بحر عرب پر سات سمندر پار سے آئے ہوئے پرتگالیوں کی حکمرانی ہے حتی کہ حرمین شریفین بھیجے جانے والے تحفے وتحائف اور مسلمانوں کے تجارتی جہاز بھی ان پرتگالیوں کے رحم وکرم پر ہوتے تھے (5)، اس چیلنج کا جواب نہ اہل فکر نے سوچا اور نہ اہل اقتدار نے دیا، جس کا نتیجہ فکری وسیاسی استعمار کی شکل میں بلاد اسلامیہ کو دیکھنا پڑا، اس وقت بیدار نہ ہونے کی وجہ سے جو فاصلے ہمارے اور اہل مغرب کے درمیان فکر وفن، علم و سائنس، تجارت وصنعت اور ایجاد واختراع حتی کہ اخلاق ومعاملات میں پیدا ہوگئے ابھی ہم ان کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے اور نہیں کہا جاسکتا کہ موجودہ رفتار سے ابھی کتنا عرصہ اور لگے گا۔

جدید اسلامی مالیات – ایک چیلنج

اس قدرے طویل تمہید سے مقصود اس وقت ایک اہم چیلنج اور اس کے جواب کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ہے، عصر حاضر میں زندگی کے مختلف شعبوں میں مالیات کی بڑھتی ہوئی ضرورت واہمیت سے کون ناواقف ہوگا، تجارت وزراعت، صنعت وحرفت، رسل ورسائل کے ذرائع، مختلف طرح کی خدمات کی بہم رسانی، تعلیمی اداروں کا قیام وانتظام، ریسرچ وتحقیق، اعلی تعلیم، میڈیا واخبارات، فقر وفاقہ اور پسماندگی کے ازالہ کی اسکیمیں، اوقاف کی تعمیر وترقی وغیرہ سب تمویل کے محتاج ہیں۔ اس کے بغیر کارزار حیات میں کامیابی وکامرانی نہایت مشکل ہے، اس کی کمی سے تگ ودو ماند پڑجاتی ہے اور ہمتیں جواب دے جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلامی مالیات کی صنعت ایک چیلنج کے طور پر ابھر کر سامنے آئی ہے جس کے لئے جدید مالی معاملات کی

فہم، ان پر اسلامی اصولوں کی تطبیق اور ان کی عملی کوششیں نہایت ضروری ہیں، یوں تو اس کام کی شروعات ہوچکی ہے لیکن یہ موضوع اصل میں جن کی توجہ کا مستحق ہے ان کی نظر التفات ابھی اس کی طرف خاطر خواہ نہیں ہوسکی ہے۔

فقه المعاملات المالية الحديثة یا جدید مالی معاملات کو سمجھنا اور انکے بارے میں شرعی حکم طے کرنا مدارس کا موضوع اور حق ہے، اہل مدارس تو قدیم زمانہ سے **فقه المعاملات المالية** پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں، اس کے ثبوت کے لئے فقہ وفتاوی کی کسی کتاب کی ورق گردانی کافی ہوگی۔ اس شاخ علم کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے تجارتی اسفار تک پہنچتا ہے چنانچہ مضاربت کی مشروعیت کی بنیاد نبی کریم ﷺ کا عمل ہی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ خود تاجر تھے۔ دیگر بہت سے ائمہ نے بھی مالی معاملات کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا تھا اور پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ایسے معاملات جن سے متعلق قرآن وحدیث میں بہت کم نصوص ہیں (مثلاً وقف، مضاربت وغیرہ) علماء اسلام نے ان کے مسائل بڑی شرح وبسط سے بیان کئے ہیں بلکہ بعض پر تو مستقل کتابیں تک تصنیف کی ہیں۔

لیکن زمانہ کے ساتھ ساتھ معاملات کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ نئے معاملات بھی جنم لیتے ہیں اور پرانے معاملات میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ چیز اس بات کی متقاضی ہے کہ ان مسائل پر برابر غور ہوتا رہے، ان کو سمجھ کر ان کے بارے میں شرعی حکم طے کیا جائے اور درسیات میں ان سے متعلق مسائل کو تازہ اور مطابق حال (Up to date) کرتے رہیں۔ اس طرف ہمارے اساتذہ کی توجہ نسبتاً کم ہے۔ اس وقت مدارس میں فقہ کی جو کتابیں نصاب میں شامل ہیں شاید وہ سب دوسو سال سے زیادہ پہلے کی لکھی ہوئی ہیں، جبکہ ادھر سو پچاس سال میں دنیا کی کایا ہی پلٹ گئی ہے، اور بے شمار مسائل ایسے پیدا ہوگئے ہیں جن کی نظیر سابق میں ملنی مشکل ہے حتی کہ جو مدارس جدید تحریکات کے نتیجہ میں قائم ہوئے ہیں ان میں بھی جدید معاملات، خصوصاً

معاشیات ومالیات کےعصری مسائل پرشاید ہی کوئی کتاب شامل نصاب ہو، مدارس میں پڑھائی جانے والی فقہ میں دور حاضر کےمسائل کا تذکرہ نہ ہونے سے طلباء اس احساس کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ فقہ کوئی قدیم نوشتہ ہے جوصرف زیارت اورقرأت کے لئے ہے آج کل کی زندگی اور اس کے مسائل سے اس کا کوئی خاص رشتہ نہیں ہے، بیسوی صدی کے بعض علماء نےعصری معاشی و مالی مسائل کا حل قرآن وحدیث اورفقہ وفتاوی کے ذخیروں سے پیش کرنے کی کوشش کی جس سے بہت سےلوگوں کوفقہی ابواب معاملات کی معنویت وموزونیت واضح ہوئی ۔

اس وقت اسلامی معاشیات ومالیات کا چرچا مدارس میں خال خال لیکن عصری اداروں اور جامعات میں عام ہے، مگر بہت کم لوگوں کومعلوم ہے کہ اسلامی معاشیات کو ایک مکمل موضوع کی حیثیت سے ہندوستانی علماء کی جماعت نے سب سے پہلے پیش کیا جن میں سرفہرست مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا مناظر احسن گیلانی اورمولانا ابوالاعلی مودودی ہیں [6] ۔چاہئے تو یہ تھا کہ اہل مدارس اس متاع گمشدہ کی بازیافت پر اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے اور اپنے اداروں میں اسے پڑھتے پڑھاتے اورآگے بڑھاتے ،مگراس کوپروان چڑھانے میں عصری علوم کےحاملین نے اہم کردار ادا کیا، اس کو پڑھنے پڑھانے میں بھی، اس پر لکھنے لکھانے میں بھی اور اس کوعملی طور پر قائم کرنے میں بھی ۔اس وقت چھوٹے بڑے اسلامی بینکوں اور مالی اداروں کی مجموعی تعداد تین سو سے زائد ہے جو75 مختلف ممالک میں کام کررہے ہیں ۔ان کا سالانہ لین دین کا اندازہ ڈھائی کھرب ڈالر سے سات کھرب ڈالر بتایا جاتا ہے۔ان کےنمو کا اندازہ15 سے20 فیصد فی سال ہے [7]، صرف خلیج کےممالک میں واقع ان بینکوں اور مالی اداروں میں ایک اندازے کے مطابق تقریباً اکیانوے ہزار لوگ ملازم ہیں، 2020 تک ان کی تعداد دوگنا ہونے کا تخمینہ ہے۔ [8]

مدارس میں جدید اسلامی مالیات کی تدریس کی ضرورت

لیکن اسلامی بینکوں اور مالی اداروں سے وابستہ منتظمین وملازمین کی اپنی حدود وقیود ہیں ۔

معاشیات، بینکنگ اور مالیات بے شک ان کا مضمون ہے لیکن وہ قرآن وحدیث اور فقہ وفتاوی کے ماہر نہیں ہیں۔ یہ دینی مدارس کا میدان ہے، امت کا یہ مجموعی طور پر مزاج بنا ہوا ہے اور بجا ہے کہ جب تک ماہرین شریعت کی طرف سے کسی چیز کی تصدیق وتوثیق نہ ہوجائے اس کو شرح صدر کے ساتھ قبول نہیں کرسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلامی مالیات اور بینکنگ کے اداروں میں علماء شریعت کی رہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن ایسے ماہرین شریعت گنتی کے چند ہیں جو اس سلسلہ میں رہنمائی فراہم کرسکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف علوم منقولہ سے واقف ہونا کافی نہیں ہے بلکہ کسی نہ کسی حد تک معاملات کی انجام پذیری سے باخبر ہونا بھی ضروری ہے۔ اس وقت مالی معاملات سے واقف ماہرین شریعت کی اسلامی بینکنگ اور اسلامی مالی اداروں میں جو طلب ہے اور ایسے صاحب صلاحیت افراد کی جو رسد ہے دونوں میں زبردست فرق ہے ایک اندازے کے مطابق آج عالم اسلام میں صرف پچاس ایسے معروف علماء ہیں جو زمانہ حال کے مالی معاملات کا کچھ فہم رکھتے ہیں جن کی نگرانی یا سرپرستی کا شرف حاصل کرنے کے لئے اسلامی بینکوں اور مالی اداروں میں سخت مسابقت پائی جاتی ہے [9] ان میں سے بعض علماء تو ایک ساتھ دوتین درجن مالی اداروں کی ھیئۃ رقابۃ شرعیۃ (شریعت سوپروائزری بورڈ) سے وابستہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنے سارے اداروں کو وہ وقت کہاں دے پاتے ہوں گے، ان کے پس پردہ ادارے کے لوگ من مانی کرتے ہیں اس کی عام طور پر شکایتیں سننے میں آتی ہیں، اس چیز نے عامۃ المسلمین کو ان اداروں سے کافی بدگمان کردیا ہے جس سے اس تحریک کو کافی نقصان پہنچا ہے۔

اسلامی بینکنگ وفائنانس کی صنعت میں ماہرین شریعت کی ہر سطح پر ضرورت ہے۔ ھیئۃ رقابۃ شرعیۃ یا شرعیہ سوپروائزری بورڈ تو ماہرین شریعت کے بغیر بے معنی ہے۔ ماہرین شریعت ہی یہ طے کرسکتے ہیں کہ معاملات کی نئی نئی شکلیں دین وشریعت سے کہاں تک ہم آہنگ ہیں؟ بعض ضروری عصری معاملات کی شرعی تکییف کیونکر ہوسکتی ہے، زکاۃ کا اجتماعی نظام ہو یا وقف کی

کمیٹیاں، مالی معاملات سے آگاہ ماہرین شریعت ہی انہیں اطمینان بخش رہنمائی فراہم کرسکتے ہیں۔ وہی یہ طے کرسکتے ہیں کہ مالی اداروں کی سرگرمیاں کہاں تک شرعی طور طریقوں کی پابند ہیں؟ اس وقت جو ہندسہ مالیہ(Financial Engineering) کے ذریعہ مختلف مالی معاملات کی پیوندکاری کرکے شکلاً ایسے معاملات ایجاد کئے جارہے ہیں جو بظاہر شرعی تقاضوں کوتو پورا کرتے ہیں، لیکن یہ طے کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی وہ شریعت کے مقاصد اوراُس کی روح سے بھی ہم آہنگ ہیں؟

مدارس میں اسلامی مالیات کی تدریس کی آسانیاں

اسلامی مالیات کی صنعت میں جدید مالی معاملات کے شرعی ماہرین کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لئے اس وقت دنیا کی بہت سی یونیورسٹیوں میں اسلامی مالیات کے کورسیز شروع کئے گئے ہیں، جن میں اسلامی مالی معاملات کی تعلیم کے ساتھ ان میں درک پیدا کرنے کے لئے ضروری حد تک عربی زبان، اصول فقه اور فقه المعاملات المالية بھی داخل نصاب ہوتے ہیں۔ (10) عربی مدارس کے طلباء کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ مضامین ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتے ہیں، انہیں صرف جدید مالی معاملات کوسمجھنے اوران پر شرعی اصولوں کی تطبیق یا ان کے اسلامی نعم البدل کے بارے میں جاننے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ اگر دینی مدارس اپنے یہاں ان کورسیز کوشروع کریں تو وہ عصری اداروں کی بہ نسبت زیادہ کامیاب رہیں گے کیونکہ روایتی طور پر یہ انہیں کا میدان رہا ہے، یہ مدارس دوسرے اداروں کے مقابلہ میں بہت جلد اور کافی تعداد میں مالیات کے متخصص ماہرین شریعت تیار کرسکتے ہیں جن کی ثقاہت پر اس صنعت میں زیادہ اعتماد ہوگا اور امید ہے کہ وہ اس میدان میں پیدا ہونے والے انحرافات پر روک لگا سکیں گے۔

مذکورہ سہولتوں اور امتیازات کے باوجود ابھی مدارس کی توجہ جدید مالی معاملات کی تعلیم کی

طرف نہیں ہوئی ہے، میری معلومات کی حد تک صرف جامعۃ الفلاح (اعظم گڑھ) میں معاشیات داخل نصاب ہے، اور جامعہ اسلامیہ مالا پورم (کیرالا) میں اسلامی بینکنگ و فائنانس کے ڈپلوما کی تعلیم ہوتی ہے، پڑوسی ملکوں میں بھی غالبًا یہی حال ہے، صرف کراچی کے دو ایک اداروں نے اس طرف توجہ دی ہے، مثلاً دارالعلوم کورنگی میں اسلامی بینکنگ و فائنانس کی تدریس ہوتی ہے۔(11)

اسلامی مالیات کی تدریس کے دو مراحل

اسلامی مالیات کی مدارس میں تعلیم دو مرحلوں میں مناسب رہے گی، پہلے مرحلہ میں مالی معاملات سے واقفیت اور قدیم معاملات کی جدید صورتوں اور ان کے احکام کی تدریس ہو، ہمارے مدارس کے طلباء فقہ کی کتابوں میں ابواب المعاملات کے تحت فقہ المعاملات المالیہ پڑھتے ہی ہیں بلکہ کئی کئی دفعہ پڑھتے ہیں، ان کے ساتھ جدید مالی معاملات کو پڑھانے کا یہ طریقہ ہوسکتا ہے کہ اعلی درجات میں ہر اس باب کے خاتمہ پر جس کا تعلق مالی معاملات سے ہے اس باب کے تحت آنے والے جدید معاملات کی صورتوں اور ماہرین شریعت کی رایوں کو مع دلائل کے طلبہ کو آگاہ کیا جائے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس طرح تمام ابواب ختم کرنے کے بعد جدید مالی معاملات کو التطبیقات الجدیدۃ لفقہ المعاملات المالیۃ کے تحت وہی استاد یا کوئی اور استاد پڑھائے اس طرح کے ایک کورس کا خاکہ ضمیمہ اولی کے طور پر اس تحریر کے آخر میں غور وفکر کے لئے منسلک ہے۔

پہلے مرحلہ کی تعلیم ہر مدرسہ میں ہوسکتی ہے بشرطیکہ فقہ کا استاد اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلے، یا جدید مالیات اسلامی سے واقف کسی استاذ کا انتظام ہوجائے۔

مدارس میں اسلامی مالیات کی تدریس کا دوسرا مرحلہ تخصص کا ہوگا، اس کے لئے تخصص فی فقہ المعاملات المالیۃ یا تخصص فی التمویل

الاسلامی کے نام سے ایک سالہ سرٹیفکٹ یا دوسالہ ڈپلوما کی تعلیم ہو، اس کو اسلامی بینکنگ و اسلامی مالیات کے تعلیمی اداروں سے تسلیم بھی کرایا جائے اس مرحلہ میں اسلامی مالیات اور متعلقہ موضوعات کی مکثف (Intensive) تدریس ہوگی، اسلامی معاشیات اور مقاصد شرعیہ کے موضوعات بھی پڑھائے جائیں گے، کسی موضوع پر مقالہ لکھوانے اور عملی تجربہ حاصل کرنے کا پروگرام بھی داخل نصاب ہو، اس مرحلہ کے مباحث کا ایک خاکہ ضمیمہ ثانیہ کے عنوان سے اس مقالہ کے آخر میں شامل ہے تا کہ اس طرح کے کسی کورس کی تیاری میں انہیں سامنے رکھا جائے، دوسرے مرحلہ کی تعلیم چونکہ تخصص کے درجہ کی ہے اور کچھ زیادہ ہی تیاریاں چاہتی ہے، اس لئے اسے شہروں اور کچھ بڑے اداروں میں ہی شروع کرنا مناسب رہے گا، جہاں مطلوبہ سہولیات میسر ہوں۔

اس راہ کی مشکلات اور ان کا حل

قدیم وجدید کے مجوزہ حسین امتزاج کی راہ مشکلات وموانع سے خالی نہیں ہے، خاتمہ کلام سے پہلے ایک نظر ان مشکلات اور ان کے حل کی تدابیر پر ڈال لینا مناسب رہے گا۔

سب سے بڑی رکاوٹ تو غلط فہمیاں اور بے بنیاد اندیشے ہوتے ہیں، کبھی ذہنوں میں یہ بات آتی ہے کہ اس طرح کی کوششوں سے مدارس کا دینی کردار بدل جائے گا، اس میں غیر مدارس کے لوگوں کا عمل دخل بڑھ جائے گا، کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بینک کاری اور مالیات کا جو نظام رائج ہے ہم اس کو تبدیل نہیں کرسکتے، اس لئے بہتر ہے کہ ان سے دور رہا جائے، کبھی اس طرح کے موضوعات کو پڑھانے کا مشورہ دینے والوں کی نیتوں پر شبہ کیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ اس میں ان کی اپنی کوئی غرض پوشیدہ ہے، ظاہر ہے اس طرح کی چیزیں باہمی ملاقات اور آپس میں افہام وتفہیم سے دور ہوسکتی ہیں، اس کے لئے مذاکرہ کی مجالس منعقد ہونی چاہئیں، ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات ہو اور صحیح موقف سمجھنے اور سمجھانے کی سعی ہونی چاہئے اور جو اندیشے اور غلط فہمیاں ہیں وہ سامنے آنی چاہئیں تا کہ ان کو دور کیا جاسکے، آج جو بابرکت اجتماع ہورہا ہے اس

طرح کے اجتماعات ملک کے مختلف حصوں میں، مختلف اداروں میں اور مختلف سطح پر ہوتے رہنے چاہئیں، یہی الدینُ النصیحہ کا تقاضا ہے اور تعاون وتناصر کے لئے ضروری بھی۔

ایک مشکل یہ پیش کی جاتی ہے کہ مدارس میں پہلے سے ہی بہت مضامین ہیں اس لئے کسی نئے مضمون کو داخل نہیں کیا جاسکتا، اس کا حل یوں نکل سکتا ہے کہ وہ مضامین جن کی عملی ضرورت اب زیادہ نہیں ہے، ان کی تدریس کے گھنٹے کچھ کم کردیئے جائیں جیسے قدیم منطق وفلسفہ کے مضامین، فقہ کی کئی کتابیں کئی سالوں میں پڑھائی جاتی ہیں، اچھا ہے کہ تمام فقہی ابواب پر باربار نظر پڑجائے لیکن دوسری بار فقہ پڑھانے میں ان ابواب کو نہ پڑھایا جائے جن کی عملی زندگی میں آج ضرورت نہیں پیش آتی مثلاً غلاموں کی خرید فروخت، مکاتبت اور ام ولد کے مسائل، تقسیم غنائم کا باب، اقطاع وغیرہ، ایک طریقہ یہ بھی اپنایا جاسکتا ہے کہ دوسرے مضامین سے پانچ پانچ منٹ کم کردیئے جائیں تاکہ مالیات کے جدید مسائل کو پڑھایا جاسکے۔

واضح رہے کہ یہ تدابیر پہلے مرحلہ کے لئے ہیں جبکہ اسلامی مالیات کو فقہ المعاملات کے ساتھ پڑھانے کی گنجائش پیدا کرنی ہے، باقی دوسرے مرحلہ کے لئے جو کہ تخصص کا ہے، الگ سے انتظام کرنا ہوگا اور جو طلباء اس کے لئے اپنے کو وقف کرنا چاہیں گے اس کو پوری طرح پڑھیں گے۔

ایک اور رکاوٹ اسلامی مالیات کی تدریس کی راہ میں درسی کتب کی عدم فراہمی ہوسکتی ہے، اس میں شبہ نہیں کہ اردو زبان میں اس پر بہت کم لکھا گیا ہے اور جو لکھا گیا ہے وہ درسی کتاب کے طور پر نہیں لکھا گیا ہے، اس وقت عربی اور انگریزی میں اسلامی مالیات پر وافر ذخیرہ موجود ہے، اسلامی مدارس کے طلباء اوپر کے درجات میں ساری کتابیں عربی زبان میں لکھی ہوئی پڑھتے ہیں، اس لئے ان کے لئے زیر بحث موضوع پر عربی زبان میں کافی کتابیں مل جائیں گی، پھر تجربہ اور وقت کے ساتھ ساتھ مناسب درسی کتابیں مرتب کرنے میں دیر نہیں لگے گی، اس کے لئے

بعض مدارس اپنے فقہ کے استاذ کو لگا سکتے ہیں، کہ فقہی ابواب کے طرز پر جدید مالی مسائل پر ہونے والی تحقیقات، فتاوی اور فقہ اکیڈمیوں کے فیصلوں کو مرتب کردیں، کچھ ادارے اس طرح کے پروجیکٹ شروع کرواسکتے ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی، اور انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔

ماہر اساتذہ کی کمیابی بھی اس پروگرام میں رکاوٹ ثابت ہوسکتی ہے، مدارس کے اساتذہ جو فقہ کی قدیم کتابیں پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں اور عصر حاضر کے کاروباری معاملات سے دور رہے ہیں ان کے لئے جدید مسائل کا سمجھنا اور سمجھانا ضرور مشکل ہوگا، یہ چیز بھی اس طرح کے کورسیز کو شروع کرنے میں مانع ہوسکتی ہے، اس کا حل یہ نکل سکتا ہے کہ فقہاء کے لئے اسلامی مالیات کے بعض تربیتی و تعلیمی پروگراموں کا انعقاد کیا جائے، خود ان کے مدارس میں بھی اگر وہاں سہولت میسر ہوجائے اور دوسرے اداروں میں بھی۔ اس کے لئے ایسے ماہرین کی مدد لی جاسکتی ہے جو دونوں طرح کی معلومات رکھتے ہوں، وقفہ وقفہ سے ایسے ماہرین کے لکچرس کا پروگرام بھی مدرسوں میں رکھ سکتے ہیں۔

اسلامی مالیات کے اساتذہ کی تیاری کے لئے مختصر مگر مکثف (Intensive) تربیتی کورسیز بھی شروع کئے جاسکتے ہیں جن میں وہ اپنی تعطیلات کے زمانہ میں یا خصوصی چھٹیاں لے کر شریک ہوسکتے ہیں ماہر جز وقتی اساتذہ کی تلاش بھی جاری رہنی چاہئے، امید ہے کہ چند سالوں کی مشق ومشقت کے بعد مدارس کے اندر خود ایسے اساتذہ تیار ہوجائیں گے جو صحیح علم واعتماد کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دے سکیں گے، جہاں عزم وحوصلہ ہو وہاں راہیں پیدا ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

مدارس میں اسلامی مالیات کی تدریس کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ خود مالی مسئلہ ہے، تدریسی مواد کی تیاری، معلمین کی تربیت، ان کا مشاہرہ، جزءوقتی اساتذہ کی فراہمی، مختلف تعلیمی و تربیتی پروگراموں کا انعقاد، مجالس مذاکرہ کا اہتمام، سب کے لئے کافی رقم درکار ہے، سوال ہوسکتا

ہے کہ مدارس جو اپنے تدریسی عملہ کو اچھی تنخواہیں نہیں دے پاتے، ایک نئے کورس کی شروعات اور اس پر آنے والے اخراجات کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ جس کے اندر اہل خیر حضرات کی اچھی خاصی تعداد ہے شدت سے اس طرح کی تعلیم کی ضرورت محسوس کر رہا ہے۔ یہ لوگ مدارس میں اس طرح کے پروگرام کا خیر مقدم کریں گے، اور اگر ان تک رسائی ہو جائے تو یہ اس پروگرام کے اخراجات کی کلی یا جزوی ذمہ داری لے سکتے ہیں، اس میں افراد کے علاوہ بعض مسلم مالیاتی ادارے بھی شامل ہیں، اس بات کی کوشش کی جا سکتی ہے کہ بعض اساتذہ کی کفالت یہ افراد یا ادارے لے لیں، چند سالوں کے لئے اپنی طرف سے کچھ اساتذہ کو اس کام کے لئے فارغ کر سکتے ہیں، مستطیع طلباء سے حاصل ہونے والی فیس بھی کچھ حد تک کارآمد ہو سکتی ہے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان میں بعض مدارس نے دینی تعلیم کے ساتھ کچھ ٹیکنکل کورسیز بھی شروع کئے ہیں اور کامیاب ہیں، اگر ان کورسیز کو پڑھایا جا سکتا ہے تو اسلامی مالیات کے تخصص کو بھی بدرجہ اولی جاری وساری رکھا جا سکتا ہے، اس لئے کہ اس میں اخراجات ٹیکنکل کورسز کے مقابلہ میں کم اور طلب روز افزوں ہے، یہ بات یاد رہے کہ ٹیکنکل کورسز کے ماہرین دوسرے اداروں سے بھی پڑھ کر آتے ہیں بلکہ بڑی تعداد انہیں کی ہے، لیکن مالی معاملات کے ماہرین شریعت ایک ایسی کمیاب مہارت (Scarce Skill) ہے جو صحیح معنوں میں دینی مدارس کے دانشکدوں سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

خاتمہ کلام

اس وقت دنیا کے بڑے بڑے بینک اور مالی ادارے زبردست مالی بحران سے دوچار ہیں، اس مالی بحران کا آغاز بے تکان گروی، گھروں کے لئے قرضے اور پھر قرضوں پر قرضے دینے سے ہوا، کریڈٹ کارڈوں کے سہل اجراء نے اس کو اور ہوا دی، ان سارے اعمال کی پشت پر سود پر سود

کمانے کا جنون، غرر وقمار، بیع مالم یقبض پر مبنی معاملات، اور شدید حرص وہوس کی کارفرمائی تھی، مسلم ماہرین معاشیات کی یہ تشخیص تو تھی ہی اس طرح کے اسباب کی نشاندہی ان ملکوں کے بعض سنجیدہ اہل فکر ودانش نے بھی کی ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ اسلامی بینک کاری اور تمویل اسلامی میں اس طرح کے معاملات ممنوع ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینک اور مالی ادارے اس بحران سے کم متاثر ہوئے ہیں، ان حالات نے غیر مسلمین کے ایک طبقہ کو اسلامی مالیات کی طرف متوجہ کیا ہے، اس طرح اسلامی مالیات کی معنویت وحقانیت کو ثابت کرنے اور اسلام کے نظام رحمت کو پیش کرنے کا ایک اچھا موقع فراہم ہوگیا ہے، اس وقت جدید اسلامی مالیات کا پڑھنا پڑھانا اہل مدارس کی دوہری ذمہ داری ہے، اس سے زندگی کے اس اہم شعبہ کے سلسلہ میں مدارس کے فارغین کی بصیرت ومعاملہ فہمی میں اضافہ ہوگا، جس سے نہ صرف یہ کہ صحیح رائے سازی اور افتاء میں مدد ملے گی بلکہ وہ اس صنعت میں اپنی روز افزوں طلب کو بھی پورا کرسکیں گے، اور اس میں صحیح رہنمائی فراہم کر کے اس صنعت میں بعض پیدا ہونے والے انحرافات پر بھی روک لگا سکیں گے جو وارث انبیاء ہونے کی وجہ سے ان کا دینی فریضہ ہے۔

ضمیمہ اوّل:

مدارس میں اسلامی مالیات کی تدریس کا پہلا مرحلہ

اس کو ”دراسة أبواب المعاملات المالية المعاصرة“ یا اسی طرح کا کوئی دوسرا مناسب عنوان دے سکتے ہیں، یہ مضمون عربی درسگاہوں کے اعلی درجات میں پڑھایا جائے جبکہ اس سے پہلے طلباء فقہ کی بعض بنیادی کتابیں پڑھ چکے ہوں۔

بہتر ہوگا کہ اس کو علاحدہ مضمون کی حیثیت سے ایک گھنٹے میں پڑھایا جائے جس کے لئے جدید اسلامی معاملات سے واقف استاذ فراہم کیا جائے، یا فقہ کے استاد کو جدید مالی معاملات کے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے آمادہ کیا جائے۔

ایک دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ مالی معاملات سے متعلق ہر فقہی باب کے اختتام پر استاد اس باب سے متعلق جدید مسائل یا اس باب کی عصر حاضر میں تطبیق کی مختلف صورتوں پر روشنی ڈالے اس کے لئے فقہ کی تدریس کے وقت کو اور بڑھانا ہوگا، اس طرح طلباء ان ابواب کا مطالعہ روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کی حیثیت سے کریں گے، یہ چیز مضمون سے ان کی دلچسپی کو بڑھانے کا باعث ہوگی، امید ہے کہ یہ مرحلہ طلباء میں اس مضمون کے تحقیقی مطالعہ کا شوق اور اہلی قابلیت کے حصول کی بنیاد فراہم کرے گا۔

مالی معاملات کے بعض اہم ابواب اور عصر حاضر میں ان کی تطبیقات:

باب المضاربة

اسلامی بینکاری میں اس کی تطبیق، شراکتی سرمایہ کی بڑی کمپنیوں کی بنیاد، تکافل (اسلامی

انشورنس) کے لئے اس کا استعمال، مضاربہ میں خطر اخلاقی (Moral Hazard) اور اختیار معکوس (Adverse Selection) کے مسائل اور ان کا حل۔

باب المشارکه

اسلامی بینکنگ میں مشارکہ کی شکلیں، مضاربہ و مشارکہ سے مرکب شکل، مشارکہ فی الوقت (Time Sharing)، مشارکہ متناقصہ، مشارکہ متنالیہ تعمیر تشغیل ثم تحویل (BOT)۔

باب الربا

ربا سے مرکب عصری مالی معاملات، العینۃ و التورق، تورق فقہی اور تورق مصرفی، تورق پر مبنی نقد کی فراہمی حیلہ یا مخرج؟ تورق کا استعمال کریڈٹ کارڈ کے اجراء کے لئے، ربا الفضل و ربا النسئیه کی تطبیق دوملکوں کی کرنسیوں کے تبادلہ میں۔

باب المرابحة

تمویل اسلامی کا ایک اہم ذریعہ، نزاعی شکلیں-مرابحه بثمن آجل للآمر بالشراء۔

باب السلم

باب الخيارات

خیارات کی جدید تطبیقات، خیارات سے اختیارات (Options) تک، اختیارات کی مختلف شکلیں اور ان کے احکام، اختیارات کا استعمال تحوط کے لئے۔

باب الإجارة

اجارہ کی جدید شکلیں، اجارہ تشغیلی، اجارہ تمویلی، اجارہ منتہیہ بالتملیک، بعالۃ و اجارہ کا فرق۔

باب الرهن

رہن، چھوٹے قرضوں کی بنیاد، رہن عقاری یا گروی گھر والے قرضے۔

باب الزکاۃ

کمپنیوں کے حصص پر زکاۃ، آمدنی کے بدلتے پیمانوں پر زکاۃ کا حکم، زکاۃ کی رقم کا وقتی استعمال سرمایہ کاری یا قرض کے لئے، مستحقین زکاۃ کے حالات کی بہتری کے لئے زکاۃ کا استعمال اور اس میں پیدا ہونے والے مسائل۔

باب الوقف

وقف کے ذریعہ تکافل (اسلامی انشورنس) کا قیام- اوقاف کی تعمیر وترقی کے سلسلہ میں شرعی موقف، اوقاف کے ذریعہ بعض سماجی، طبی وتعلیمی خدمات کی فراہمی۔

أبواب البیوع

بیوع کے مختلف ابواب جیسے بیع المساومۃ، بیع التولیۃ، بیع الاستجرار، بیع الوفا یا بیع الأمانہ وغیرہ کا جدید معاملات میں استعمالات۔

باب الوکالۃ

اس کا استعمال تکافل کے لئے۔

باب الضمان

گارنٹی لیٹر (ضمانت نامہ) کا اجراء درآمدات کے لئے۔

ضمیمہ ثانی:

مدارس میں اسلامی مالیات کی تدریس کا دوسرا مرحلہ

اس کو ''تخصص فی فقه المعاملات المالية'' کا نام دے سکتے ہیں۔

یہ مرحلہ یا تو ایک سالہ سرٹیفکٹ کا کورس ہوگا یا دوسالہ ڈپلوما کا کورس ہوگا۔ دوسالہ ڈپلوما کی صورت میں اس کے تحت ایک پیپر اسلامی معاشیات کا، ایک دوسرا پیپر مقاصد شریعت کا، تیسرا پیپر قواعد مالیہ کا، چوتھا پیپر اسلامی بینکنگ کا، پانچواں پیپر فقہ المعاملات المالیہ کا، چھٹا پیپر اسواق المالیۃ الاسلامیۃ کا، ساتواں پیپر کسی مالی ادارے میں کچھ دنوں کی تربیت یا کسی اسلامی مالی پہلو پر مقالہ نویسی، اور آٹھواں پرچہ زبانی سوال و جواب کا(Viva Voce)۔ اس طرح ان آٹھ پرچوں کو دو سال میں تقسیم کرسکتے ہیں، ان میں بعض اورموضوعات کے اضافہ کی گنجائش ہے، ذیل میں فی الحال ایک سالہ کورس کو سامنے رکھ کر مدارس میں اسلامی مالیات کی تدریس کا ایک خاکہ غور کے لئے پیش ہے۔

1. مقاصد شریعت کا مختصر تعارف-مالیات سے متعلق شرعی مصالح
2. مالی امور سے متعلق اہم شرعی قواعد کا بیان
3. اسلامی بینکاری کا تعارف

اسلامی بینکاری کا مختصر خاکہ، ڈپازٹ کی قسمیں، وظائف اور ذرائع آمدنی، نفع کی تقسیم، اسلامی اور تقلیدی بینکوں میں تقابل۔

4. اسلامی مالیات میں منہیات

ربا: ربا الفضل وربا النسیئۃ، کرنسی مبادلات(SWAPS)، زر کی زمانی قیمت، اشاریہ قرض۔

قمار، غرر،

غرر کی قسمیں، غرر وخطر میں فرق۔

احتکار: تعریف اور حرمت کے دلائل، احتکار کے فقہی واقتصادی معنی میں فرق

غبن، نجش، اسراف وتبذیر۔

5. **معاوضات پر مبنی معاملات**

بیع صرف، اجارہ، سمسرہ، وکالہ، اقالہ۔ ان عقود کی مختلف شکلیں، ان سے متعلق مسائل، عصر حاضر کے مالی معاملات میں ان کی تطبیق اور حکم۔

6. **مداینات یا دین داری کے معاملات**

قرض، سفتجہ، مقاصہ، رہن، کفالہ، افلاس، سندات المقارضہ، صکوک، عینہ وتورق۔

7. **مشارکات یا شرکت پر مبنی معاملات**

شرکت کی قسمیں، شرکت کے جواز کی شرطیں، مضاربہ، مشارکہ یا شرکۃ عنان، بینکاری اور مالی معاملات میں ان کی تطبیق، وضعی قوانین میں شرکت کی قسمیں اور ان پر فقہی حکم، مشارکہ متناقصہ، مشارکہ مستمرہ وغیرہ۔

8. **تبرعات یا غیر تجارتی مالی معاملات**

عاریت، ہبہ، ودیعت، وقف، ان معاملات کی اسلامی مالیات میں تطبیق، ان سے وابستہ مسائل واحکام اور ان کے معاشی اثرات۔

9. **اسلامی صکوک کا اجراء اور ان کا لین دین**

صکوک المرابحہ، صکوک التجارہ، صکوک السلم، صکوک الاستصناع، صکوک المضاربۃ۔

10. **اسلامی میوچیول فنڈ یا صناديق استثمار اسلامی**

جواز کی شرائط، قسمیں اور ان کا انتظام۔

11. تکافل یا اسلامی انشورنس

اس کے قیام کی مختلف شکلیں، تکافل اور تأمین (تقلیدی انشورنس) میں فرق۔

12. بازار اختیارات (Options)

مشتقات (Derivatives)، بیوع آجلہ (Futures)، بیع عربون تحوط یا خطر کی پیش بندی. (Hedging)

13. خطر انگیزی سے متعلق اسلامی موقف

خطر میں شریک ہونا نہ کہ خطر کو دوسرے پر منتقل کرنا۔

14. اسلامی مالی تنظیموں کے لئے مراجعہ ومحاسبہ بورڈ (هيئة المحاسبة والمراجعة للهيئات المالية الاسلامية) یا AAOIFI(Accounting and Auditing Organization for Islamic Financial Institution) کے شرعی معاییر

15. مالی معاملات کی نئی شکلیں

قانونی طور پر علاحدہ مستقل وجود کی حامل شراکتی ادارے- خاص مقصد کے لئے وضع کردہ ادارے یا SPV(Special Purpose Vehicle)، انشورنس کی مختلف شکلیں، الکٹرونک تجارت، عقد تولیہ، عقد مزایدہ، عقد مناقصہ، فکری ملکیت، حقوق کی بیع وشراء۔

حــواشـــي و ملاحظات:

1) Perry, Glenn E, (1983), *The Middle East*, New Jersey: Prentice-Hall. P-151

2) المحبي،(ب ت) خلاصة الأثر في اعيان القرن الحادي عشر، القاهرة، دار الكتاب الإسلامي، ج3، ص160.

3) Gibb, H. A. R. and Bowen, Harold (1965), *Islamic Society and the West*, London, Vol-1, Part 2, P 153.

4) Islahi, Abdul Azim(2008), *"A Study on Muslim Economic Thinking in the 11th AH/17th CE Century"* Jeddah: Scientific Publishing Center, King Abdul Aziz University, PP 71-75

5) الجليرة، عبد القادر بن محمد(ب ث)،الدرر الفرائد المنظمة في اخبار الحج وطريق مكة المعظمة، الرياض؛ دار اليمامة، ص1009، 1128 وغيرها.

6) اصلاحي، عبد العظيم، مساهمة علماء الهند في الاقتصاد الإسلامي في النصف الأول من القرن العشرين

http://islamiccenter.kau.edu.sa/arabic/Hewar Arabic/abs/239/Islahi.pdf

7) بلوافي، احمد(2009)، "البنوك الاسلامية والاستقرار المالي .، في الأزمة المالية العالمية–أسباب وحلول من منظور اسلامي، اعداد مجموعة من الباحثين، مركز ابحاث الاقتصاد الاسلامي، جدة ; مركز النشر العلمي، جامعة الملك عبد العزيز،ص118.

8) al-Jarhi, Ma'bid (2008), "An overview for Human Resource Needs for the Islamic Financial Services Industry for Next 10 Years", paper presented to: International Islamic Finance Education Symposium,28-29 April, 2008, IIUM, Kuala Lumpur P 18.

9) Ayub, Mohammad (2008), "Present State, Challenges, and Initiatives of Human Resource Development through Teaching Programs for Religious Institutions", paper presented to: International Islamic Finance Education Symposium, 28-29 Arpil 2008, IIUM, Kuala Lumpur P11

10) Tahir, Sayyid (2008), "Islamic Finance: Undergraduate Education" Paper presented to: International Islamic Finance Education Symposium, 28-29 April

2008, IIUM, Kuala Lumpur PP4-10.

11) Ayub, Muhammad (2008), "Present State...Religious Institutions", OP. cit. P. 8

مراجع (ضمیمہ اول):

- فقه المعاملات المالية، رفیق یونس المصری، دارالقلم، دمشق 2005ء
- فقه المعاملات الحديثة، عبدالوہاب ابوسلیمان، دار ابن الجوزی 1427ھ۔
- المضاربة الشرعية و تطبيقات الحديثة، حسن عبداللہ الامین، المعہد الاسلامی للبحوث والتدریب جدہ 1988۔
- فقه البيوع المحرمة مع تطبيقاتها الحديثة في المصارف الإسلامية، المعہد الاسلامی للبحوث والتدریب جدہ 1995۔

نوٹ: مذکورہ بالا ابواب اور مراجع بطور نمونہ کے تحریر کئے گئے ہیں، ان میں حذف و اضافہ کی بہت گنجائش ہے جدید مالی معاملات کے لئے فقہی کتابوں کے انداز پر اوران کے ابواب کی ترتیب کے لحاظ سے نوٹس مرتب کر کے اور پھر ان کو مزید توسیع دے کر تدریسی کتاب کی شکل دی جاسکتی ہے۔

مراجع (ضمیمہ دوم):

1) المضاربة الشرعية وتطبيقاتها الحديثة، حسن عبداللہ الامین IRTI جدہ 1988ء۔

2) التمويل الإسلامي ودور القطاع الخاص، فواد السرطاوی، دارالمسیرۃ عمان، 1999ء۔

3) بيع المرابحة للآمر بالشراء، مکتبۃ وہبہ عابدین 1407۔

4) سندات الاجارة والأعيان المؤجرة، منذر قحف IRTI جدہ 1415۔

5) الجعالة والاستصناع، شوقی دُنیا، IRTI جدہ 1419ھ۔

6) مشكلة الاستثمار في البنوك الاسلامية، محمد صلاح الدین الصاوی، دارالمجمع جدہ 1990۔

7) صناعة الهندسة المالية: نظرات في المنهج الإسلامي، سامی السویلم، ندوۃ الصناعۃ المالیۃ الاسلامیہ الاسکندریہ 2000۔

9) التورق والتورق المنظم: دراسة تاصيلية، المجمع الفقہ الاسلامی، رابطہ عالم اسلامی مکہ 2003ء۔

10) الغرر و اثره في العقود، الصدیق محمد الامین الضریر، دارالجیل، 1990۔

11) معايير المحاسبة والمراجعة والضبط للمؤسسات المالية الإسلامية (AAOIFI)

12) Shariah Standards. AAOIFi, Manama, Bahrain 2008.

13) Mohammad Obaidullah, Islamic Financial Services, Scientific Publishing Centre, KAU, Jeddah 2005.

14) Mohammad Obaidullah, *Teaching Corporate Finance from an Islamic perspective*, Islamic Economics Research Centre Jeddah, KAU 2007.

15) جمهرة القواعد الفقهية في المعاملات المالية، علی احمد الندوی، الریاض، شرکۃ الراجحی 2000ء۔

ہندوستان کے اسلامی مدارس میں

اسلامی مالیات کی تعلیم

پس منظر، ضرورت و اہمیت اور امکانات

اوصاف احمد*

اسلامی مالیات کا ظہور

بیسویں صدی عیسوی کے آخری دہوں میں اسلامی بینک کاری کا ظہور، پوری صدی کا ایک اہم ترین واقعہ سمجھا جانا چاہئے۔ گوکہ جدید بینک کاری اور اسلام کے تجارتی اور معاشی اصولوں میں تطابق پیدا کرنے کا آغاز 1940ء سے ہی شروع ہوگیا تھا۔ اس سمت میں پہلی کامیاب کوشش 1963ء میں مصر کے ایک چھوٹے سے قصبہ مت غمر میں کی گئی۔ سیاسی اسباب کی بناپر اس تجربہ کو جلد ہی بند کردیا گیا۔ تاہم یہ بات تو ثابت ہوہی گئی کہ اسلام کی قدار پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جدید بینک کاری کا نظام قائم کرنا ممکن ہے۔

اسلامی بینک کاری کی تحریک کو اُس وقت بڑی تقویت ملی جب 1975ء میں اسلامی ترقیاتی بینک کا قیام عمل میں آیا۔ ہم عصر دنیا میں یہ پہلی بار ہوا کہ ''کسی بین الاقوامی مالیاتی ادارے'' نے اس بات کی حامی بھری کہ وہ اپنے کاروباری اعمال اسلامی شریعت کے اصولوں اور اقدار سے مطابقت رکھتے ہوئے انجام دے گا اور اس کے تجارتی اعمال سود سے پاک ہوں گے۔

* سابق صدر شعبہ کارخاص، اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، اسلامک ڈیولپمنٹ بینک جدہ، و مدیر سہ ماہی ''مطالعات'' نئی دہلی۔

اسلامی ترقیاتی بینک کے قیام کے بعد تو اسلامی بینکوں کے قیام کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ کویت (کویت فائنانس ہاؤس) دُبئی (دُبئی اسلامک بینک) اور اُردن (اُردن اسلامی بینک) میں اسلامی بینک قائم ہوئے۔ پاکستان، ملیشیا، سوڈان اور کئی ملکوں نے اس بات کا اعلان کیا کہ وہ اپنے اپنے ممالک میں بینک کاری اور مالیاتی کے نظام کو اسلامی خطوط پر استوار کرنا چاہتے ہیں۔ بعض ملکوں میں اس کے لیے کچھ اقدامات کا اجراء بھی عمل میں آیا۔ دوسری طرف بین الاقوامی مالیاتی بازار میں اسلامی بینکوں کے قیام کا سلسلہ جاری رہا۔ 1985ء کے اوائل میں ہی دارالمال اسلامی (DMI) کے نام سے ایک غالب کمپنی (Holding Company) وجود میں آئی جس نے دنیا کے مختلف حصّوں میں فیصل بینکوں کے نام سے اسلامی بینک قائم کئے۔ اس کے بعد جلد ہی ایک دوسری ہولڈنگ کمپنی دلّہ۔ البرکہ کے نام سے قائم ہوئی جس نے البرکہ بینکوں کے سلسلہ کی داغ بیل ڈالی۔ مختلف ممالک میں قومی بینکوں نے اسلامی بینک کاری کا آغاز کیا مثلاً سعودی عرب میں نیشنل کمرشیل بینک، سعودی امریکن بینک، سعودی فرنسی بینک، ریاض بینک وغیرہ، اور مصر میں بینک مصر نے اپنے معمول کے کاروبار کے علاوہ اسلامی بنیادوں پر جمع قبول کرنے اور مالیات فراہم کرنے کا آغاز کیا۔ بعض کثیر القومی بینکوں مثلاً سٹی بینک، ہانگ کانگ اینڈ شنگھائی بینک (HSBC) نے یا تو نئی اسلامی شاخیں قائم کی ہیں یا اپنی موجودہ شاخوں میں اسلامی طرز بینک کاری کا الگ اہتمام کیا ہے جس کو "اسلامی کھڑکی" (Islamic Windows) کہتے ہیں۔ ماہرین کا اندازہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا کے کم ازکم 23 ممالک میں اسلامی بینک کاری کے اعمال رائج ہیں۔ کم ازکم 500 بلین ڈالر کے اثاثہ جات (Assets) ان مالیاتی اداروں کے قبضہ میں ہیں۔ گوکہ بادی النظر میں یہ رقم خاصی بڑی معلوم ہوتی ہے تاہم اس کی حیثیت سمندر میں قطرے سے زیادہ نہیں۔ اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہوسکتا ہے کہ دنیا کے مالیاتی نظام میں صرف امریکن بینکوں کے اثاثہ جات کی مالیت 12.7 ٹریلین ڈالر کے قریب ہے۔

اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پوری دنیا میں مالیاتی نظام کی مالیت کیا ہوگی۔ تاہم اسلامی بینک کاری کے سلسلہ میں ماہرین مالیات کے لیے جو چیز کشش اور حیرت کا باعث ہے وہ اُس کی رفتار ترقی ہے۔ اسٹنڈرڈ اینڈ پوور (Standard & Poor) کمپنی کے اندازے کے مطابق، گذشتہ 15 سال کے اندر اسلامی بینک کاری ہر سال 10 فیصدی فی سال کی شرح سے ترقی کرتی رہی ہے۔ تخمینہ لگایا جاتا ہے کہ اس وقت ساری دنیا میں 300 سے زیادہ مالیاتی ادارے غیر سودی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں اور ان کی شرح نمو 15 فیصدی فی سال کے آس پاس ہے۔

اسلامی بینک کاری ہمارے زمانہ کی ایک حقیقت بن چکی ہے، آج سے صرف 25 سال پہلے لوگ، بالخصوص معاشیات، مالیات اور بینک کاری کے ماہرین اور جان کار، اسلامی بینک کاری کے نام پر حقارت سے مسکرا دیا کرتے تھے۔ لیکن آج اس طبقے کے لوگ بھی اسلامی بینک کاری سے متعلق اعمال کا سنجیدگی سے جائزہ لینے پر مجبور ہیں۔ یونیورسٹیوں میں اسلامی بینک کاری سے متعلق موضوعات تحقیق کے لیے قبول کئے جا رہے ہیں، بین الاقوامی پبلشرز اسلامی بینک کاری کے موضوعات پر کتابیں شائع کرتے ہیں۔ بڑے بڑے سنجیدہ علمی رسائل، اسلامی بینک کاری کے مسائل پر تحقیقی مقالات شائع کرنا اپنے لیے باعث افتخار گردانتے ہیں۔ اس ساری ہماہمی کے باعث یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ اسلامی بینک کاری ہمارے زمانہ کی ایک ناقابل تردید حقیقت بن چکی ہے۔

انسانی سرمایہ کی ضرورت

اسلامی مالیاتی صنعت (Islamic Financial Industry) 15% فی سال کی شرح نمو سے ترقی کر رہا ہے تو وہ دن دور نہیں کہ جب یہ انسانی سرمایہ (Human Capital) کی کمی سے دوچار ہو۔

کسی بھی صنعت کو چلانے کے لیے تین چیزیں درکار ہوتی ہے۔

1. مال(Finance)
2. فطری یا طبعی وسائل(Physical Resource)
3. بشری وسائل(Human Resource)

مالی اداروں کے لیے طبعی وسائل کی زیادہ ضرورت تو نہیں پڑتی لیکن مالی اور بشری وسائل اس صنعت کی ترقی کے لیے کلیدی اہمیت کے حامل ہو سکتے ہیں۔ اسلامی مالیاتی صنعت کے لیے محاسبوں (Accountants)، بینک کاروں (Bankers) اور مالیاتی معماروں اور انجینئروں(Financial architects and Engineers) کی ضرورت تو ہوگی ہی، اس کے ساتھ اسلامی مالیاتی صنعت کو ایسے لوگوں کی بھی ضرورت ہوگی جو شریعت اسلامی اور بالخصوص فقہ کا علم رکھتے ہوں۔ ایسے اصحاب کی ضرورت ہر سطح پر ہوگی جو شریعت اسلامی اور موجودہ مالیاتی طریقوں پر یکساں عبور رکھتے ہوں۔ آج کل ہر اسلامی بینک میں اعلا سطح پر شریعت بورڈ قائم کیے گئے ہیں۔ ان شریعت بورڈوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ متعلقہ اسلامی بینک کی شرعی رہنمائی کا کام انجام دیں۔ اور بینک کے اعمال کا اسلامی اصولوں سے تطابق یقینی بنائیں۔ ان بورڈوں کی ممبری تو اعلا سطح پر ہی ہوتی ہے اور ان کے لیے اعلا درجہ کے علماء کی ضرورت ہوتی ہے جو نہ صرف یہ کہ مالی معاملات میں اختصاص کا درجہ رکھتے ہوں بلکہ اجتہادی شان بھی رکھتے ہوں تاکہ جدید بینک کاری اور مالیات سے پیدا ہونے والے مسائل کے اسلامی حل دریافت کر سکیں اور ان میدانوں میں رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

شریعت بورڈوں سے قطع نظر بھی اسلامی بینکوں کو ایسے افسروں اور کارکنان کی ضرورت بھی ہوگی جو مالیات اور شریعت اسلامی دونوں میدانوں میں علم رکھتے ہوں۔

اسلامی مدارس کے فارغین اسلامی بینکوں کے لیے انسانی وسائل کی فراہمی کا اچھا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں، جب اسلامی بینک قائم ہونے شروع ہوئے بشری وسائل کے

ضمن میں ان کی بیشتر ضرورتیں جدید یونیورسٹیوں اور انتظامی مدارس (Management Schools) کے فراغت یافتہ نوجوانوں سے ہی پوری ہوتی ہیں، ان فارغین کا اسلامی اور شرعی علم اپنی بہترین صورتوں میں بھی سطحی ہوتا ہے۔ بعض اسلامی بینکوں نے ملازمت کے دوران تربیت (on the job training) کا تھوڑا بہت انتظام کیا ہے لیکن اُسے کافی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس تربیت کا دورانیہ عام طور پر بہت مختصر ہوتا ہے۔

اسلامی بینک کاری اور فقہ اسلامی

ایک علمی نظریہ کے طور پر ہی نہیں بلکہ ایک مالیاتی ادارے کی شکل میں بھی اسلامی بینک کاری نے گذشتہ کئی دہائیوں میں قابل لحاظ ترقی کی ہے۔ علم کی ایک شاخ کی حیثیت سے اس ترقی کا اظہار ان بیسیوں کتابوں اور سیکروں تحقیقی مقالوں میں ہوا ہے جو اس دوران منظر عام پر آئے۔ اس وقت دنیا کے مختلف حصّوں میں 300 سے زائد اسلامی مالیاتی ادارے کامیابی سے کام کر رہے ہیں، ان میں انڈونیشیا، ایران، سوڈان وغیرہ میں کام کرنے والے تجارتی بینکوں کو شامل نہیں کیا گیا۔ گذشتہ کئی دہائیوں سے ملیشیا کا مرکزی بینک ''بینک نگارا ملیشیا'' ایک دوہرا نظام بینک کاری قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے جس میں مروجہ تجارتی بینک کاری نظام اور غیر سودی بینک کاری نظام ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ کام کریں گے۔

بین الاقوامی مالیاتی بازار میں فعّال اسلامی مالیاتی اداروں میں اسلامی بینک، اسلامی انشورنس کمپنیاں یا تکافل کمپنیاں، اسلامی سرمایہ کاری کمپنیاں وغیرہ شامل ہیں۔ ان کمپنیوں کے مجموعی اثاثہ جات کا تخمینہ 400 سے لے کر 500 بلین ڈالر تک لگایا گیا ہے، ان کے علاوہ صکوک بازار بھی خاص پیش رفت کر رہا ہے، تخمینہ لگایا گیا ہے کہ صکوک بازار کی حالیہ مالیت 70 بلین ڈالر کے قریب ہے لیکن آئندہ سال (۲۰۱۰) تک یہ بڑھ کر 100 بلین ڈالر تک ہو جائے گی، حکومتیں اور نجی زمرے کی بڑی بڑی کمپنیاں بنیادی ڈھانچے کے بڑے بڑے مشروعات کے لیے سرمایہ

حاصل کرنے کے لیے صکوک کا سہارا لے رہے ہیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ بعض اسلامی ممالک کی حکومتیں اور خلیج کی بعض کمپنیاں آئندہ ۳،۴ سال میں کم از کم 30 بلین ڈالر کے صکوک فروخت کریں گی۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ خلیج میں آئندہ ۱۰ برسوں میں ایک ٹریلین ڈالر کی سرمایہ کاری کی جائے گی اور اس کا ایک بڑا حصہ صکوک کی فروخت سے حاصل ہوگا مسلم دنیا سے باہر بھی صکوک کے اجرا نے مالیاتی بازار میں کافی ہلچل مچائی ہے۔ جرمنی میں ایک بڑی کمپنی نے 100 ٹریلین ڈالر کے صکوک جاری کئے ہیں۔ انگلینڈ اور جاپان کی حکومتیں بھی صکوک کے ذریعہ وسائل مہیا کرنے پر غور کر رہی ہیں۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اسلامی بینک کاری کی نظریاتی بنیاد حرمت ربا پر ہی قائم ہے۔ ربا کی حرمت قرآنی احکامات اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پر قائم ہے، اس لیے ضروری ہوا کہ اسلامی بینک کاری سے کسی بھی سطح پر اور کسی بھی قسم کا عملی تعلق رکھنے والے نہ صرف یہ کہ حرمت ربا اور اس کی حکمت سے واقف ہوں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معاملات کے مختلف فقہی پہلوؤں سے بھی اچھی طرح آگاہ ہوں۔ تاکہ وہ عملی زندگی میں پیش آنے والے واقعات پر فقہی حکم لگا سکیں اور اپنے طور پر کم از کم ابتدائی فیصلے کر سکیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ نہ صرف وہ اصحاب جو پالیسی اہمیت کے فیصلے کرنے کے مجاز ہوں، بلکہ وہ لوگ بھی جن کی ذمہ داریوں میں ان فیصلوں کو روبہ عمل لانا شامل ہو، شرعی علوم سے کماحقہٗ (بقدر ضرورت) واقف ہوں۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل امور کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

1. اسلامی بینک کاری کی بنیاد حرمت ربا پر ہے۔ اپنی شکل (Form) اور مواد (Content) میں یہ مروجہ تجارتی بینک کاری نظام سے مختلف ہے۔
2. اسلامی بینک کاری کی مصنوعات (Islamic Banking Products) کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی اقدار و احکامات کے تابع ہوں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ان مصنوعات

کے وضع کار اور تنفیذ کار اسلامی معاملات کا بقدر ضرورت علم رکھتے ہوں۔

3. مروجہ بینک کاری اور اسلامی بینک کاری میں ایک نمایاں فرق یہ بھی ہے کہ اسلامی مالیاتی اداروں کے ساتھ شریعت بورڈ ملحق ہوتے ہیں تا کہ اس بات کی شہادت دی جا سکے کہ یہ مصنوعات شریعت اسلامی کے اصولوں کے مطابق ہیں۔

چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی بینکوں کی دیانت داری، راستبازی، صحت، اور اعتماد کا انحصار اس پر ہے کہ وہ کتنے اخلاص کے ساتھ شرعی اصولوں کا اتباع کرتے ہیں۔

اسلامی مالیاتی صنعت کی ضروریات

اسلامی بینک کاری کی مصنوعات کے لیے صرف یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مروجہ مالیاتی معیاروں پر پوری اتریں اور سرمایہ کاروں (Investors) کو ان کی سرمایہ کاری (Investment) پر مناسب نفع بہم پہنچائیں بلکہ ان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ عوام الناس میں یہ تاثر عام ہو کہ ان بینکوں کی مصنوعات شریعت مطہرہ سے مطابقت رکھتی ہیں۔ اس تاثر کے لیے ضروری ہے کہ ان مصنوعات کے دوران تصنیع اور اس کے بعد بھی (دورانِ عمل) علمائے شرع وفقہ کی گہری وابستگی ہو، اسلامی مالیاتی صنعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی جملہ مصنوعات اور اعمال کو علمائے شرع وفقہ کی تائید وحمایت حاصل ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ علمائے شرع وفقہ، جو عام طور پر مدارس اسلامیہ کے فارغین ہوتے ہیں جدید مالیات ومعاشیات کی مصنوعات، ان کے تصنیع کے طریقوں، اور اصولوں سے بھی واقف ہوں، انگریزی زبان کے سمجھنے اور بولنے پر قادر ہوں تا کہ ان کے اور مالی ماہرین کے درمیان بامعنی گفتگو ہو سکے۔

شرعی نگرانی کے لئے درکار مہارت

ضروری ہے کہ اسلامی مالیاتی اداروں میں شرعی نگرانی، شرعی کنٹرول اور شرعی کھاتہ داری

(Shari'ah Supervision, shari'ah Control and shari'ah Accounting) کے محکمہ جات قائم کئے جائیں اور ان میں شرعی ماہرین کا تقرر کیا جائے۔ان ماہرین میں مندرجہ ذیل مہارتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

- شریعت مطہرہ، اس کے مقاصد اور ماخذ کا گہرا علم
- اسلامی مالی معاملات (المعاملات المالیة الاسلامیة) میں درجۂ اختصاص
- قیاس اور اجتہاد پر کامل قدرت تا کہ وہ اعتماد کے ساتھ، مالی معاملات پر فیصلے دے سکیں۔
- ہم عصر دنیا کے مالی معاملات کا علم۔
- مقاصد شریعہ، مصلحت عامۃ اور عام شرعی اصولوں کا علم۔
- ضروری ہے کہ شرعی نگراں صرف ایک ادارے سے وابستہ ہوں، ایک سے زائد اداروں سے وابستگی سے نہ صرف منقسم وفاداریوں کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کا امکان بھی ہے کہ نگراں صحیح طور پر اپنے فرائض انجام نہ دے سکے۔

محدود قبولیت(Limited acceptability)

اپنی موجودہ شکل میں مروجہ اسلامی مالیات کو محدود درجہ میں ہی قبول عام حاصل ہوا ہے۔ اسلامی بینک کاری کو مسلم عوام تک رسائی نہیں حاصل ہے۔اب بھی بیشتر لوگوں کا قیاس یہی ہے کہ اسلام احکامات کے بموجب بینک کاری کا بروئے عمل لانا غیر ممکن ہے۔بعض علماء نے بھی اس سے اپنا اختلاف ظاہر کیا ہے۔بعض لوگوں کو مرابحہ کے مالیاتی استعمال سے بھی اختلاف ہے۔ حال ہی میں پاکستان کی فقہی مجلس سے وابستہ علماء نے مروجہ اسلامی بینک کاری کے طریقوں سے ازسر نو اپنا اختلاف ظاہر کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی نے اپنے ایک مقالے میں جو ہارورڈ یونیورسٹی کے اسلامی فنانس فورم میں پیش کیا گیا تھا شرعی بورڈوں کی کارکردگی پر اپنے عدم اطمینان کا اظہار کیا اور موجودہ نظام کی اصلاح کے لیے بعض تجاویز پیش کی ہیں۔تاہم اس عدم

اطمینان سے قطع نظر شائد یہ کہنا باعث اختلاف نہ ہو کہ مسلم اُمّت کا سوادِ اعظم اسلامی بینک کاری کے اصولوں سے اچھی طرح واقف نہیں ہے۔ اس عدم واقفیت میں اسلامی مدارس، اور سیکولر یونیورسٹیوں کی تخصیص نہیں دونوں نظام ہائے تعلیم کے فارغین اسلامی بینک کاری سے عدم واقفیت میں مساویانہ طور پر شریک ہیں۔ اسلامی مدارس کے فارغین جدید نظام بینک کاری اور جدید مالیات سے تو بالکل واقف نہیں اور سیکولر یونیورسٹیوں کے فارغین حضرات اسلامی نظام، اُس کے نظام اقدار اور نظام اخلاق سے کاملاً بے خبر ہوتے ہیں۔ تاہم اسلامی معاشیات اور اسلامی بینک کاری کی مبادیات سے دونوں گروہ ناواقف ہوتے ہیں۔

اگر اسلامی مدارس میں اسلامی معاشیات اور اسلامی مالیات کی تعلیم شروع ہوجائے تو نہ صرف یہ کہ ان فارغین کی عدم واقفیت دور ہوسکے گی بلکہ عوام الناس کی غفلت اور لاعلمی کا بھی مناسب علاج ممکن ہوسکے گا۔

اسلامی مالیاتی اصولوں اور اسلامی بینک کاری کے طریق کار کے بارے میں معلومات فراہم ہونے سے اس کے متعلق پھیلے ہوئے تعصبات کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔ اس نکتہ کی اہمیت مسلم اقلیتی ممالک میں اور زیادہ ہے جہاں غیر مسلم طبقات میں اسلامی بینک کاری سے عدم واقفیت کے سبب بہت سی غلط فہمیوں اور تعصبات کا وجود ہے۔

اسلامی مالیات کی تعلیم عام ہونے سے ان غلط فہمیوں اور تعصبات کے ازالہ میں مدد مل سکتی ہے۔

اسلامی مدارس اس وقت دنیا کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ غالباً یہ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان بستے ہیں وہاں اسلامی مدارس بھی موجود ہیں چنانچہ اسلامی مدارس کا وجود جنوب اور جنوبی مشرقی ایشیا سے لے کر مشرق وسطی اور افریقہ سے لے کر یورپ، انگلینڈ اور امریکا تک پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی دنیا کی درس گاہوں میں جامعہ زیتونہ

اور جامعۃ الازہر کو دینا کی قدیم ترین دانش گاہیں ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ان میں سے جامعۃ الازہر اب بھی اسلامی علوم کا مخزن ومنبع سمجھا جاتا ہے۔ اس میں طلباء کی تعداد کم وبیش 1 لاکھ 20 ہزار ہے جن میں کم وبیش 20 ہزار ممالک غیر سے تعلق رکھتے ہیں۔جامعۃ الازہر میں بھی اسلامی مالیات کے مقابلہ میں روایتی اسلامی علوم کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے گو کہ کلیۃ الشریعہ (شریعت کالج) میں بعض طلباء 'اسلامی معاہدات' اور اسلامی مالیات کے اصولوں کی تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں۔قاہرہ یونیورسٹی کے دارالعلوم میں بھی اعلیٰ سطح کی اسلامی تعلیم دی جاتی ہے لیکن اسلامی مالیات اور اس کے متعلقات پر بھی امکانی حدود سے کم ہی توجہ دی جاتی ہے۔مدینہ یونیورسٹی بھی اسلامی علوم کی تعلیم کا ایک بڑا اور اہم مرکز ہے۔اس کی توجہ داخلی طلباء کے مقابلہ میں بین الاقوامی طلباء پر زیادہ ہے کیونکہ اس کے 6000 طلبا میں سے 80% غیر ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔یہاں جن علوم کی تعلیم دی جاتی ہے ان میں قرآن، حدیث، دعوہ، اصول الدین،فقہ، اور عربی زبان وادب شامل ہیں۔یونیورسٹی اسلامیات میں بی،اے، ایم،اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں عطا کرتی ہے۔

مکہ کی ام القریٰ یونیورسٹی بھی اسلامی علوم کی تعلیم کا ایک اہم مرکز بن کر ابھری ہے لیکن اس کے نصاب تعلیم میں بھی اسلامی معاشیات ، بینک کاری اور مالیات کو کماحقہٗ اہمیت حاصل نہیں ہے۔ام القریٰ یونیورسٹی میں اسلامی معاشیات کا کورس شعبہ معاشیات کے بجائے کلیۃ الشریعہ میں پڑھایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں اسلامی مدارس

برصغیر ہندوپاکستان کے بیشتر اسلامی مدارس میں درس نظامی رائج ہے۔جس میں تفسیر، حفظ، حدیث،صرف ونحو، اور فقہ پر خاصا زور دیا جاتا ہے۔بعض اسلامی مدارس میں جدید کاری کے پروگرام کے تحت اردو، فارسی، اور تاریخ اسلامی کی تدریس بھی عمل میں لائی جاتی ہے۔قیاس

کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں 35 سے 40ہزار مدارس موجود ہیں گو کہ ان کی مکمل تعداد کسی درجۂ تیقن کے ساتھ بتانا غیر ممکن ہے تاہم ان مدارس میں وہ ادارے بھی شامل ہیں جو مکتب کے نام سے معروف ہیں اور عموماً کسی مسجد میں درس دیتے ہیں اور ان کا دائرہ کار اردو، عربی اور کسی حد تک ریاضی کی ابتدائی تعلیم تک محدود ہے۔عموماً طلباء ناظرہ قرآن کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان مکاتب سے عصری تعلیم کی طرف کوچ کرجاتے ہیں۔دوسری جانب ان کی صفوں میں اتنے بڑے بڑے ادارے بھی شامل ہیں جن کا موازنہ عصری جامعات اور یونیورسٹیوں سے کیا جاسکتا ہے جوطلباء کو10 سے 12 سال تک درس دیتے ہیں اور جن کی سندات کو بی،اے اور ایم،اے کے مساوی قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں اسلامی مالیات کی تعلیم

ہندوستان میں اسلامی مالیات کی تعلیم ابھی اتنی محدود ہے کہ ان اداروں کو انگلیوں پر بھی گنا جاسکتا ہے جہاں اسلامی مالیات کی تعلیم کا کچھ انتظام ہے، ان میں سے بعض کا یہاں مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1. دارالامور (سرنگا پٹنم/کرناٹک)

دارالامور نے علماء کی تربیت کے لیے عصری علوم کا ایک کورس جاری کیا ہے جس میں زائر اساتذہ (Visiting scholars) کے ذریعہ انہیں عصری علوم سے واقف کرایا جاتا ہے۔اس پروگرام میں من جملہ دوسرے مضامین کے اسلامی معاشیات ، بینک کاری اور مالیات کے موضوعات بھی شامل ہیں۔اسلامی معاشیات، بینک کاری اور مالیات کا نصاب دو اجزاء پر مشتمل ہے۔پہلے جزو میں معاشیات اور اسلامی معاشیات کی تعریف،معاشی نظاموں مثلاً سرمایہ داری، اشتراکیت،مخلوط معاشی نظام اور اسلامی معاشی نظام کے وظائف اور خصائص،موجودہ معاشی

نظام کے بعض خصائص اور مسلم تہذیب کی پسماندگی کے اسباب وغیرہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ نصاب کے دوسرے جزو میں اسلامی بینک کاری، حرمت سود، اس کے مختلف مظاہر، اسلامی مالیات کے مقاصد، اور مالیاتی طریقوں کے بارے میں سکھایا جاتا ہے۔

2. جامعہ اسلامیہ (شانتاپورم، کیرالا)

جامعہ اسلامیہ شانتاپورم نے ایک یک سالہ پوسٹ گریجویٹ ڈپلوما ان اسلامک فائنانس کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ اس کورس کا آغاز 2005-2004ء میں 28 طالب علموں کے ساتھ کیا گیا تھا طلباء کی تعداد امسال 40 تک پہنچ گئی ہے۔طلباء کا انتخاب ڈگری امتحان میں ان کے نمبروں اور انٹرویو میں ان کی کارکردگی کی مشترک بنیاد پر کیا جاتا ہے۔جامعہ اسلامیہ زائرین اساتذہ کی خدمات سے فائدہ اُٹھانے کے ساتھ ساتھ مستقل بنیادوں پر بھی کچھ اساتذہ رکھتی ہے۔ڈپلوما کورس میں مندرجہ ذیل 7 مضامین پڑھائے جاتے ہیں:

1. اسلامی معاشیات کے اصول
2. قرآن اور حدیث کی معاشی تعلیمات
3. اسلامی بینک کاری اور تامین
4. اسلامی مالیات
5. کھاتہ داری اور کمپیوٹر
6. عربی زبان
7. تجارتی بینک کاری، مالیات اور انشورنس کے جدید نظریات

جامعہ اسلامیہ نے اس کورس کی خاطر ایک خاص شعبہ قائم کیا ہے۔طلباء سے کورس کے اخراجات کے لیے /Rs.15.000 سالانہ فیس لی جاتی ہے جس میں /Rs.9000 سالانہ ٹیوشن فیس /Rs.1000 دیگر اخراجات اور Rs.5000 ہوسٹل کے اخراجات کے لیے شامل ہیں۔

کورس کی تعلیم انگریزی میں ہوتی ہے اور زیادہ تر انگریزی داں طلباء اور طالبات کو داخلہ دیا جاتا ہے۔

3. علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے موجودہ تعلیمی سال 2010-2009ء سے ایک یک سالہ پوسٹ گریجویٹ ڈپلوما ان اسلامک فائنانس شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ ڈپلوما کورس فیکلٹی آف مینجمنٹ کے زیر نگرانی شروع کیا جا رہا ہے۔ چونکہ کورس بالکل شروع نہیں ہوا، اسی لیے مزید تبصرہ شاید قبل از وقت ہوگا۔

4. انٹرنیٹ کورسز

فی الوقت 3 کورسز انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں جن میں سے ایک لندن میں قائم شدہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک بینکنگ اینڈ انشورنس کے ذریعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ دہلی میں قائم شدہ IBFNET اور حیدرآباد میں قائم شدہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک بینکنگ کے ذریعہ بھی دو آن لائن کورسیز مہیا کئے جاتے ہیں یہ تمام کورسیز ادائیگی کی بنیاد پر چلائے جاتے ہیں چونکہ یہ ایک مختلف میڈیم ہیں اور فاصلاتی تعلیم (Distance Education) کے ضمن میں آتے ہیں مزید تبصرہ ہمارے دائرہ سے باہر ہے۔

اسلامی مالیات کی تعلیم کے مسائل

عام طور پر تحلیلی آسانی (Analytical convenience) کے لیے ان مسائل کی مندرجہ ذیل گروہ بندی کی جاسکتی ہے۔

1. انتظامی مسائل

2. مالی مسائل
3. تعلیمی مسائل

تاہم ان تمام مسائل کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے جیسے ہی کسی ایک مسئلہ کے ضمن میں کسی خاص راہِ عمل کا انتخاب کیا جاتا ہے، اسی سے دوسرے مسائل کی نوعیت بھی تبدیل ہوجاتی ہے۔مثلاً ایک انتظامی مسئلہ یہ ہے کہ نئے کورس کا اجراء مدرسہ کے موجودہ شعبہ جات کے نظام کے اندر ہی کیا جائے یا کسی نئے شعبہ کے قیام کا ڈول ڈالا جائے۔اس انتخاب کے ذریعہ ہی اس کے مالی اور تعلیمی مضمرات بھی تبدیل ہوجائیں گے۔تاہم یہاں بعض مسائل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

1. انتظامی ڈھانچہ

اس ضمن میں ایک راہِ اختیار (Option) تو یہ ہے کہ اسلامی مالیات کی تعلیم کے لیے مدارس کے موجودہ انتظامی ڈھانچے میں ہی گنجائش پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔اس کے مالی مضمرات کم ہوں گے کہ موجودہ انتظامی ڈھانچہ تو موجود ہی ہے۔ایک نیا شعبہ بنانے کے لیے کثیر مالی اور انتظامی اخراجات درکار ہوں گے۔

2. اساتذہ کا انتخاب

تعلیمی عمل میں اچھے اساتذہ کی اہمیت کلیدی ہوتی ہے۔اگر کسی طالب علم کو اچھے استاد نصیب نہیں ہوئے تو اس کی تربیت میں جو کمی رہ جائے گی وہ کبھی پوری نہیں ہوسکتی۔کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جا کے گرو آندھرا، تا کے چیلا کوپ نرندھ
اندھے اندھا ٹھیلیاں، دونوں کوپ پڑنت

ترجمہ: اگر کسی کا استاد اندھا ہو، تو اُس کا چیلا تو بالکل ہی نابینا ہوگا۔اندھا، اندھے

کودھکا دے گا اور دونوں (جہالت اور لاعلمی کے غار) میں جا گر گریں گے۔

خیر یہ سب باتیں تو کسی بھی علم کے لیے درست ہیں۔ اسلامی مالیات کے استاد کے لیے ضروری ہے کہ معاشیات، بینک کاری، اور مالیات کے علم کے ساتھ ساتھ اُس کا اسلامیات کا علم بھی مستحضر ہو، بدقسمتی سے ایسے ہی افراد کی ہماری امت میں کمی ہے جسے قحط الرجال سے تعبیر کیا جاتا ہے، ورنہ ایک رُخے لوگ تو بکثرت دستیاب ہیں۔ یعنی بینک کاری اور مالیات کا علم رکھنے والے بہتیرے مل جائیں گے لیکن ایسے لوگوں کا اسلامیات کا علم کافی نہیں ہوتا۔ دوسری جانب مدارس کے فارغین اساتذہ کرام کے پاس اسلامیات کا علم تو وافر ہوتا ہے لیکن عصری بینک کاری اور مالیات کے متعلق ان کا مبلغ علم بازار کے حالیہ رواجوں اور تعلیمی اداروں کے معیاروں سے قطعی میل نہیں کھاتا۔ اسلامی مالیات کے تدریسی نقطہ نظر سے ان دونوں گروہوں کے اساتذہ چنداں مفید نہ ہونگے۔ اسلامی مالیات کی تدریس اُن اساتذہ کے سپرد کی جانی چاہئے جن کو اگر دونوں علوم میں یکساں درک نہ ہو تو کم ازکم دونوں علوم سے حسب ضرورت آگہی ضرور ہو۔

اگر ایسے اصحاب فی الوقت میسر نہ ہوں تو طویل مدتی نقطہ نظر سے یہ ضروری ہوگا کہ ایسے اصحاب کی تیاری کے لیے ضروری اقدامات کئے جائیں۔ اور تربیت کاروں کی تربیت (Training of Traines) کے لیے مناسب انتظامات کئے جائیں اس مقصد کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل دو راستے ممکن ہیں:

1. بینک کاری مالیات اور معاشیات کی مہارت رکھنے والوں کی اسلامی تربیت
2. اسلامی علوم میں مہارت رکھنے والوں کی معاشی اور مالیاتی تربیت

پہلی ترجیح سے قطع نظر اس وقت ہمارا موضوع دوسری ترجیح ہے۔ اگر ہندوستان کے اسلامی مدارس میں کسی بھی درجہ میں اسلامی مالیات اور معاشیات کی تعلیم شروع کی جاسکی تو یہ ضروری ہوگا کہ اس پروگرام سے منسلک لوگ، خواہ وہ ان مضامین کی تدریس سے براہ راست

طور پر متعلق ہوں یا بالواسطہ طور پر، لیکن پھر بھی وہ اسلامی بینک کاری کی کارکردگی، اُس کے مقاصد اور اصولوں کا کم از کم علم ضرور رکھتے ہوں۔ اس لیے اس پروگرام کی کامیابی تربیت کاروں کی تربیت(Training of Trainers) پر منحصر ہوگی۔

3. درسی کتب کا مسئلہ

اسلامی مالیات اور معاشیات کی تعلیم میں ایک دوسرا بڑا مسئلہ درسی کتب کی فراہمی کا ہے۔ انگریزی میں تو بعض درسی کتابیں موجود ہیں، تاہم اگر کسی مدرس کے ذوق کی تسکین ان سے نہ ہوتی ہو تو اس کے لیے یہ متبادل موجود ہے کہ وہ اپنی تدریس کے دوران تحقیقی کتب، تحقیقی رسالوں اور تحقیقی مقالات پر انحصار کرے۔عربی میں اسلامی اقتصادیات (اقتصادیات الاسلام لـرفيق المصري) اور اسلامی مالیات (ما معنیٰ بنوك الاسلاميه) پر چند کتابیں موجود ہیں۔خواہی نخواہی ان کتابوں کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ اردو میں بالخصوص ہندوستان میں اس مسئلہ کے کئی اضافی ابعاد(Additional dimension) ہیں۔

ہندوستان کے اسلامی مدارس میں درسی کتب تو عام طور پر عربی میں ہوتی ہیں لیکن عربی کے عام طور پر بول چال کی زبان نہ ہونے کے باعث طلبا کو اس زبان میں اظہار خیال کی قدرت نہیں ہوتی اور وہ اس بابت عدم اعتماد کا شکار ہوتے ہیں چنانچہ بعض مدارس کو چھوڑ کر ذریعہ تعلیم اردو ہی ہوتی ہے۔گو کہ دوسرے اسلامی مضامین (مثلاً فقه المعاملات الماليه) کی اصل کتابیں تو عربی میں ہیں لیکن مدرس ان کتابوں کا درس اردو میں دیتے ہیں۔ اس سے کچھ دشواری پیدا ہوتی ہے۔ اسلامی مالیات کے سلسلہ میں یہ دشواریاں دوچند ہوجاتی ہیں کہ اصل ماخذ یا تو انگریزی میں ہیں یا عربی میں۔ اور ''زمینی حقیقت'' یہ ہے کہ طلباء دونوں سے اگر نابلد نہیں ہیں تو اس زبان کے ذریعہ مطلوبہ علم تک ان کی رسائی بہت محدود ہے۔

راقم الحروف کے ایک رفیق کار نے جو ایک معروف اسلامی مدرسہ میں عصری علوم کی

تدریس سے وابستہ رہ چکے ہیں خود بتایا کہ اردو زبان میں درسی کتابوں کی عدم دستیابی بہت بڑا مسئلہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے قومی کونسل برائے تعلیم وتربیت وتحقیقات (National Council for Educational Research and Training (NCERT) کی تیار کردہ درسی کتابوں کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ انگریزی کی محدود لیاقت کے پیش نظر طلباء ان کتابوں سے بھی براہ راست مستفید نہ ہوسکتے تھے، اس لیے وہ خود تو انگریزی میں پڑھتے تھے اور طلباء کو درس اردو میں دیتے تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت حال علمی اور ذہنی ترقی کے لیے بہت امید افزا نہیں کہی جاسکتی۔ اس مسئلہ کا مستقل اور طویل مدتی حل تو یہی ہے کہ متعلقہ ماہرین سے ضروری درسی کتب کا ایک سیٹ تیار کرایا جائے۔ اسلامی فقہ اکادمی (انڈیا)، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز، اسلامک ڈیولپمنٹ بینک اور دیگر اداروں کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اس مسئلہ کا ایک قصیر مدتی حل (Short term solution) بھی ممکن ہے کہ اسلامی مدارس کے استادوں کے لیے قصیر مدتی (Short term) کورسیز وضع کئے جائیں اور ان کی ترتیب کا معقول انتظام کیا جائے۔

اگر اسلامی مدارس میں اسلامی مالیات جیسے مضامین کی تدریس کا انتظام بھی ہوجائے تو مدارس کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اس کا درس اپنے عام تعلیمی نظام کے جزو کی حیثیت سے دیں گے یا ان خدمات کا معاوضہ وصول کریں گے۔

اگر ان کورسیز کی الگ فیس وصول کی جائے تو اس کا امکان ہوسکتا ہے کہ ان مضامین کے لیے الگ سے اساتذہ رکھے جائیں۔ تاہم ان کے مشاہرے اور مدرسہ کے دوسرے اساتذہ کے مشاہروں کے مابین مساوات کا ایک مسئلہ بھی ہوسکتا ہے۔ تاہم ان مسائل سے قطع نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا سنجیدگی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

خاتمۂ کلام

اسلامی بینکوں کے ظہور اور مالیاتی اداروں میں اسلامی اصولوں کے اطلاق نے اسلامی مدارس کے لیے امکانات کے نئے دروازے کھول دیئے ہیں، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مدارس کے فارغین کے لیے روزگار کے امکانات اس قدر کم ہیں کہ ان کے سامنے کسی مسجد کا امام یا مؤذن بننے یا کوئی مکتب کھول کر اُس کا مدرس بن جانے کے سوا کوئی متبادل نہیں ہوتا۔ فی زمانہ ان پیشوں سے بھی اتنی یافت نہیں ہوتی کہ انسان سفید پوشی کا بھرم ہی برقرار رکھ سکے۔ صنعتی ترقی کے بعد کے زمانہ میں اسلامی مدارس میں حرفتی تعلیم (Vocational Education) کے بعض تجربے کئے گئے۔ لیکن اس سے اسلامی مدراس کے پیشہ ورانہ کردار (Vocationalization) میں چنداں فرق نہیں پڑا۔

اسلامی مالیاتی بازار کی توسیع وترقی کے لیے شرعی علوم کی ضرورت ہے، اسی طرح اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے بھی شرعی علوم جاننے والوں کی ضرورت ہے۔ تاہم اسلامی مالیاتی بازار کی ضروریات صرف شرعی علوم سے پورا نہیں ہوں گی۔ اس کے لیے موجودہ علم مالیات، مالیاتی بازار کے طور طریقے، کھاتہ داری اور اصول ہائے تنظیم (Principles of Management) وغیرہ سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ ان سب سے بڑھ کر انگریزی زبان پر قدرت ضروری ہے کیونکہ جدید دنیا میں جہاں تک لین دین، چیزوں کی خرید فروخت اور درآمد وبرآمد کا تعلق ہے، کاروبار انگریزی زبان کے ذریعہ ہی کیا جاتا ہے۔ پس شرعی علوم جاننے والوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ انگریزی زبان کے ذریعہ اپنی بات ان لوگوں کے سامنے رکھ سکیں جنہیں ان کی ضرورت ہے اور اُن کی بات سمجھ سکیں جو ان خدمات کے عوض، معاوضہ کی ادائیگی کے لیے تیار ہیں۔

دنیا بھر میں ان لیاقتوں کے حامل افراد کی تعداد 50-40 سے زیادہ نہ ہوگی لیکن ان کی مانگ چاردانگ عالم میں ہے۔ چنانچہ حال یہ ہے کہ ایک ایک عالم کئی بینکوں کے بورڈ پر کام

کرتا ہے، ان کے معاوضے آسمان کو چھوتے ہیں۔ان کی مراعات کا حال یہ ہے کہ گذشتہ دنوں نیوزویک جیسے مشہور عالم ہفتہ وار نے اپنے کالموں میں اس کا تذکرہ کیا۔

اس صورت حال سے مفر اسی وقت ہوسکتی ہے جب شرعی علوم کی لیاقتوں کی فراہمی (Supply) کی صورت حال بہتر بنائی جائے۔فراہمی میں اضافہ سے معاوضہ کی سطح نیچے آئے گی اور بڑی تعداد میں لوگوں کو روزگار ملے گا۔

تاہم مدارس میں اسلامی مالیات اور معاشیات یا اُس سے متعلق دوسرے علوم کو جذب کرنا، اُس کے لیے جگہ بنانا، اُس کی تعلیم کو رائج کرنا، آسان نہیں ہے۔ یہ راہ کانٹوں سے بھری ہوئی ہے، اس میں بہت سی دشواریاں حائل ہیں جن میں سے بعض کی جانب اس مختصر مضمون میں اشارہ کیا گیا ہے۔تاہم اس ضمن میں لاکھوں روپے کا سوال یہ ہے کہ:

کیا اسلامی مدارس ضروری تبدیلیوں کے لیے تیار ہیں۔

اور

کیا تبدیلیوں کا ناگزیر وقت آگیا ہے؟

عملی تجربات

☆ ایم آئی باغ سراج

☆ محمد پلاتھ

☆ سید زاہد احمد

اسلامی اقتصادیات اور مالیات کی تدریس

دارالاموراورالجامعۃ الاسلامیہ کاایک تقابلی جائزہ

ایم آئی باغ سراج*

فرد اور معاشرہ کے لئے مالیاتی اقتصادیات کا مطالعہ لازمی ہوگیا ہے، مسلمانوں کی اقتصادی حالت خاص طور پر غیراطمینان بخش ہے یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی 100 بڑی کثیرقومی کمپنیوں (ایم این سی) میں ایک بھی مسلمان کمپنی نہیں ہے، اور نہ اردو لغت میں (Entreprneurship) کے لئے کوئی مناسب متبادل لفظ دستیاب ہے، یہ بھی ہماری صنعتی پسماندگی کا ایک مظہر ہے۔

موجودہ عہد میں تعلیمی بیداری میں بشمول ریسرچ اور ڈیولپمنٹ جو مالیاتی صنعتی اور ٹکنالوجیکل انقلاب آیا ہے ہم مسلمانوں نے نہ تو اسلامی نظام کوفروغ دیا نہ عصری نظام کو اسلامی ڈھانچہ میں ڈھالنے اور بنانے کی کوشش کی اس کے نتیجہ میں امت کو ذہنی اذیت اور تحقیر کا شکار ہونا پڑا ہے اور پوری دنیا میں مسلم معاشرہ اسلامی سے زیادہ سیکولر بن کررہ گیا ہے۔

مسلمانوں کے اس متضاد طرز حیات کے سبب معاشرہ میں ہر طرف افراتفری کا ماحول ہے۔ ہم مسلمان ربا (سود) کی بنیاد پر فروغ پانے والے بینک کاری نظام کو روکنے میں بھی ناکام رہے ہیں کیونکہ ہم نے صدیوں سے اسلامی نظامِ مالیات/بینک کاری نظام کے مطالعہ اور فروغ

---

* انکیمو، ممبئی۔

سے توجہ ہٹالی ہے۔ جب تک ہم نئے ساجی علوم اور نیچرل سائنس کے ایسے مطالعہ اورفروغ کا اہتمام نہیں کریں گے جو اسلامی خطوط پر مبنی ہو اور معاشرتی ومعاشی بنیاد فراہم کرتا ہو اس وقت تک ہم ایک ابھرتے ہوئے اسلامی معاشرہ کے قیام کی امید نہیں کرسکتے۔

یہ حالیہ چند برسوں کے دوران ہی ہوا ہے کہ اسلامی مالیات اور بینک کاری نظام کے مطالعہ اورفروغ پر کچھ توجہ دی گئی ہے، اس مقالہ میں دو اسلامی تعلیمی اداروں میں اسلامی اقتصادیات اور مالیات کی تدریس کی سطح کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کی بنیاد کیس اسٹڈی طریقہ پر ہے کیونکہ خوش قسمتی سے مجھے دونوں تعلیمی اداروں سے وابستہ رہنے کا موقع حاصل رہا ہے۔

دارالامور–سری رنگا پٹنم میسور (کرناٹک)

دارالامور کا قیام بنگلور کی شریف فاؤنڈیشن کی جانب سے 2002ء میں سری رنگا پٹنم میسور (کرناٹک) میں عمل میں آیا، اسی کے ساتھ ٹیپو سلطان اعلا مطالعاتی اور تحقیقی مرکز بھی قائم کیا گیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ ادارہ ایک ایسی امکانی یونیورسٹی (ڈیمڈ یونیورسٹی) کا درجہ حاصل کرے جہاں مسلم طلباء کو پوسٹ گریجویٹ سطح کی تعلیم دی جائے اور ان میں مختلف مخصوص شعبوں میں ایسی قائدانہ صلاحیتیں پیدا کی جائیں جو آئندہ مطلوب ہوں گی۔ 5رمئی 2002ء کو اسلامی مطالعات اور وراثت کا ایک سالہ اقامتی کورس صرف علماء کے لئے شروع کیا گیا جن کا انتخاب دارالامور کی جانب سے پورے ملک سے آئے امیدواروں میں سے کیا جاتا ہے، ہر سال 25 طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے، انہیں ایک ہزار روپئے ماہانہ وظیفہ کے ساتھ قیام وطعام کی سہولت بھی دی جاتی ہے، داخلہ کے لئے کسی ہندوستانی مدرسہ سے عالم کی ڈگری لینا لازم ہوتا ہے، فاضل اور مفتی بھی داخلے کے اہل ہیں۔

نصاب

اس ایک سالہ نصاب کا مقصود یہ ہے کہ مدرسہ کے فارغ التحصیل علماء کو جدید معاشرتی ومالیاتی امور سے واقف کرایا جائے اور سائنس وٹیکنالوجی کے فروغ سے جو تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں ان سے وہ متعارف ہوں، طلباء کو اس انداز سے تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اسلام کو صحیح انداز سے سمجھانے کے لئے ملی معاشرہ میں قائدانہ کردار ادا کرسکیں اور عالمی سطح پر ماحول اور تہذیبی عوامل میں ہونے والی تبدیلیوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کرسکیں۔ اس نصاب کے تحت جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں ان میں انگریزی، اطلاعاتی ٹکنالوجی، ابلاغِ عامہ، مینجمنٹ اور شخصیت کا فروغ، اسلامی اقتصادیات اور مالیات، سائنس اور ماحولیات، اسلامی تاریخ اور تحقیقی منہج، مسلم معاشرے کے مسائل، اسلامی مطالعات اور تقابلی مذاہب وغیرہ شامل ہیں، تدریس جزوقتی یا مہمان اساتذہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ انہیں آمدورفت کا کرایہ اور کچھ اعزازیہ بھی پیش کیا جاتا ہے، انتظامی اور ارتباطی امور ادارہ کے مستقل عملہ کے ذمہ ہیں۔

اسلامی اقتصادیات اور مالیات ان 8 مضامین میں سے ایک ہے جو اس نصاب کے تحت پڑھائے جاتے ہیں، تعلیمی سال کے دوران دو اور تین کے مراحل کے تحت 30 گھنٹوں کی تعلیم دی جاتی ہے، میقاتی امتحانات بھی منعقد ہوتے ہیں، سال کے آخر میں کامیاب طلباء کو ادارہ کی طرف سے ڈپلومہ بھی دیا جاتا ہے۔

اقتصادیات اور اسلامی اقتصادیات کے موضوعات اور امکانات

سرمایہ داری اشتراکیت اور ملی جلی اقتصادیات کے مقابلے میں اور اسے نجی دائرہ میں لانے کا موجودہ رجحان، مسلمانوں کی موجودہ اقتصادی حالت، پسماندگی، اسباب وعلاج، تجارتی اداروں کی ساخت، اسلامی مالیات اور بینک کاری کے اصول اور ان کے ادارے، اسلامی فلاحی

مالیات اور کاروباری مالیات کے درمیان فرق، اسلامی مالیات اور بینکنگ کے ذرائع، ہندوستان اور دیگر ممالک میں اسلامی مالیاتی اداروں کے فروغ کی راہ میں مسائل ومشکلات، ہندوستانی بینک کاری نظام، ہندوستان کی مالیاتی اور بجٹ کی پالیسیاں بشمول بینکوں کا کردار، غریبی کے ازالہ، فروغ اور استحکام کے لئے اسلامی مالیات۔

طلباء کو اسلامی مالیات سے روشناس کرانے کے لئے ادارہ میں ایک غیر سودی کوآپریٹیو کریڈٹ سوسائٹی شروع کی گئی ہے جسے گذشتہ 5 سال سے طلباء کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں، اس سے انہیں اسلامی مالیاتی اداروں کو چلانے کا عملی تجربہ بھی حاصل ہوتا ہے۔

کارکردگی

طلباء اسلامی اقتصادیات اور مالیات کے مطالعہ میں گہری دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں جو ان کے لئے بالکل ایک نیا موضوع ہے، ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ ان کے تعلیمی نصاب میں البیوع جیسی کتاب بھی پڑھائی جاتی ہے لیکن اس کی تدریس توجہ سے نہیں کی جاتی، یا تو اسے پڑھایا ہی نہیں جاتا، یا پھر بسرعت پڑھادیا جاتا ہے۔ اس میں اس میدان کی عصری تبدیلیوں اور ترقیات کا کوئی حوالہ بھی نہیں ہوتا۔ ایک اچھی لائبریری، پروجیکٹر اور انٹرنیٹ کی سہولیات بھی طلباء کو فراہم کی جاتی ہیں، یہ طلبہ کا آٹھواں گروپ ہے ان 175 کامیاب طلبہ میں سے جنہوں نے یہ کورس مکمل کیا ہے صرف تین ہی اسلامی مالیاتی اداروں میں کام کررہے ہیں، ان میں سے بعض نے اپنا کاروبار بھی شروع کیا ہے، بقیہ افراد میں سے اکثر امام یا معلم کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں، ان میں صرف دو خلیجی ممالک میں کام کررہے ہیں۔

مسائل

1- تدریس کی زبان (میڈیم) سب سے اوّلیں مسئلہ ہے، پورے تعلیمی سال کے دوران

انگریزی پڑھائے جانے کے باوجود طلباء انگریزی میں اس قدر کمزور ہوتے ہیں کہ انہیں اردو میں درس دینا پڑتا ہے تاکہ وہ مضمون کو سمجھ سکیں، اردو میں تدریس کا مسئلہ یہ ہے کہ اس زبان میں تدریس کے لئے مبسوط علمی مواد فراہم نہیں ہے جس کی وجہ سے طلباء کا تعلیمی معیار متاثر ہوتا ہے۔

2- اردو میں اقتصادیات پر کتابوں اور رسائل کی کمی ایک ایسا مسئلہ ہے جسے آسانی سے حل نہیں کیا جاسکتا، اس کے مقابلے میں انگریزی میں اقتصادیات پر اس قدر وسیع مواد دستیاب ہے کہ دونوں زبانوں میں اس خلیج کو پر کرنا مستقبل قریب میں مشکل مرحلہ ہے۔ علاوہ ازیں بینکوں اور مالیاتی اداروں میں جو اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں وہ بھی سب انگریزی میں ہیں اس لئے یہ بات مدارس کے طلباء کے مفاد میں ہوگی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو انگریزی پر عبور حاصل کرلیں۔

3- طلباء کو اسلامی اقتصادیات اور مالیات دیگر سات مضامین کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اس مضمون میں کامل مہارت حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں، وہ مضمون کی صرف ابتدائی معلومات حاصل کرپاتے ہیں، مضمون پر عبور حاصل کرنے اور اسے ذاتی اور معاشرتی اقتصادی امور میں اطلاق کرنے کے لئے انہیں پورے سال اسلامی اقتصادیات و مالیات کا یکسوئی سے مطالعہ کرنا ضروری ہے، دارالامور میں طلباء کی توجہ اس مضمون کے ساتھ ان سات دیگر مضامین کے درمیان بٹ جاتی ہے جو اس مضمون کے ساتھ پڑھائے جاتے ہیں۔

4- اسلامی اقتصادیات کے طلباء کے لئے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے استعمال میں مہارت حاصل کرنا لازمی امر ہے، اقتصادیات اور دیگر موضوعات پر جدید ترین اطلاعات انٹرنیٹ پر بآسانی دستیاب ہیں، دارالامور کے طلباء کو یہ معلومات آزادانہ طور پر فراہم کی جاتی ہیں لیکن انگریزی زبان پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے اکثر طلباء اس سہولت سے بآسانی فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔

الجامعۃ الاسلامیہ،شانتاپورم، کیرالا

جامعہ اسلامیہ ایک مستقل عمارت میں باضابطہ مدرسہ چلا رہی ہے جس میں علوم اسلامی قرآن مجید، حفظ، حدیث، فقہ، مذاہب کا تقابلی مطالعہ، عربی اور انگریزی زبانیں وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں، جامعہ کا قیام 1955ء میں عمل میں آیا تھا۔ جامعہ اب یونیورسٹی جیسی حیثیت (ڈیمڈ یونیورسٹی) کا درجہ حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ 2004ء میں جامعہ نے اسلامی اقتصادیات ومالیات میں ایک سال کا پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ کورس بھی شروع کیا ہے، اس کورس کو مارک فیلڈ انسٹی ٹیوٹ آف ہائر ایجوکیشن (ایم آئی ایچ ای) برطانیہ نے تسلیم کرلیا ہے، داخلے کے لئے کم سے کم مطلوب قابلیت گریجویشن ہے، کامرس اور اقتصادیات کے گریجویٹس کو ترجیح دی جاتی ہے، اکثر طلباء جو داخلہ کے خواہشمند ہیں وہ کامرس گریجویٹ ہیں، تاہم بعض چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ اور متعدد سائنس اور آرٹ گریجویٹ بھی داخلہ کے لئے درخواستیں دیتے ہیں، اس سال ایک عالم نے بھی داخلہ حاصل کیا ہے پہلی بار لڑکیوں کو بھی اس کورس میں داخلہ دیا گیا ہے، تمام طلباءکو قیام وطعام کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

نصاب کے مقاصد

1 - طلباء میں یہ صلاحیت پیدا کرنا کہ وہ اسلامی ممالک کے موجودہ اقتصادی مسائل کو سمجھیں اور ان کا تجزیہ کرسکیں۔

2 - اسلامی ذہن رکھنے والے ایسے نوجوانوں کو تربیت دینا جو عوام میں اسلامی اقتصادیات کی نشر واشاعت کرسکیں۔

3 - اسلامی مالیاتی اداروں کو مطلوب ماہرین فراہم کرنا۔ ادارہ میں ایک اعزازی ڈائریکٹر ایک معاون ڈائریکٹر ایک کُل وقتی کوآرڈی نیٹر اور تقریبا 18 جز وقتی اساتذہ مقامی ملکی اور غیر ملکی تعلیمی اداروں سے آتے ہیں۔

کورس

تعلیمی سال کے دوران سات پیپر پڑھائے جاتے ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا پرچہ: اسلامی اقتصادیات کے اصول اور نوعیت: اسلامی اقتصادیات کی نوعیت اور امکانات، اسلامی اقتصادی نظام کے تحت اسلامی اقتصادیات کا فروغ اور تاریخ - اسلام میں عوامی اقتصادیات اور روایتی نظام میں عوامی اقتصادیات، اقتصادی ترقی کے لئے اسلامی اور روایتی طریقہ کار - روایتی اور اسلامی اقتصادیات میں فلاحی معاشیات، پیداوار، اسلام میں معارفیت اور تقسیم، قیمتیں اور مارکیٹ اسلامی ملک میں تجارتی اداروں کا کردار۔

دوسرا پرچہ: قرآن وحدیث میں اقتصادیات کے بنیادی تصورات، اسلام میں سرمایہ اور رقوم کا تصور، اسلام میں ملکیت، قرآن کی نگاہ میں سرمایہ داری کیا ہے، زکوۃ، ربا (سود اور مہاجنی سود)، اسلام میں وراثت کے قوانین۔

تیسرا پرچہ: اسلامی بینکنگ اور انشورنس: اسلامی بینکنگ کا تعارف، اسلامی بینکوں کے مالی گوشوارے، اسلامی کمرشیل بینکوں کا روایتی بینکنگ سسٹم، اسلامی انشورنس، تکافل، ہندوستان کے قانونی حوالے سے اسلامی بینکنگ، اسلامی بینکوں کے ذریعہ مالیاتی ٹیکنالوجی کا استعمال۔

چوتھا پرچہ: اسلامی مالیات: مغربی سیکورٹیز مارکیٹ میں کاروبار، کاروباری لین دین سے متعلق اسلامی قوانین، اسلامی تجارتی قوانین، اثاثوں اور رقوم کا اسلامی طرز سے نظم اور بندوبست، اسلامی بانڈ مارکیٹ (صکوک) اسلامی مالیاتی اداروں کی کارکردگی پر کنٹرول رکھنے کے لئے شرعی نگرانی بورڈ کا کردار، اسلامی تجارتی ادارے قرض حسن، تجارتی سرمایہ کاری سہولیات۔

پانچواں پرچہ: کمپیوٹر کے استعمال سے حسابات تیار کرنا، تعارف، اصول حسابات، تصور اور روایت، حسابات کی کارروائی، اندراج، کھاتہ لکھنا اور آزمائشی بیلنس شیٹ تیار کرنا، جرائد میں اندراج، لیجر، فائنل حسابات، کاروبار اور خسارہ ومنافع کا حساب، کاروباری حصص، منافع خسارہ کا

حساب، ایڈجسٹ منٹ کا اندراج، تیلی، پچ ٹری۔

چھٹا پرچہ: بنیادی (ابتدائی) عربی -لازمی صرف ونحو، بات چیت کی مشق، ترجمہ عربی میں خطوط اور درخواستیں لکھنے کی مشق۔

ساتواں پرچہ: جدید بینکنگ، مالیات اور انشورنس، تجارتی بینکنگ بازار کا سرمایہ امور اس کے عوامل وعناصر، بینکنگ ریگولیشن ایکٹ، بینکنگ سروسز میں جدید کاری، بینکر اور پیسہ جمع کرانے والوں کے درمیان تعلقات، کھاتہ کھولنا اور اسے آپریٹ کرنا، چیک، قرضے اور پیشگی کریڈٹ کارڈ، انشورنس، شعبے اور اقسام۔

کارکردگی

اس کورس میں ہر سال تقریباتیں طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے، اس سال کورس میں طلباء کی بڑھتی ہوئی رغبت کو دیکھتے ہوئے یہ تعداد40 تک بڑھادی گئی ہے ان 97 طلباء میں سے جنہوں نے اب تک یہ کورس مکمل کیا ہے، 25 غیر ممالک میں برسر روزگار ہیں خصوصاً خلیجی ممالک میں، حالانکہ ان میں سے صرف تین ہی ایسے ہیں جو اسلامی مالیاتی اداروں میں کام کرتے ہیں ان ہی میں سے ہی چار ہندوستان میں اسلامی مالیاتی اداروں میں برسرکار ہیں، بقیہ ہندوستان میں ہی دیگر پیشہ ورانہ ملازمتوں میں ہیں یا پھر اعلاتعلیم حاصل کررہے ہیں۔

طلباء سے سخت محنت کرائی جاتی ہے، نصاب کے مشتملات بہت اہم ہیں اور بورڈ آف اسٹڈیز اُن پر نظر ثانی کرتا رہتا ہے، منصوبہ یہ ہے کہ آئندہ سال سے موجودہ ڈپلومہ کو دو سالہ پوسٹ گریجویٹ ڈگری میں تبدیل کردیا جائے اور اسے مزید ہمہ جہت بنایا جائے، جدید تدریسی سہولیات مثلاً ایل سی ڈی اور انٹرنیٹ بھی دستیاب ہیں، ادارے میں ایک اچھی لائبریری ہے جس میں اسلامی اقتصادیات ومالیات پر 500 کتابیں اور رپورٹیں موجود ہیں یہ طلباء کے لئے بڑا علمی سرمایہ ہے، تدریس کے ساتھ سمینار، ورکشاپ اور گروپ مباحثے بھی کرائے جاتے ہیں، جس

سے طلباء کو مزید آسانی ہوتی ہے، پراجیکٹ پر کام اور مناقشہ (وائیوا) ۔ میں بھی دونوں پرچوں میں100، 100 نمبر ہیں جو فائنل امتحان میں دیئے جاتے ہیں، کامیاب طلبہ کو ڈپلومہ ادارہ اور اہم آئی ایچ ای (MIHE) کی جانب سے دیا جاتا ہے۔

مسائل:1- یہ انگلش میڈیم کورس یونیورسٹی کے گریجویٹس کے لئے مرتب کیا گیا ہے نہ کہ عالم اور مدرسہ کے طلباء کے لئے، اس سال جس عالم کو داخلہ دیا گیا ہے وہ کچھ ایسا محسوس کرتا ہے جیسے پانی سے باہر مچھلی ہوتی ہے۔

2- دیگر طلباء کی انگریزی کا معیار بھی اچھا نہیں ہے کیونکہ ان میں سے اکثریت کا تعلق کیرالا سے ہے جو صرف ملیالم زبان بولتے ہیں، اگر اس کورس میں پورے ملک کے طلباء کو داخلہ دیا جائے اور تجارتی سطح پر چلایا جائے تو اس کے زیادہ بہتر نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

3- انٹرن شپ تجربہ کے لئے صرف ایک ماہ کام کرنا کافی نہیں ہے عملی تجربہ حاصل کرنے کے لئے کسی بڑے کوآپریٹیو بینک میں کم سے کم ایک سال کی مدت مقرر ہونی چاہئے یا پھر غیر ملکی مالیاتی اداروں سے رابطہ قائم کرکے اس تجرباتی مدت میں طلباء کو تربیت دی جائے اس سے روزگار کے مواقع بڑھیں گے۔

4- کامیاب طلباء کو روزگار کے حصول میں دشواری پیش آتی ہے کیونکہ وہ اسلامی اقتصادی ومالیاتی اداروں یا غیر ممالک میں اسلامی بینکوں میں کام تلاش کرتے ہیں جو کہ تجربہ کاروں کو بھی ملازم رکھتے ہیں، ایسے طلباء ہندوستان میں باہمی فنڈ کے اداروں یا کاروباری سرمایہ کاری فرموں میں کام کرکے تجربہ حاصل کرسکتے ہیں بشرطیکہ وہ انگریزی میں شخصیاتی ترقی کے نقطۂ نظر سے کام کریں۔

5- اسلامی اقتصادیات ومالیات میں تجربہ کار اور تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی بھی ایک بڑا مسئلہ ہے ان مضامین میں ریسرچ اور ٹریننگ کی سہولیات فراہم کرکے اسے دور کیا جاسکتا ہے۔

6- اردو اور انگریزی میں ان موضوعات پر مزید کتابوں کی بھی ضرورت ہے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور پانڈیچیری سنٹرل یونیورسٹی میں اسلامی اقتصادیات ومالیات پر نئے کورس شروع کئے گئے ہیں، امید ہے کہ اس دشواری پر جلد ہی قابو پالیا جائے گا۔

اختتام اور تجاویز

اور جن دواداروں کے نصاب تعلیم پر بحث کی گئی ہے وہ دونوں ہی ہمارے مدرسوں کے تعلیمی نصاب میں اسلامی اقتصادیات ومالیات کی تدریس کے لائق نہیں ہیں، نہ مقصد کے لحاظ سے نہ عوامل کے اعتبار سے۔

1- ہمیں سب سے پہلے مدارس میں اسلامی اقتصادیات ومالیات کی تدریس کے مقاصد کا تعین کرنا چاہئے۔

سب سے اول مقصد یہ ہوگا کہ علماء میں یہ صلاحیت پیدا کی جائے کہ وہ اسلامی اقتصادیات ومالیات کے بارے میں عوام کو باخبر کرسکیں، وہ خود اسے سمجھیں اور پھر لوگوں کو اس کی جانب راغب کریں۔

2- دوسرا مقصد یہ ہوسکتا ہے کہ ہم چند علماء کو اسلامی اقتصادیات ومالیات میں تخصص کے مواقع فراہم کریں تا کہ وہ اس میدان بشمول اسلامی بینکنگ اور مالیات پر تحقیق اور فروغ کا کام کریں، اس بارے میں شرعی ضوابط اور ان کی پابندی، اسی کے ساتھ یہ کہ وہ اس میدان میں ملازمت بھی حاصل کرسکیں۔

3- پہلے مقصد کے حصول کے لئے عالم کے موجودہ نصاب میں اسلامی اقتصادیات و مالیات کا جو جزوی نصاب ہے اسے جدید تبدیلیوں کے مطابق فروغ دے کر مکمل اور جامع بنایا جائے، متبادل کے طور پر عالمیت کے نصاب میں اسلامی اقتصادیات و مالیات کا دو سالہ نصاب خصوصی مطالعہ کے طور پر رکھا جائے اور مطلوبہ مقاصد کے تحت یہ نصاب جدید تقاضوں کے

مطابق ہونا چاہئے، دونوں کیسوں میں یہ مضامین پڑھانے والے اساتذہ کو خصوصی تربیت دی جائے تا کہ وہ مدارس میں یہ مضمون پڑھانے کا حق ادا کرسکیں، متعلقہ مضمون پر اردو میں کتابیں فراہم کرنے کا بندوبست بھی کیا جانا چاہئے۔

4- دوسرا مقصد حاصل کرنے کے لئے عالمیت کی تعلیم کی پوری مدت میں انگریزی کی باضابطہ تعلیم دی جائے گی، اس کے بعد اسلامی اقتصادیات ومالیات کا ایک دوسالہ مدت کا جامع کورس عالمیت کے بعد شروع ہوگا جو بالکل انگریزی زبان میں ہوگا، بہتر ہو کہ یہ نصاب مرتب کر کے مدرسہ میں ہی اس کی تعلیم دی جائے، جب تک مدارس کے چند اساتذہ اس نصاب تعلیم کی تدریس میں مہارت حاصل نہ کرلیں اس وقت تک اس کی تدریس کے لئے بیرونی اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

تدریس کے لئے مطلوبہ سہولیات لائبریری، کمپیوٹر، انٹرنیٹ کتابیں جرائد کی فراہمی بھی ضروری ہے ان اخراجات کے لئے اس پیشہ ورانہ کورس کے طلبہ سے مناسب فیس بھی وصول کی جاسکتی ہے، اسکالرشپ (وظیفہ) اور مستحق طلباء کے لئے بلاسودی قرضوں کا اہتمام بھی کیا جانا چاہئے، اس کورس میں داخلہ کے لئے یونیورسٹی کے گریجویٹ کو بھی موقع دیا جانا چاہئے تا کہ تمام طلبہ کو باہمی ارتباط سے فائدہ حاصل ہو۔

5- جنوب اور شمالی ہند کے دو دو مدارس میں اسلامی اقتصادیات ومالیات کے اس کورس کی تعلیم کا آزمائشی طور پر بندوبست کیا جانا چاہئے اس کے ساتھ ایسے تمام مدارس جہاں عالمیت کی سطح کی تعلیم دی جاتی ہے ان سے درخواست کی جائے کہ وہ اسلامی اقتصادیات اور مالیات کو بطور ایک لازمی مضمون کے اپنے عالمیت کے نصاب میں شامل کرلیں۔

6- تمام اسلامی مدارس، کالج، دارالعلوم اور یونیورسٹیوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے اپنے کیمپس میں کوآپریٹیو سوسائٹی قائم کریں تا کہ ان کے مالی واقتصادی امور اسلامی مالیاتی منہج

کے مطابق پورے ہوسکیں، اس سے انہیں اسلامی مالیاتی اصولوں کو سمجھنے اور عملی تجربہ حاصل کرنے میں آسانی ہوگی، اور اسلامی اقتصادیات و مالیات کے طلبہ کو بھی اس سے عملی تجربہ حاصل کرنے کے مواقع فراہم ہوں۔

الجامعۃ الاسلامیہ (شانتاپورم) میں اسلامی مالیات کی تعلیم ٭

محمد پلاتھ ٭٭

تعارف:

الجامعۃ الاسلامیہ جنوبی ہند کا ایک معروف تعلیمی ادارہ ہے اس کا قیام 1955ء میں اسلامیہ کالج شانتاپورم کے نام سے عمل میں آیا، 2003ء میں نامور مسلم دانشور ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اسے یونیورسٹی سطح کا تعلیمی ادارہ قرار دیا۔ اور اب اسے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے یونیورسٹی جیسا ادارہ (Deemed to be university) قرار دیئے جانے کے لئے کارروائی زیر عمل ہے۔

مقاصد و مشاریع:

۱- جدید طرز و منہاج کے مطابق اسلامی نظریات کو تقویت دینا اور نئی نسل کو اپنے مسائل اسلامی تناظر میں حل کرنے کے لئے آمادہ کرنا۔

۲- غریب اور پسماندہ طبقات کے طلبہ کو مفت تعلیم دے کر انہیں معاشرہ میں وقار واعتماد کا مقام دلانا۔

٭ اصلاً یہ مقالہ انگریزی میں لکھا گیا تھا، چونکہ مصنف کی مادری زبان ملیالم ہے اور وہ اردو سے واقف نہیں اردو میں یہ مقالہ جناب ایچ عبدالرقیب نے ورکشاپ میں پیش کیا۔ (مرتب)

٭٭ جامعہ اسلامیہ میں اسلامی مالیات کورس کے کوآرڈی نیٹر۔

۳-اقلیتوں اور دیگر کمزور طبقات کے لئے تعلیمی فروغ کے مواقع فراہم کرنا۔
۴- نئی نسل کو اخلاقی اور تعلیمی سطح پر اس قابل بنانا کہ وہ ملک کے لئے تخلیقی ارتقاء کا کام کرسکیں۔

۵- اسلامی مضامین وموضوعات کے مطالعہ کے لئے ایک عالمی سطح اور معیار کا تعلیمی ادارہ قائم کرنا اور بہترین طلباء سامنے لانا۔

مشاورتی کونسل:

چیرمین: ڈاکٹر یوسف القرضاوی (قطر)، **ممبران:** ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف (سعودی عرب)، ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی (قطر)، ڈاکٹر علی محمد الحمدی (قطر)، ڈاکٹر سعید عبداللہ جارب (متحدہ عرب امارات)، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی (ہندوستان)، ڈاکٹر ابراہیم بوسلہا (متحدہ عرب امارات)، پروفیسر ناصر عبداللہ ہمدانی (متحدہ عرب امارات)، پروفیسر عبدالقادر ذہبی العجیل (کویت)، پروفیسر نادر عبدالعزیز النوری (کویت)، پروفیسر محمد عبدالرزاق صدیقی (متحدہ عرب امارات)۔

سپریم کونسل:

چیرمین: جناب ٹی عارف علی (امیر جماعت اسلامی ہند کیرالا)، **ممبران:** ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی، ڈاکٹر محمد رفاہ، ڈاکٹر احمد سجاد، شیخ جلال الدین عمری، پروفیسر عبدالرحمٰن، شیخ عبدالاحد ازہری، جناب ایم آئی عبدالعزیز، جناب کے عبدالرحمٰن حسن، جناب ایم وی محمد سلیم

گورننگ باڈی:

چانسلر	ڈاکٹر عبدالحق انصاری	(ایم اے پی ایچ ڈی، ایم آئی ایس ہارورڈ)
وائس چانسلر:	پروفیسر علی بادولی	(ایم اے (قم یونیورسٹی)
ڈپٹی وائس چانسلر:	ڈاکٹر ایم عبدالسلام	(ایم اے پی ایچ ڈی)

پروگرام اور سرگرمیاں:

تیاری کے کورسز (پری پریٹری کورس)

فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز (اصول الدین)

فیکلٹی آف اسلامی فقہ (شریعت)

فیکلٹی برائے قرآنی مطالعات

فیکلٹی برائے تقابلی مذاہب

فیکلٹی آف حدیث

مرکز برائے تحقیق اور اعلیٰ مطالعات

فیکلٹی برائے اسلامی معاشیات و مالیات

اسلامی معاشیات و اسلامی مالیات علمی شعبے اور اسلامی مالیاتی ادارہ کے طور پر تمام دنیا میں عظیم الشان ارتقائی مراحل طے کر رہا ہے۔ لیکن ماہرین اقتصادیات کی اکثریت اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے اور اسی شعبۂ علمی میں مطالعہ و تعلیم کی آسانیاں بمشکل ہی فراہم کی جاتی ہیں، کیونکہ مروّجہ یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم میں اسلامی اقتصادیات بطور ایک مضمون شامل کرانے کی کوشش کامیاب نہیں ہوسکی، اس لئے اسلامی اقتصادیات کی ہندوستانی انجمن (Indian Association for Islamic Economics) کی کیرالا شاخ نے اسلامی معاشیات و مالیات میں پوسٹ گریجویٹ ڈپلوما کا ایک نصاب مرتب کیا اور الجامعۃ الاسلامیہ سے رابطہ کرکے اسے داخل نصاب کرنے کی درخواست کی، اب الجامعۃ الاسلامیہ میں اس نصاب کی تعلیم دی جارہی ہے اور اسے مارک فیلڈ انسٹی ٹیوٹ آف ہائر ایجوکیشن (ایم آئی ایچ ای) لندن نے تسلیم کرلیا ہے۔

یہ ڈپلومہ ایک مربوط نصاب تعلیم ہے جو اسلامی معاشیات ومالیات کے نظریاتی (Theoretical) اوراطلاقی (Applied) پہلوؤں پر مشتمل ہے، روایتی معاشیات، بینک کاری اور مالیات کا تقابلی جائزہ اور اس کا اسلامی متبادل بھی اس نصاب تعلیم کا ایک حصہ ہے، طلبہ کو اس شعبہ علمی کی ارتقائی تاریخ اور مستقبل کی امکانیات سے بھی واقف کرایا جاتا ہے۔ اس نصاب میں طالب علم کے لئے ایک ماہ تک کسی مالیاتی ادارے میں عملی تربیت (انٹرن شپ) حاصل کرنا اور پراجیکٹ رپورٹ تیار کرنا بھی شامل ہے۔

پوسٹ گریجویٹ اسلامی معاشیات ومالیات ڈپلومہ (پی جی ڈی آئی ای ایف) کا بورڈ آف اسٹڈیز

چیرمین: ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی

ڈائریکٹر: ڈاکٹر پی ابراہیم

ممبران: ڈاکٹر اوصاف احمد، ڈاکٹر شارق نثار، ڈاکٹر رحمت اللہ، ڈاکٹر ایم آئی باغ سراج، ڈاکٹر کے کے محمد، ڈاکٹر اے ٹی رحمت اللہ، ڈاکٹر سی پی شہید رمضان

کورس (نصاب تعلیم) کے مقاصد

1- طلباء میں یہ صلاحیت پیدا کرنا کہ وہ اسلامی تناظر میں عصری معاشیاتی مسائل کا مطالعہ اور تجزیہ کرسکیں۔

2- اسلامی ذہن وفکر سے کامل وابستگی رکھنے والے ایسے نوجوانوں کی تربیت کرنا جو اسلامی معاشیات ومالیات کے پیغام کی تشہیر کرسکیں۔

3- اسلامی مالیاتی اداروں میں مطلوب ماہرین فراہم کرنا۔

سات پرچوں کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے:

پہلا پرچہ:

اسلامی معاشیات کے اصول اور نوعیت - اسلامی معاشیات کی نوعیت اور امکانات - اسلامی معاشیاتی نظم کے ذریعہ اسلامی معاشیات کے ارتقاء کی تاریخ، اسلام میں عوامی معاشیات بمقابلہ روایتی معاشیاتی نظام، اقتصادی ترقی کے لئے اسلامی اور روایتی طریق کار، اسلامی اور روایتی معاشیات میں فلاحی اقتصادیات، پیداوار، اسلام میں کھپت اور تقسیم (کا نظام)، مارکیٹ اور قیمتیں، اسلامی معاشیات میں فرم (تجارتی اداروں) کا کردار۔

دوسرا پرچہ:

قرآن وحدیث میں بنیادی اقتصادی امور، اسلام میں سرمایہ اور رقوم کا تصور، اسلام میں ملکیت، قرآن کی نگاہ میں سرمایہ داری کا کیا مقام ہے؟ زکوۃ، ربا (بینک انٹرسٹ اور مہاجنی سود) اسلام میں قوانین وراثت۔

تیسرا پرچہ:

اسلامی بینکنگ اور انشورنس، اسلامی بینکنگ کا تعارف، اسلامی بینکوں کا مالیاتی جائزہ، اسلامی مالیات کاروباری بینکوں میں، روایتی بینکوں کا طریق کار، اسلامی انشورنس: تکافل، ہندوستانی قانونی حوالے سے اسلامی بینکنگ، اسلامی بینکوں کے ذریعہ مالیاتی ٹیکنک کا استعمال۔

چوتھا پرچہ- اسلامی مالیات:

مغربی سیکورٹیز، مارکیٹ کا چلن، کاروباری لین دین کی پابندی اور اسلامی قوانین، اسلامی تجارتی اصول، اثاثوں اور فنڈز (رقوم) کا اسلامی بندوبست، اسلامی بانڈ مارکیٹ (صکوک)، اسلامی مالیاتی اداروں کی کارکردگی پر کنٹرول رکھنے کے لئے شرعی نگرانی بورڈ کا کردار، اسلامی طرز کی تجارتی شرکت، قرض حسن، کاروباری سرمایہ کا خاکہ۔

پانچواں پرچہ:

حسابات اور کمپیوٹر کا استعمال، تعارف، اصول حسابات: تصور اور روایت، حسابات کا طریق کار، تحریر اندراج اور آزمائشی بیلنس تیار کرنا، جرائد میں لکھنا، لیجر (کھاتہ)، حتمی حسابات، کاروبار خسارہ اور منافع کے حسابات، قدر اندازی (Evaluation) (اسٹاک اور شیئرز) منافع وخسارہ کے حسابات، کھپت کا اندراج، نیلی پیچ ڑی۔

چھٹا پرچہ- مبادیات عربی (کاروباری امور میں کام آنے والی زبان)

لازمی گرامر (صرف ونحو)، بول چال کی مشق، ترجمہ، عربی میں خطوط اور درخواستیں لکھنے کی مشق۔

ساتواں پرچہ:

جدید بینکنگ، تجارتی بینکنگ، بینکنگ ضوابط ایکٹ، مالیات اور انشورنس، مالی مارکیٹ اور اس کے اجزاء، بینکنگ سروس میں جدید انداز، بینکنگ کے ذمہ داروں اور بینک سے لین دین کرنے والوں کے درمیان رشتہ، بینک میں کھاتہ کھولنا اور لین دین (آپریٹ) کرنا چیک، قرضہ اور پیشگی، کریڈٹ کارڈ، انشورنس، خاکہ، نوعیت، انٹرن شپ (عملی تجربہ) اس نصاب تعلیم کے تحت ایک ماہ کی انٹرن شپ لازمی ہے جسے طلباء کو کسی معروف مالیاتی ادارہ میں سرانجام دینا ہوتا ہے۔

پروجیکٹ رپورٹ

نصاب تعلیم کی جزوی تکمیل کے طور پر طلبہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کسی مالیاتی شعبہ سے متعلق ایک پروجیکٹ رپورٹ مرتب کر کے پیش کریں اس پر سونمبر دیئے جاتے ہیں، یہ

پروجیکٹ رپورٹ کسی فیکلٹی ممبر کی نگرانی اور رہنمائی میں مرتب کی جاتی ہے۔

وائیوا(مناقشہ-زبانی امتحان)

فائنل امتحان کے بعد طلبہ کو زبانی امتحان (وائیوا ووسی)(Vivavoce) کے لئے پیش ہونا لازمی ہے اس کے لئے بھی سونمبر مخصوص ہیں یہ زبانی امتحان اس مقالہ اور اس پر وجیکٹ رپورٹ کی بنیاد پر ہوتا ہے جو انہوں نے پیش کئے ہیں۔

کورس کی مدت

اس کورس کی مدت ایک تعلیمی سال ہے جو دس ماہ پر مشتمل ہے۔

مطلوبہ قابلیت

کسی تسلیم شدہ یونیورسٹی سے گریجویشن -ترجیحی طور پر اقتصادیات (اکنامکس) یا علم تجارت (کامرس) ہونا چاہئے۔

داخلہ

امیدواروں کو گریجویشن میں حاصل شدہ نمبروں اور انٹرویو میں ظاہر کی گئی صلاحیت کی بنیاد پر داخلہ دیا جاتا ہے۔

طلبہ کی تعداد: سال کے دوران داخلہ

سال	طلباء کی تعداد
2004-2005ء	28
2005-2006ء	22

2006-2007ء	17
2007-2008ء	30
2008-2009ء	40

سرٹیفیکیٹ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم سنتھاپورم کی سپریم کونسل کی جانب سے سال ۲۰۰۹ءاوراس سے آگے دیئے جائیں گے اور یہ ایم آئی ایچ ای لیسٹر (یوکے) کی جانب سے بھی دیئے جاسکیں گے۔

تدریس، تعلیم اور جائزہ

تدریس وتعلیم کا طریقہ

الف-لیکچروں کے ذریعہ
ب- ایل سی ڈی پروجیکٹر کے استعمال کے ذریعہ
ج -طلبہ کومطالعاتی کام سونپ کر
د- سمیناروں کے ذریعہ

صلاحیت کا جائزہ

الف- امتحانات کےذریعہ
ب- گروپ مباحثوں کے ذریعہ
ج - انٹرویو
د- مناقشہ (زبانی امتحان)
ہ- پروجیکٹ رپورٹ

تدریس کے بارے میں اندازہ کرنا

فیکلٹی گاہ بگاہ طلبہ سے تدریس کی بابت ان کے تاثرات معلوم کرتی ہے اور تدارکی اقدامات کرتی ہے۔

سالانہ پروگرام کا جائزہ

اکیڈمک کونسل سالانہ جائزہ لیتی ہے اور وقتاً فوقتاً کورس کے ڈھانچہ اور نصاب میں ترامیم کرتی ہے۔

کتب خانہ

الجامعۃ الاسلامیہ کی لائبریری جنوبی ہند میں سب سے بڑی لائبریری ہے اس میں انگریزی اردو عربی ملیالم وغیرہ زبانوں میں ۳۱۰۰۰ کتابیں ہیں جو مختلف موضوعات پر ہیں لائبریری ۹۵ رسالے اور جرائد بھی خریدتی ہے اسلامی معاشیات ومالیات کے شعبہ میں اس عنوان پر ۵۰۰ کتابیں دستیاب ہیں۔

ایسوسی ایشن

طلباء میں علمی رجحان کو فروغ دینے کے لئے ایک انجمن کی تشکیل کی گئی ہے، وہ ہفتہ واری جلسے کرتے ہیں اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ عوامی اجتماعات کے مواقع پر اسلامی معاشیات ومالیات پر مبنی نمائشوں کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور مختلف جرائد میں مقالات بھی لکھتے ہیں۔

مطالعاتی دورے

طلباء باضابطہ طور پر سالانہ مطالعاتی دوروں پر جاتے ہیں اس کے دوران وہ اسلامی

معاشیاتی اداروں، تاریخی مقامات اور تعلیمی اداروں کو دیکھتے ہیں۔

سمیناروں کا انعقاد

طلباء سمیناروں، کانفرنسوں اور ورکشاپوں کا انعقاد کرتے ہیں اور اس میدان کے عصری مسائل اور ترقیات کے متعلق امور پر بحث ومباحثہ کرتے ہیں۔

ابنائے قدیم کی انجمن

2006-7 میں فیکلٹی کی انجمن طلبائے قدیم قائم کی گئی۔ یہ انجمن مختلف پروگرام منعقد کرنے میں بہت فعال ہے، اس نے اسلامی معاشیات، مسائل اور امکانات پر تین ورکشاپوں کا انعقاد کیا، یہ ورکشاپ کیرالا کے تین بڑے شہروں کوچین، کالی کٹ اور تری وندرم میں منعقد کئے گئے، اس کے علاوہ ممبران کے دو اجتماع بھی منعقد کئے گئے۔

قیام وطعام کا بندوبست

یہ ایک سال کل وقتی رہائشی کورس ہے جس میں رہائش لازمی ہے، جامعہ کے کیمپس میں کھیل کے میدان، تفریح، حوض، کنویں، کینٹین، بیڈروم، اطلاعاتی وٹیکنالوجی مرکز، لائبریری اور ریسرچ کی سہولیات کا معقول انتظام ہے۔

مسائل ومشکلات

اس نصاب تعلیم میں مختلف دشواریاں بھی ہیں، مثلاً:

☆ اسے ابھی تک کسی ہندوستانی یونیورسٹی نے تسلیم نہیں کیا ہے۔

☆ نصابی کتابوں خصوصاً اسلامی معاشیات پر کتابیں کم دستیاب ہیں۔

☆ اس شعبہ علم میں کل وقتی اساتذہ اور ماہرین دستیاب نہیں ہوئے۔

☆ پریکٹیکل کرنے اورعملی تجربہ حاصل کرنے کے لئے اسلامی مالیاتی ادارے موجودنہیں ہیں۔
☆ ملازمت کےمواقع بہت کم ہیں۔

اختتام

طلباءکواسلامی معاشیات اور مالیات کےمختلف موضوعات کوروبہ عمل لانے کے لئے ترغیب اورتربیت دی جاسکتی ہےلیکن پھربھی ہمیں ایک طویل سفردرپیش ہے۔علمی برادری اور طلباءدونوں ہی اس نصاب تعلیم کی معنویت کا اعتراف کرنے لگے ہیں،لیکن ہمارے پاس ماہرین اورمتعلقہ سامان کی کمی ہے،جامعہ اس نصاب تعلیم کوایک ایسےمرکزی شعبہ تعلیم کےطور پرفروغ دینا چاہتی ہے جو ہندوستان اور ملک سے باہربھی اسلامی معاشیات کےسیکٹر کی مطلوبات پوری کرے گا۔

مدرسہ میں معاشیات کی تدریس کا ایک تجربہ*

سید زاہد احمد**

میرے کچھ ساتھی مدرسہ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ، یوپی سے فارغ ہوکر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بی یو ایم ایس کر رہے تھے۔ ان کو انگریزی میں کمزور دیکھ کر کبھی کبھی خواہش ہوتی تھی کہ میں مدرسوں میں انگریزی پڑھاؤں۔ اللہ نے اس کا موقع بھی عنایت کیا۔ 1995 میں جب میں نے اسلامک بینکنگ پر ریسرچ کے لئے درخواست دی تھی، اسی دوران جامعۃ الفلاح میں معاشیات کے استاد کی جگہ خالی ہوئی اور میں نے عرضی دے دی۔ ناظمِ مدرسہ مولانا رحمت اللہ صاحب نے مجھ سے یہ اقرار نامہ لیا تھا کہ میں سال کے بیچ میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا کیوں کہ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اگر میرا انتخاب ریسرچ کے لئے ہو جائے گا تو میں مدرسہ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ خیر میں نے ایک سال سے پہلے مدرسہ نہ چھوڑنے کے وعدہ پر تدریس کا کام قبول کرلیا۔ مدرسہ کی انتظامیہ نے مجھے عالمیت کے درجہ چہارم اور پنجم کے طلبہ کو معاشیات اور درجہ دوم اور سوم کے طلبہ کو انگریزی پڑھانے پر مامور کیا۔

جامعۃ الفلاح میں اُس وقت معاشیات کے لئے مرکزی بورڈ برائے ثانوی تعلیم

* اصلاً یہ مقالہ بھی انگریزی ہی میں لکھا گیا تھا۔ مصنف کسی ناگزیر وجہ کی بناء پر ورکشاپ میں شرکت نہ کرسکے۔ ان کی غیر موجودگی میں یہ مقالہ اوصاف احمد نے ورکشاپ میں پیش کیا۔ (مرتب)

** نائب سکریٹری جنرل، ایکمو ممبئی۔

(CBSE) کا نصاب مقرر تھا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ مدرسہ میں تدریسی زبان اردو تھی اور میں نے اردو میں کبھی نہ معاشیات پڑھی تھی اور نہ کوئی کتاب دیکھی تھی۔ میں مدرسہ کی لائبریری میں گیا مگر وہاں بھی کچھ نہیں ملا۔ میری ایک کمزوری یہ بھی تھی کہ میری تعلیم بھی اردو کے ذریعہ نہیں ہوئی تھی اس لئے میں نہ صحیح اردو لکھ سکتا تھا اور نہ اردو کی دستی تحریریں صحیح طور پر پڑھ سکتا تھا۔ اب ایسی حالت میں طلباء کو کس طرح پڑھاؤں یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میرے لئے مدرسہ کے طلباء کو اردو میں معاشیات پڑھانا مشکل تھا۔ پھر بھی جیسا کہ نیک کاموں میں اللہ کی مدد شامل حال رہتی ہے، مجھے بھی ایک طریقہ سوجھا۔ میں انگریزی کی اصطلاحات کا اردو ترجمہ لغت میں دیکھ کر سبق کو اردو ترجمہ کے ساتھ اپنے ذہن کو تیار کرتا اور پھر روزانہ کا سبق طلباء کو عام فہم زبان میں پڑھاتا۔ انگریزی میں معاشیات کی ایسی اصطلاحات جن کا اردو ترجمہ لغت میں نہیں ملتا تھا، ان کو بھی عام زبان میں سمجھاتا تھا اور طلباء سمجھ بھی جاتے تھے۔ اس طرح عام فہم زبان میں دئے گئے لیکچر کو طلباء اردو میں لکھ کر اپنا نوٹ تیار کر لیتے تھے۔ جو کچھ مجھے لکھ کر بتانے کی ضرورت ہوتی اس کے لئے میں طلباء سے کہتا کہ وہ خود بلیک بورڈ پر لکھیں جس سے ان کو مشق ہو جاتی۔ اس طرح وقت رہتے میں نے نہ صرف معاشیات کا پورا نصاب مکمل کیا، نصاب کے ساتھ ساتھ میں طلباء جدید اور اسلامی معاشیات کے فرق پر بھی درس بھی دیتا رہا تا کہ ان کی فکر اسلامی رہے اور آگے چل کر اسلامی معاشیات پر ہی کام کریں۔ میں جدید معاشیات کی خامیاں اور اسلامی معاشیات کی خوبیاں بیان کرنے کے علاوہ اسلامی معاشیات کے عملی امکانات پر بھی درس دیتا تھا کہ طلبہ کا ذہن اسلامی معاشیات کی امتیازی خصوصیات کی تبلیغ اور عمل کے لئے تیار ہو سکے کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر طلبہ یونی ورسٹی میں معاشیات پڑھیں گے تو وہاں غیر اسلامی نصاب ہی ہوگا۔

دوران تدریس میں نے محسوس کیا کہ طلبہ کے اندر احساس کمتری بھی پائی جاتی ہے اور

اکثر طلباء عصری تعلیمی اداروں سے مرعوب تھے کیوں کہ ان کو مدرسہ کی تعلیم سے اپنا مستقبل محفوظ نہیں لگتا تھا۔

بمبئی آنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ کئی طلبہ نے علی گڑھ اور دہلی میں معاشیات سے B.A. کیا۔ کئی سال کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک طالب علم نے معاشیات میں M.A. کیا اور ریسرچ کرنا چاہتا ہے۔ ایک اور طالب علم نے بھی معاشیات میں M.A. کیا ہے اور بر وقت ریسرچ کر رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ملت ایسے نوجوان دانشوروں کی خدمات سے اسلامی معاشیات کو مدرسوں میں آگے بڑھانے کی کوشش کرے کیوں کہ ایسے طلبہ خود مدرسوں سے فارغ ہیں اور جدید اور اسلامی معاشیات میں عبور رکھتے ہیں۔

میں جامعۃ الفلاح میں اپنے ایک سالہ معاشیات کے تدریسی تجربہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل مشورے دینا چاہتا ہوں:

1. چوں کہ مدرسوں کے پاس معاشیات کے ماہر اساتذہ کی کمی رہتی ہے اور نئے اساتذہ کی آسامیوں کے لئے بھی ماہر معاشیات کی کمی رہتی ہے، اس لئے بہتر ہوگا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی ایکیمو اور IOS کی مدد سے Institute of Applied Islamic Economics (IAIE) بنائے جہاں ایک ایسا پینل بھی تیار رہے جو مدرسوں کے لئے اساتذہ کا انٹرویو کر کے قابل اساتذہ کی تقرری کے لئے ذمہ دار ہو۔
2. موجودہ حالات کے پیش نظر یہ مناسب نہیں کہ خالص اسلامی معاشیات ہی مدرسوں میں پڑھائی جائے، بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ جدید معاشیات جو ملک کے سینٹرل اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے وہی نصاب اردو زبان میں پڑھا کر اسلامی معاشیات کا اضافہ کیا جائے تا کہ طلبہ کو یونیورسٹی میں معاشیات پڑھنے میں دقت نہ آئے اور نہ جدید معاشیات پر اسلامی معاشیات کے امتیاز کی بحث میں ان کو کوئی پریشانی پیش آئے۔

3. مدرسوں میں معاشیات کے لئے جب تک کوئی معقول نصاب اور کتاب تیار نہیں ہو جاتی، تب تک CBSE کے نصاب کو رائج کیا جائے جس کی اردو کتابیں NCERT سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ساتھ ہی اسلامی معاشیات کا درس بھی دیا جائے۔

4. کیا ہی بہتر ہوگا اگر IAIE قائم ہو جائے جو مدرسوں کے لئے ایسا نصاب تیار کرے جس کے بعد فارغین عملی طور پر اسلامک بینکوں اور مالی اداروں میں کام کرنے کے لائق ہو جائیں نیز یونیورسٹی میں داخلہ لیکر اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کر سکیں۔

5. IAIE مدرسوں کے لئے اسلامی معاشیات کے فروغ کی غرض سے اسلامی بینکوں اور مالی اداروں نیز اسلامی ماہرین معاشیات سے مشورے کے بعد نصاب کی تیاری کا کام ہاتھ میں لیا جائے تاکہ بہتر سے بہتر نصاب تیار ہو سکے۔

مباحثے

☆ افتتاحی اجلاس
☆ دوسری نشست: اسلامی مالیات کے نصاب میں شمولیت کے مسائل
☆ تیسری نشست: تعلیمی مسائل
☆ چوتھی نشست: انتظامی اور مالی مسائل
☆ آخری نشست

افتتاحی اجلاس

صدر: حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند)
کنوینر: (ڈاکٹر) اوصاف احمد

مولانا عتیق احمد بستوی*

یہاں اس وقت جو مجمع موجود ہے بہت ہی منتخب مجمع ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جو بڑے مدارس ہندوستان میں ہیں، اور جن کے یہاں کوئی چیز چلتی ہے تو پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے ان مدارس کے ذمہ داران اور ان کے بڑے اساتذہ یہاں موجود ہیں، یہ مجمع بہت ہی منتخب ہے اور موضوع بہت ہی اہم اور بہت ہی نازک ہے، آپ حضرات کو اس موضوع پر غور وخوض کے لئے زحمت دی گئی ہے نصاب تعلیم میں مالیات اور اسلامی معاشیات کے مضمون اگر نصاب میں شامل نہیں ہیں تو شامل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ کس حد تک اس کی شمولیت ہونی چاہئے، نصاب عام طور پر ایک مستقل چیز ہوا کرتی ہے، اس میں کوئی نئی چیز داخل کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا ہے، وہ دیکھنا پڑے گا کہ ہمارے یہاں جو کورس ہے، اگر اس میں نیا مضمون داخل کررہے ہیں تو اسے ہم کتنی اہمیت دیں اور کتنا وقت دیں، ایک تو مسئلہ اس کا ہے کہ جو نصاب چل رہا ہے عالمیت کا فضیلت کا اس میں معاشیات یا اسلامی معاشیات کے موضوع کو ہم کس حد تک داخل کرسکتے ہیں اس کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے، لیکن ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ اگر ہم ان اچھے اور ہونہار فضلاء کے لئے کوئی سال دوسال کا کورس تیار کرتے ہیں، اور اس طرح کے شعبے یا تو ہمارے مدرسوں

* اس تقریر کا مکمل اور مطبوعہ متن پانچویں جزو میں خطبہ استقبالیہ کی شکل موجود ہے۔

میں ہوں یا بڑے مدارس میں اس طرح کے شعبے باضابطہ قائم کئے جائیں یا الگ ادارے بھی قائم ہوسکتے ہیں، جس میں ہم ان کو سال دو سال رکھ کر معاشیات کی ضروری تعلیم بھی دیں- ایک بات بڑی وضاحت سے عرض کردوں، ہم مدارس میں فقہ، کتاب وسنت اور دوسرے اسلامی علوم کی جو تعلیم دیتے ہیں اس کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے لیکن اسلامی مالیات کو اسلام کے مالیاتی نظام کو، اور معاشی نظام کو، ایک نظام کے طور پر سمجھنے اور پیش کرنے کا ابھی ہمارے یہاں رواج بہت کم ہے، اور اس زمانہ میں خاص طور پر جو طریقہ ہے نظریہ کا ''نظرية المال في الإسلام'' یعنی اسلام میں مال کا نظریہ کیا ہے، اور اس کا نتیجہ کیا ہے؟ نظریات کے انداز میں اس چیز کی تعلیم مدارس کے اندر نہیں ہوتی، میں سمجھتا ہوں کہ تھوڑا سا اساتذہ کی نگرانی میں طلباء کو ان کتابوں کا مطالعہ کرادیا جائے جو نظریات کے موضوع پر ہیں، التزام کا نظریہ کیا ہے، عقود کا نظریہ کیا ہے تو اس سے گہرائی پیدا ہوگی اور نئے مسائل کا حل تلاش کرنے میں آسانی ہوگی۔

جہاں تک بات ہے مالیات اور اسلامی معاشیات کی۔ تو وہ مضامین تو ضروری ہوں گے اور کس طریقہ سے بینکوں میں اور اسلامی مالیاتی اداروں میں کام چل رہا ہے اور اس کا طریقہ کار کیا ہے، اس کا عملی طریقہ جاننا اور پرکھنا ضروری ہے، ایک بات میں عرض کردوں اس موقع پر کہ بہت سے اسلامی بینکوں میں خبیر شرعی کی حیثیت سے لوگ وہاں کام کررہے ہیں، ہمیں اس کو بھی جانچنا پڑے گا کہ کیا یہ صورت حال اطمینان بخش ہے؟

کیا جو لوگ خبیر شرعی کی حیثیت سے ان بینکوں میں کام کررہے ہیں وہ اس معیار کے ہیں کہ وہ ان کاموں کو انجام دیں، یا ان کو مزید ٹریننگ دینے کی ضرورت ہے اور تربیت کی، مشکل یہی ہے کہ کام کے تقاضے بہت تفصیلی ہیں، حسن اتفاق ہے اور بڑا اچھا موقع ہے کہ جناب ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی صاحب جن کی عمر اسی میدان میں گذری ہے، الحمدللہ اسلامی بینک کاری اور اس طرح کے موضوعات پر مختلف کتابیں لکھتے رہے ہیں اور پوری دنیا میں جو اس وقت صورت

حال ہے اس سے وہ واقف ہیں اور یہاں تشریف رکھتے ہیں، تو میں یہ عرض کروں گا کہ جو صورت حال چل رہی ہے وہ کیا ہے اور کیا ضرورتیں ہیں اور مدارس کے حوالہ سے کیا چیزیں قابل عمل ہوسکتی ہیں، کیسے کورس ہم تیار کرسکتے ہیں، کس طرح ہم نصاب میں تبدیلی کرسکتے ہیں جس بنیاد پر ہمارے نوجوان فضلاء موجودہ معاشی نظام کے اداروں سے واقف ہوں، اس کے ساتھ ساتھ اسلامی اقتصادیات کی بنیادوں کو سمجھیں۔

ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب *

میرے استاذ محترم ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی نے نصاب سے متعلق کچھ باتیں ارشاد فرمائی ہیں، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے تاریخ کے بہت سے صفحات کو الٹ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے سمندر کو کوزے میں بند کردیا ہے، مختلف یونیورسٹیوں میں اسلامی بینکنگ اور اسلامی مالیات کی تعلیم دی جارہی ہے اور جیسا کہ پروفیسر نجات اللہ صدیقی صاحب نے ملیشیا کے بارے میں آپ کو بتایا وہاں مرکزی بینک کی نگرانی میں صرف اسلامی بینکنگ اور فنانس کے لئے ایک بڑا ادارہ بھی قائم ہوا ہے جو تعلیم میں بہت مدد دیتا ہے۔ بعض دیگر ممالک میں بھی اسلامی اقتصادیات اور مالیات پڑھائی جارہی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں ہم نے اس موضوع کو کیوں منتخب کیا ہے، اس پر ہمارے مولانا عتیق احمد صاحب نے روشنی ڈالی ہے، میں اس میں تھوڑا اضافہ کرنا چاہوں گا۔

سب سے پہلے ہمیں یہ ضرور سمجھنا چاہئے کہ ہم جس سرزمین پر رہتے ہیں یہ سرزمین جسے ہم ہندوستان کہتے ہیں جو ہمارا ملک ہے اور یہاں طرز حکومت جمہوری ہے اور جمہوری نظام میں ہم کو اسلامی ممالک سے زیادہ مواقع حاصل ہیں کہ ہم اپنے طرز پر آرٹیکل ۳۰ کی بنیاد پر ادارے قائم کرسکتے ہیں اور اس ادارے کے قائم ہونے میں دشواریاں ہیں لیکن پابندیاں نہیں،

* مطبوعہ مقالے کے لئے دیکھئے جزو (5)۔

رکاوٹیں ہیں لیکن نہیں کوئی ایسی قانونی اڑچن نہیں ہے کہ جسے دورنہ کیا جاسکے، اور اس ضمن میں کچھ کوششیں بھی ہوئیں، چاہے وہ شانتاپورم میں ہورہا ہو یا علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں، جولوگ بہار سے واقف ہیں انہیں علم ہوگا کہ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی میں بھی اس طرح کی کوششیں ہورہی ہیں۔اس یونیورسٹی کے نام سے یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ شاید وہاں عربی اور فارسی پڑھائی جاتی ہو،لیکن حکومت بہار کے فیصلہ کے مطابق اس یونیورسٹی میں ہر طرح کی تعلیم ہوسکتی ہے، ہر وہ ادارہ چاہے میڈیسن ہو یا انجینئرنگ چاہے وہ اسلامی بینکنگ ہو یا فنانس یا مختلف موضوعات کی تعلیم ہوسکتی ہے پورے بہار میں اس کا دائرہ کار ہے اورانہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ وہ کورس جو عالم اور فاضل کا پڑھاتے ہیں وہی کورس یو جی سی کے مطابق کورس بنا کر اس کے مطابق اگزام کنڈکٹ کرتے ہیں تا کہ ان کی ڈگریاں پورے ہندوستان میں قبول کی جائیں اور انہوں نے اکاؤنٹنگ وغیرہ کے کورس شروع کردیئے ہیں عالم اور فاضل کے لئے، عالم کی ڈگری بی اے اور فاضل کی ڈگری ایم اے کے مساوی مانی جاتی ہے بغیر کسی سوال کے، جونصاب بالکل یہی ہے جو بیشتر بڑے مدارس پڑھاتے ہیں، میری ملاقات ایک ہفتہ قبل اس کے وائس چانسلر سے ہوئی، میں خاص طور سے پٹنہ ملاقات ہی کے لئے گیا تھا، وہ بھی کوشش کررہے ہیں کہ آئندہ سال سے یہ کورس وہاں جاری ہو،تو ایک وجہ یہ ہے، ہمارا جمہوری نظام ہے، یہاں کوئی کسی کو روکنے نہیں جارہا ہے کہ ہم اپنے ادارے کیسے قائم کریں، ایک اور سبق کے طور پر دہلی میں اس سے پہلے کہا جاتا تھا کہ کوئی یونیورسٹی سوشل سائنسز کے لئے قائم نہیں ہوسکتی، لیکن دہلی میں اندر پرستھ یونیورسٹی سوشل سائنسز کے لئے قائم کی گئی ہے، جس میں وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کو نہیں پڑھا رہے ہیں، وہاں بھی ایسی ضرورت پڑ رہی ہے، وہ ہم سے مانگ رہے ہیں کہ ایسے کورس آئیں جسے وہ شروع کرسکیں اور دوسری بات یہ ہے کہ چاہے ہم مانیں یا نہ مانیں یہ ہماری اپنی رائے ہوسکتی ہے، لیکن آج دنیا کے اندر یہ بات کہی جارہی ہے کہ 2020 اور 2025 تک ہندوستان دنیا کے بڑے

طاقت ور ممالک میں ایک ملک ہوگا اور جب یہ بڑے ملکوں میں سے ایک ملک ہوگا تو اس کا اقتصادی ڈھانچہ بھی اور انتظامی ڈھانچہ بھی تبدیلیوں کا نشانہ ہوگا دنیا کے مالیاتی نظام میں بھی، تبدیلیاں آرہی ہیں اور اقتصادی نظام کے لئے جونئی نئی چیزیں سامنے آرہی ہیں اس ملک کے حکمراں اورعوام کے لئے کوئی چارہ کارنہیں کہ اسلامی بینکنگ اورفنانس کو اختیار کریں، ظاہر ہے کہ جب یہ موقع حاصل ہےتو یہ ہم پر اورآپ پرمنحصر ہے کہ ان مواقع کا استعمال کیسے اورکس طرح ہو، اس لئے اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے، خودریزو بینک آف انڈیا نے پھر دوبارہ ایک کمیٹی تشکیل دی ہے اورکوئی بعید نہیں کہ یہ رپورٹ الیکشن کے بعد نگیٹونہیں آسکتی ہے، کیونکہ دنیا کا پریشر اتنا زیادہ ہے اور جوصکوک کی بات آئی ہے خودصکوک کو یہاں لانا چاہتے ہیں، اس لئے اس کی گنجائش بے حد ہے اور تیسری بات یہ کہ جومشہور مصرع ہے: مشکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی، نطق عربی پر میں ابھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا ذہن ہندی نے ہمیشہ دنیا کے سامنے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں جن کو دنیا نے قبول کیا، آج دنیا اس نظام کی تلاش میں ہے اورمدارس جہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جہاں اصل ماٰخذ تک آپ کی پہنچ ہے، صرف لوگوں کے نقطہ نگاہ سے نہیں، بلکہ افہام وتفہیم سے، حالات کا جائزہ، کرنے والے کریں گے اس سے ابھرنے والے سوالات، ان ابھرنے والے سوالات کے جوابات اجتہادی شکل میں یہ سب اس کا منطقی نتیجہ ہے، اگر ہم نے اس منطقی نتیجہ کونہیں اختیار کیا تو اس کے معنی صرف یہ ہوں گے کہ آپ متن سے توجڑے ہوئے ہیں لیکن حالات پر نگاہ نہیں ہے اور اگر حالات پر نگاہ ہےتو اس کا حل نکالنے میں ہمیشہ ڈرے ہوئے ہوں گے، اور ڈرے ہوئے حالات میں آنکھیں دکھا کر کبھی مسئلے کا حل نہیں نکالا جاسکتا ہے، تو اس لئے دینی مدارس کے سامنے یہ چیلنج بالعموم تمام امت مسلمہ کے سامنے یہ چیلنج ہیں، اس میں چاہے اقتصادیات کے ماہرین ہوں چاہے مالیات کے، اور مجھے کہنے دیجئے کہ ماہرین اقتصادیات ومالیات کافی نہیں ہوں گے جب تک کہ نفسیات اور سماجیات کا مطالعہ نہ

کیا جائے، چونکہ یہ بھی میدان سے تعلق رکھتا ہے اور حالات کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس ورکشاپ میں ان تمام امور پر گفتگو ہوگی جو آئندہ کے لائحہ عمل بنانے میں مددگار ثابت ہوگی، وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا سلمان حسینی ندوی ☆

آج کا یہ اجتماع ہندوستانی مدارس میں اسلامی معاشیات و مالیات کی تدریس کے عنوان سے منعقد کیا جارہا ہے۔ جہاں تک ہندوستانی مدارس کا تعلق ہے وہ خود ایک طرح کی اضطراری صورت حال ہے، دائرہ اختیار محدود ہیں، اور بسا اوقات اپنے اختیار کو اس میں محدود کیا گیا ہے، جہاں تک مالیاتی اور معاشیاتی مسائل کا تعلق ہے ان کے حل کی کنجی اسلام کے پاس ہے اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں، جب دور جاہلیت کے مالی مسائل کو اسلام نے حل کیا، جس طرح فکری مسائل کو حل کیا تھا، اخلاقی اور تمدنی مسائل کو حل کیا تھا، لیکن طویل عرصہ تک ایک فکری معرکہ سے گذرنے کے بعد اور پھر امت کی فکر سازی کے بعد، ذہن سازی کے بعد، کلامی اور اعتقادی مسائل کے بعد، خود اخلاقی کوششوں اور اس کے نتائج کے بعد جو مرحلہ آیا تھا، تمدنی مسائل کا آیا تھا اور تعلیم وتربیت کا مرحلہ آیا تھا، اور ان میں بھی معاشی مسئلہ کو سب سے زیادہ مؤخر رکھا گیا تھا، تیرہ سال مکہ مکرمہ کے ہیں اور دس مدینہ منورہ کے گذار دیئے گئے، تئیس سال کے بعد معاشی مسئلہ کے بارے میں اعلان کیا گیا، اس سے پہلے کلامی مباحث سے نمٹا گیا، اخلاقیات کی تربیت دی گئی اور اسلامی مالیات کا جو ابتدائی وجود ہوا تو اس وقت اصل توجہ تمدنی مسائل پر اور تمدنی مسائل پر صرف کی گئی، شراب لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اس کو منع کرتے ہوئے تقریباً اٹھارہ سال گذرے، تیرہ (13) سال مکہ مکرمہ میں اور پانچ سال مدینہ منورہ کے، سنہ ۵ ہجری میں شراب کی ممانعت ہوئی، زکوۃ کی فرضیت کا اعلان تو کیا گیا لیکن اس کا پورا نظام وضع نہیں ہوسکا، عاملین زکوۃ کا تقرر

☆ وکیل کلیۃ الشریعہ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

نہیں ہوسکا، زکوۃ کی مقدار کا تعین نہیں ہوسکا، اس کے لئے بھی اس کا انتظار کیا گیا کہ پہلے سیاسی طور پر بالادستی حاصل ہوجائے، جب کسی قوم کو سیاسی اور عسکری بالادستی حاصل ہوتی ہے تب ہی معاشی مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کا انتظار فرمایا اور ساڑھے سات سال مدینہ منورہ میں گذارنے کے بعد سنہ 8 ہجری میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اگرچہ راستہ ہموار ہوگیا تھا لیکن ابھی بہت سے کاموں سے نمٹنا تھا، دوسال کا اور انتظار کیا گیا، دوسال کے انتظار کے بعد سنہ ۱۰ ہجری میں اللہ تعالی کی طرف سے اعلان کیا گیا: "أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا .... إلى .... وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ" (سورہ بقرہ: ۲۷۵-۲۷۶)، یہی وہ موقع تھا جس میں کہا گیا تھا: "فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ" (سورہ بقرہ: ۲۷۹)، ظاہر ہے کہ اس سودی نظام کے خاتمہ کے لئے جس پوری زندگی کو جکڑ رکھا تھا اور جس میں آزادی کا تصور کرنا مشکل ہورہا تھا۔ جنگ احد ہوئی اور جنگ احد پر جب تبصرہ سورہ آل عمران میں فرمایا گیا تو بس یہ کہا گیا: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَّاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (سورہ آل عمران: ۱۳۰)، یہاں سود کی قطعی طور پر ممانعت نہیں ہوسکی، یہ آیت کریمہ جنگ احد کے بعد سورہ آل عمران میں سنہ ۳ ہجری میں نازل ہوئی، لیکن بھی قطعی فیصلہ نہیں ہوا تھا جس طرح "لَا تَقْرَبُوْا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى"، تمہیدی طور پر بات فرمائی گئی تھی اور ایک مرحلہ پر اگلی بات کہی گئی اور یہاں تک کہ کہا گیا: "إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (سورہ مائدہ: ۹۰)، آج بھی موجودہ عالمی اقتصادی اور معاشی بحران کے اس دور میں جب آپ حضرات بیٹھے ہیں اسلامی نظام پر غور وفکر کرنے کے لئے تو یہ وقت بھی فی الحقیقت بڑی عسکری کوششوں اور سیاسی جد وجہد کے بعد آیا ہے، امریکہ کا مالی

بحران جن حالات کا نتیجہ ہے دنیا جانتی ہے کہ وہ حالات کیا تھے، جن حالات نے امریکہ کو بحران کے ایک ڈگر پر لا کر کھڑا کر دیا ہے، جس کے نتیجہ میں جتنے لوگ ڈالر سے جڑے ہوئے رہے اور امریکن معاشی پالیسیوں سے ایک سپر طاقت کے طور پر جڑے رہے یورپی یا ایشیائی ممالک وہ سب کے سب اس بحران سے دوچار ہیں، کشتی ڈانواڈول ہورہی ہے تو سارے سوار پریشان ہیں، یہ صورت حال ہے۔

اس صورت حال میں اسلامی متبادل کی باتیں ہورہی ہیں، تو مجھے ایک بات تو یہ عرض کرنا ہے کہ جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بات بڑی صفائی کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ اسلام ہر جگہ ازالہ کی چھڑی لے کر نہیں کھڑا ہوتا کہ کھرچ کھرچ کر چیزوں کو صاف کرتا رہے اصلاً اسلام امالہ کے لئے آیا ہے، کچھ چیزیں ہیں جس کا وہ ازالہ کرتا ہے اور اس نے کیا، لیکن عام طور پر جو نظام جاہلیت کے دور میں بھی رائج تھا قرآن نے اور شریعت اسلامیہ نے ایک حصہ کو برقرار رکھتے ہوئے، کچھ تبدیلیاں کی ہیں کچھ اصلاحات کی ہیں تو وہ صورت حال کسی بھی چیز کی فطری صورت حال ہوتی ہے اسے برقرار رکھتے ہوئے جو انحرافات ہیں، صحت کی خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی ہوتی ہے، آج ظاہر ہے کہ صحت مند لوگ بھی ہیں، بیمار لوگ بھی ہیں، جس زمانہ میں اس بیمار معاشرہ کا متبادل اسلام نے پیش کیا تھا اور اس کو صرف نظریاتی طور پر نہیں پیش کیا گیا تھا، بلکہ مارکیٹ اپنے قبضہ میں لے لیا گیا تھا، بازار مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے اور وہی ان کی باگ ڈور کے مالک تھے اور عمل ان کے علم کے ساتھ ساتھ تھا اور کبھی علم کو لے کر عمل کا دائرہ بہت وسیع ہوتا تھا، یہاں تک کہ تبدیلی آتی تھی تو ان کے عمل اور محنت کے نتیجہ میں آتی تھی، مسجد نبوی کے جو اسباق تھے، ان میں متن بہت تھوڑا سا تھا، بہت ہی مختصر قسم کی ہدایات تھیں بنیادی اور اجمالی، لیکن عملی دائرہ کار بہت ہی وسیع وعریض تھا، 24 گھنٹے کے جو اسباق ہوتے تھے وہ ایک دو گھنٹے کے مشکل سے ہوتے تھے اور باقی جتنا بھی وقت تھا عملی محنت سے عبارت تھا، جس

میں ہر پہلو سے سیاست کا مسئلہ ہو، مدنیت کا مسئلہ ہو، یا معاشیات کا، چاہے کسی بھی شعبہ حیات کا مسئلہ ہو، ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ان کی تجربہ گاہ تھے، تجربے کر رہے تھے اور وہ تجربات جمع ہو رہے تھے اسلام کی روشنی میں ان کو آگے بڑھایا جارہا تھا، بعد میں انہی حالات اور انہی واقعات اور انہی تجربات کو کتابی شکل دی اور استقراء کے ذریعہ سے اصول بھی مرتب کر لئے گئے اور جزئیات کو بھی منضبط کرنے کی کوشش کی گئی، کتاب الخراج ہو یا کتاب الاموال ہو اور حدیث وفقہ کی کتابوں میں مالیات ومعاشیات کی جو بحثیں ہیں اور قرآن پاک میں آیات الاحکام میں جو بحثیں ہیں ان میں اتنا بڑا سرمایہ ہے، صرف دو کام کرنے کی ضرورت ہے، نظریات کی بحث، سچی بات یہ ہے کہ برا نہ مانئے گا کہ اکثر تو ہماتی بحث ہے، ایک خلا پیدا ہوا تھا اٹھارہویں صدی میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے نتیجہ میں، اس خلاء کو پُر کیا گیا، پہلے عسکری طاقت سے، ظاہر ہے کہ استعمار اور اقتصاد نے اور سامراجیت نے پہلے قبضہ کیا تھا، پہلے نہ کیپٹل ازم تھا، نہ سوشلزم تھا، کوئی ازم نہیں تھا، بلکہ طاقتیں تھیں، دولتیں تھیں اور فوجیں تھیں، منصرین ومبشرین تھے، جس کے ذریعہ پہلے ہماری سیاست پر قبضہ کیا گیا، ہمارے مالوں پر قبضہ کیا گیا، پھر نظریات کی باتیں شروع کر دی گئیں اور سچی بات یہ ہے کہ نظریات کا خول جتنا تھا اس کے اندر اتنے ہی طول تھا، اس لئے کمیونزم کا جہاں تک تعلق ہے تیزی سے بکھرتا چلا گیا اور کیپٹلزم بھی بکھر چکا ہے اور اب جو باتیں کی جارہی ہیں یہ ابھی تمہید ہے آئندہ دنیا کچھ اور کہے گی تو مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ دو کام کرنے کے ہیں اور ہر دور میں ان کی ضرورت ہے، ایک یہ کہ جو ہمارے پاس قرآن مجید اور حدیث نبوی کا سرمایہ ہے اور فقہ اسلامی کا ابتدائی سرمایہ ہے اس کو جدید زبان میں پڑھانا، سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اصطلاحات کو ہم نے اپڈیٹ نہیں کیا، معلومات کو ہم نے پانچویں صدی میں رکھا، ہدایہ میں جو زبان، جو چیزیں، جو اصطلاحات استعمال کئے گئے اور اس کے مابعد کی کتابوں میں جو طرز، اسلوب اور اسٹائل کا استعمال کیا گیا اکثر وبیشتر ہمارے لوگ اسی کی پاسبانی کرتے رہے، اسی کی

حفاظت کرتے رہے، اسی کو الٹتے پلٹتے رہے، اگر ہر دور کی اصطلاحات میں اپنی ان اصطلاحات کو منتقل کیا جاتا رہتا، اپڈیٹ کیا جاتا تو حکمت وفلسفہ کی کتابیں بالائے طاق نہیں رکھنی پڑتیں اور جدید سائنس اور جدید فلاسفی کے سامنے ہمیں حیران وپریشان کھڑا نہ ہونا پڑتا، بالکل اسی طرح آج معاشیات کا مسئلہ ہے، اصطلاحات کو ہم جذب کر لیتے اور اپنے متون کے ساتھ اس کو ہم آہنگ کر دیتے تو کبھی مسئلہ کسی نظریہ کے چیلنج کا نہیں رہتا، ایک تو یہ کمی رہی، ابھی ضرورت اس کی ہے کہ تدریس کے طرز کو بدل دیا جائے تدریس کے جدید طریقے انہی نصوص کے ذریعہ استعمال کئے جائیں۔

دوسرا معاملہ یہ ہے کہ معاشی اداروں میں اعمال نہیں ہوں گے، یہ محض خام خیالی ہے کہ کوئی نیا نظریہ آئے گا اور مروجہ نظام کی جگہ لے لے گا، دبئی میں شیخ سعید احمد لوطاہ نے تیس سال پہلے اسلامی بینک کی بناڈالی اور وہ بینک کامیاب ہوا، اور آج بھی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے، کویت میں بیت التمویل الکویتی کی بنیاد پڑی اور آج وہ اس بحرانی دور میں بھی اپنا سکہ جمائے ہوئے ہے، یمن میں، بحرین میں، سوڈان میں اسلامی بینک کاری ہوئی، جہاں عمل کیا گیا وہاں غلبہ ہوا اور جہاں عمل نہیں کیا گیا محض نظریہ تک محدود رکھا گیا وہاں کچھ بھی نہیں ہوا، اس لئے جہاں تک تعلق ہے نصاب میں داخل کرنے کا تو یہ ضروری نصاب میں داخل ہے، اس کو الگ کرنے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور فقہ اسلامی میں آج بھی زبردست بحثیں احادیث میں موجود ہیں، صرف انہیں اپڈیٹ کر دینا ہے نمبر دو اپنے طلبہ کو ٹریننگ دینا ہے، اس کے ادارے قائم کرنا ہے، چھوٹی سطح پر مدرسوں کے اندر کمپنیوں کے ماڈل ہوں، بینکوں کے ماڈل ہوں، جیسے کلاسیز ہیں اسی طرح اس کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا معاشیات میں اس کی ضرورت نہیں؟ اور دوسرے شعبوں کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے، ایک طرف نظریہ (تھیوری) ہو اور دوسری طرف عمل (پریکٹس) ہو، پریکٹس کا بھی ایک کلاس قائم کر دیا جائے تو بہت جلد مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے

اور طلباء تیار ہو جائیں گے، ہمارے ظفر بھائی پارسولی کمپنی کے ہیں، یہ شیئرز (حصص) کی کمپنی چلاتے ہیں سالہا سال سے، گرتے بھی ہیں اور اٹھتے بھی ہیں اور کتنے ایسے بھی ہیں جو اسی میدان کے شہسوار ہیں، ظاہر ہے کہ ان حضرات کے تجربات سے مدد لی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ میدان کے کھلاڑی ہیں اور اکھاڑے میں تجربہ کئے ہوئے ہیں، اس لئے میری رائے ہے کہ ایسے تجربہ کار لوگوں کو سامنے لایا جائے، بہت سے لوگ شکست کھائے ہوئے ہیں وہ بھی سامنے لانے چاہئیں، تاکہ معلوم ہو کہ انہیں شکست کیوں ہوئی اور انہیں فتح و کامیابی کیسے ہوئی، اور آیئے معاشی میدان کا تجربہ کریں، طلباء کی تربیت کریں، تاکہ کل بہت جلد ہی ہمارے ادارے کام کرنے لگیں، دیر نہ ہو۔

مولانا سید محمد ولی رحمانی *

بنیادی بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں، اس کے دو حصے ہیں: ایک حصہ اسلامی فائنانس کا ہے، اسلامی سرمایہ کاری کا ہے جو اہم موضوع ہے، اور وہ دنیا میں متبادل کے طور پر سامنے آرہا ہے، عالمی کساد بازاری کے پچھلے اور اس سال کے نتیجہ میں یہ مسئلہ زیادہ ابھر کر آیا ہے اور شاید اب اس کی گنجائش نہیں رہ گئی ہے کہ اس سیلاب کو روکا جاسکے، اب لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں دنیا کی اقتصادیات ہے وہ کس طرح اس کو مضبوط اور مستحکم کرنے اور رکھنے میں کیا کیا طریقے، کیا کیا حربے استعمال کرتے ہیں، اور انہیں طریقوں کی طرف حضرت مولانا سلمان صاحب نے دوسرے انداز میں اشارہ کیا ہے، وہ باتیں بڑے ہی کام کی ہیں، ابھی جو موضوع ہے وہ اسلامک فائنانس نہیں ہے بلکہ مدارس میں فائنانس کی تعلیم، مدارس میں سرمایہ کاری کی تعلیم، یہ ایک حقیقت ہے کہ مدارس اپنے محدود وسائل کے ساتھ کام کررہے ہیں، جو کام وہ کررہے ہیں ابھی خود مدرسے والے یہ محسوس کررہے ہیں اور کرتے رہے ہیں کہ ہمیں جتنا کام کرنا چاہئے اتنا کام ہم کرنہیں پارہے ہیں، یہ سچائی ہے اسے ماننا چاہئے، حضرت نانوتویؒ مدارس

* سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، و سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

کی بنیاد رکھنے والے اور ہندوستانی مدارس کوسمت دینے والے اور اسے مختلف دینی اور سیاسی مقاصد میں استعمال کرنے والے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے خود انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کی اور ایک مرحلہ میں انہوں نے کہا تھا کہ میں خود چاہتا ہوں (ترجمانی کے ذریعہ سے وہ بات صاف نہیں ہوتی ہے) کہ انگریزی زبان سیکھوں تاکہ اس کے ذریعہ سے میرے احساسات صحیح طور سامنے والوں کے دل میں اتر سکیں ہم یہ کام نہیں کرسکے، ان کی اولاد اس کام کو نہیں کرسکی، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء اور ان کے رفقاء نے بڑے بڑے عربی کے ادیب پیدا کئے، اردو کے ادیب ندوہ نے پیدا کئے، لیکن استثناء کو کلیہ نہیں بنایا جاسکتا ہے، ندوہ سب کچھ کرسکا، لیکن ندوہ کے پڑھے ہوئے لوگ کتنے انگریزی بولنے والے ہیں جو دین کا کام کررہے ہیں اور کتنے عربی بولنے والے ہیں جو دین کا کام کررہے ہیں یہ بالکل واضح ہے، ہماری درسگاہیں عمومی طور پر جو کام کررہی ہیں وہ اپنے تہذیبی اور مذہبی سرمایہ کو بچانے کے لئے کام کررہی ہیں اور عہدزوال میں یہ کام بھی بہت بڑا کام ہے، لائق تقلید اور قابل فخر ہے، اس میں نئی گنجائشوں کو نکالنے سے پہلے جو موجودہ سماجی ضرورت ہے اس کو پورا کرنے کی طرف توجہ ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہئے، ہمارے بچے ہماری تعلیم گاہوں سے نکلتے ہیں تو ایک ایسا ماحول ان کے سامنے ہوتا ہے کہ مدرسے کی چہاردیواری کے باہر اور مدرسے کی چہاردیواری کے اندر کا فرق ہمیشہ ان کے دماغ میں کھڑا رہتا ہے، یہ دشواری ہے، ہمارا نصاب جیسا کہ ابھی ڈاکٹر صاحب نے کہا اس میں کچھ بہت زیادہ چیزیں پڑھائی نہیں جاسکتیں، مشکل ہے بلکہ جو ابھی نصاب ہے اس میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے، اس کا احساس بھی بڑے مدارس کو ہے لیکن ان کو ایک تو یہ مشکل ہے اور بڑی مشکل ان کی یہ ہے کہ جیب اور ہاتھ کے درمیان بڑا فاصلہ ہے، یہ دو دشواریاں ایسی ہیں جن کی بنیاد پر ہمارے مدارس زیادہ کام نہیں کرپارہے ہیں۔

جہاں تک اسلامی فائنانس کی بات ہے اور اسلامی سرمایہ کاری یا متبادل مالیاتی نظام کا

پورا نام دیا جائے اس کو، اگر اس کو مدارس کے نصاب کا حصہ بنایا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ چند ادارے اگر اس کی ذمہ داری قبول کریں کہ اچھے علماء کو، اچھے مفتیوں کو چار، پانچ سال تک تیار کریں اس کام کے لئے تو کچھ اثرات پیدا ہوسکتے ہیں جو آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرسکیں، مدارس کے نصاب میں، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے کہ مالیات یا سرمایہ کاری کو ایک مضمون کی حیثیت سے شریک نصاب کیا جائے، مالیات کی جہاں تک بات ہے تو جو طالب علم کتاب ''قدوری'' پڑھتا ہے جو ہدایہ پڑھتا ہے، ہدایہ ثالث اور ہدایہ رابع پڑھتا ہے، جو حدیث کی کتابیں پڑھتا ہے وہ اسلامی مالیات کو سمجھتا ہے، مشکل اس کے ساتھ صرف یہ ہے کہ وہ اسلامی مالیات کو آج کی زبان میں بیان نہیں کرسکتا، اور یہ ابلاغ کی کمی آج سے نہیں ہے، یہ کافی قدیم ہے، ہمیں اس کمیونکیشن گیپ کو دور کرنے کی سمت میں مضبوط قدم اٹھانا چاہئے اور یہ اس سمینار کا موضوع نہیں ہے، جہاں تک تعلق مقاصد شریعت جاننے کا ہے، بات بڑی لطیف ہے، مقاصد شریعت کو انگریزی میں بھی سمجھایا جاسکتا ہے، لیکن مقاصد شریعت کو جب انگریزی میں سمجھا جائے گا تو پھر سامراجی طرز زندگی سے بھاگنا بڑا مشکل ہے، مقاصد شریعت دین کو اسی کی بنیادوں سے سمجھنا اور ان بنیادوں کے اندر پہلی بنیاد قرآن مجید ہے، جب تک یہ بنیاد مستحکم نہیں ہوگی مقاصد شریعت پر نگاہ نہیں ہوسکتی، اس کے ساتھ آپ دیکھئے ہمارے فقہاء کی عبارتوں کو، مجھے تھوڑا بہت ترجمہ کرنے اور ترجمہ دیکھنے کا موقع ملتا ہے، ہدایہ کا ترجمہ انگریزی میں موجود ہے آپ دیکھ لیجئے یا فتاوی عالمگیری کا انگریزی میں موجود ہے آپ دیکھ لیجئے، فقہ کی کتابوں کا ترجمہ موجود ہے آپ ملاحظہ کرلیجئے۔

ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے ابھی بیان کیا کہ وہ مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب سے ملاقات کرکے آئے ہیں، میں بھی جانتا ہوں کہ ان کے عزائم بڑے اچھے ہیں اور وہ بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن شاید میری بات صحیح ہے کہ وہاں جو کچھ ہورہا ہے وہ

مدرسہ بورڈ سے متعلق مدارس کے فارغین کے لئے ہو رہا ہے، بڑے مدارس کے لفظ سے ذہن جس طرف جاتا ہے وہ اس کے دائرہ کار میں نہیں ہیں۔ والسلام علیکم۔

مولانا محمد سالم قاسمی *

ایک مسئلہ میرے سامنے تھا، سوال یہ کہ مدارس دینیہ میں اور مدارس اسلامیہ میں اس موضوع پر یعنی معاشیات و بینک کاری جس کا نام لیا گیا ہے اس پر مدارس میں کسی قسم کی کوئی توجہ رہی ہی نہیں، اس بارے میں خوش آئند باتیں کہنا اپنی جگہ پر بہت معنی رکھتا ہے، لیکن جہاں تک حقیقت واقعہ کا تعلق ہے، ہمارے سامنے بخاری شریف پڑھائی جاتی ہے، فقہ کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، کتاب الطہارہ، کتاب الصلاۃ، اور کتاب الزکوۃ بھی آتی ہے، لیکن کتاب التجارۃ ہماری نظر کے سامنے ایسی گذر جاتی ہے جیسے یہ اس کتاب کا جزء ہی نہیں ہے، اس بارے میں ذرہ برابر التفات اور توجہ کو کسی اہمیت کا حامل کبھی قرار دیا ہی نہیں گیا ہے، بہر حال آج اس مسئلہ نے بین الاقوامی سطح پر غیر معمولی اہمیت حاصل کرلی ہے، بات دراصل دیکھنے کی یہ ہے کہ ہمارا یہ ذوق، ہمارا یہ عمل کہ ہم اسلامی معاشیات، اسلامی اقتصادیات، اسلامی بینک کاری یہ عنوانات ہمارے لئے اجنبی کیوں بنے ہوئے ہیں، اس پر ہمارا التفات کیوں نہیں ہوا، اور ہم کہاں سے اس ڈگر سے ہٹے ہیں اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

---

* مولانا محمد سالم قاسمی کی صدارتی تقریر کا پورا متن جزو (5) میں ملاحظہ فرمائیے۔

دوسری نشست

اسلامی مالیات کے نصاب میں شمولیت کے مسائل

ڈاکٹر اوصاف احمد *

عام طور پر جب یہ مسئلہ پیش ہوتا ہے کہ اسلامی مالیات و اسلامی اقتصادیات کی تعلیم مدارس میں شروع کی جائے تو کیا مسئلے پیدا ہونے کے اندیشے ہیں؟ ان کو تحلیل کے نقطہ نظر سے کم سے کم تین حصوں میں بانٹ سکتے ہیں کہ کیا انتظامی مسائل ہوں، کیا مالی مسائل پیش آئیں گے اور کیا تعلیمی مسائل پیش آئیں گے، عام طور پر جو لوگ اس پر خامہ فرسائی کرتے ہیں وہ نصاب کے ڈیزائن کی طرف چلے جاتے ہیں کہ کس طرح کا نصاب وضع کیا جائے اور اس سلسلہ میں کچھ شکلیں اور کچھ تجاویز سامنے آئی ہیں، میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ہوں، اس سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو مسائل پیش آنے کی توقع ہے ان مسائل کے اوپر غور کرنا چاہئے اور اس کے بعد اس کا تدارک اس اعتبار سے کرنا چاہئے کہ کوئی مسئلہ پیش نہ آئے، کہتے ہیں کہ کوئی خلیفہ تھے جن کا آخری وقت آپہنچا تو انہوں نے اپنے ہونے والے ولی عہد کو بلایا اور کہا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہم اس بیماری سے بچیں گے نہیں، تم میرے بعد سلطنت کا انتظام کیسے کروگے، اس نے کہا کہ میں اس کا انتظام بہت ہی اچھا کروں گا اور کہیں پر بغاوت ہوگی تو اس کو بہت سختی سے کچل دوں گا تو خلیفہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ یا اللہ اتنی بڑی سلطنت ہے اور اس کا ایسا وارث ہونے والا ہے تو کیا ہوگا اس کا، اس پر بیٹے نے کہا: آپ کیوں رو رہے ہیں، تو انہوں

* ورکشاپ میں پیش کئے گئے مضمون کا پورا متن جزو (2) میں ملاحظہ فرمایئے۔

نے کہا کہ انتظام ایسا ہونا چاہئے کہ بغاوت ہونے نہ پائے، ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ بغاوت کے بعد انتظام کیا جائے، تو عرض یہ ہے کہ مسائل تو پیدا ہوں گے اس کا تدارک پہلے سے کرنے کی کوشش کی جائے کہ وہ مسائل آئندہ پیدا نہ ہوں، اقتصادیات کو سائنس آف چوائس کہا جاتا ہے اب اس طرح کی چوائس ہمارے سامنے آئیں گی تو ہم کیا کریں اور اس کے بعد ہر چوائس سے متعلق انتظامی اور مالی مسائل بھی ہوں گے۔

مثال کے طور پر ایک مسئلہ یہ ہوسکتا ہے کہ اگر آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اقتصادیات یا اسلامی مالیات کو نصاب میں شامل کیا جائے اور پڑھایا جائے تو پہلا مسئلہ یہ طے کرنے کا ہے کہ آیا جاری پروگرام میں اس کو شامل کیا جانا ہے یا اس کے لئے کوئی نیا پروگرام جاری کرنا ہے، اور جیسا بھی آپ فیصلہ کریں اس کے انتظامی مسائل، اس کے مالی مسائل، اس کے تعلیمی مسائل، ان سب چیزوں کی نوعیت الگ الگ ہوں گی اور ان سب کو الگ لگ حل کرنا پڑے گا، مثلاً ....

پاکستان میں اس وقت بڑا مباحثہ چل رہا ہے کہ جو مروجہ اسلامی بینک کاری ہے یہ اسلامی ہے یا نہیں، لیکن ذمہ داری کس کی ہے اور یہ بتائے گا کون کہ اسلامی ہے یا نہیں، ظاہر بات ہے کہ مدارس، اس کے اساتذہ اور اس کے ذمہ دار ہی بتا سکتے ہیں، تعلیم ایسی دیں کہ آپ حرام کی طرف جائیں ہی نہیں، آپ یہ بتائیں کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے، لیکن ان سب چیزوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا پڑے گا، اپنے پروگرام تیار کرنے پڑیں گے جیسا کہ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نے فرمایا کہ اتنا بوجھ طلباء کے اوپر پہلے سے ہے مزید کتنا بوجھ اس پر لادنا چاہتے ہیں، اس سے متعلق بھی ایک لطیفہ ہے کہ ایک عرب شیخ اپنے اونٹ پر سامان لاد رہا تھا، تو پڑوسی نے آکر کہا کہ مزید بوجھ مت لادو یہ بیٹھ جائے گا تو اس نے کہا کہ میں تو لادوں گا، تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے اس کے بعد وہ اونٹ بیٹھ گیا یا مر گیا، تو اس نے کہا کہ اب تم جتنا بھی چاہو لادو کوئی فرق نہیں پڑتا، تو اس طرح سے جو طلباء کا معاملہ ہے تو ہم کوئی ایڈیشنل یا اضافی بوجھ نہیں لاد سکتے

ہیں، اگر نئی چیزیں شامل کی جارہی ہیں تو ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ نصاب کے اندر اس کی گنجائش ہے یا نہیں، اور کیا گنجائش پیدا کی جاسکتی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نے فرمایا کہ بہت سی چیزوں میں ان کو محسوس ہوتا ہے کہ تکرار ہے تو اس تکرار کو دور کیا جاسکتا ہے اس کو ادھر ادھر سے کاٹ چھانٹ کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے گنجائش پیدا کرنے کی بات ہے ان باتوں پر ہم انشاءاللہ کل غور کریں گے کہ کیا کیا کتر بیونت اور کاٹ چھانٹ کرسکتے ہیں ممکن ہے، گنجائش پیدا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر گنجائش پیدا کریں تو کیا متبادلات ہمارے سامنے ہیں؟ اگر ہم کوئی انتخاب کرتے ہیں تو اس کے مالی مضمرات کیا ہوں گے؟ اس کے انتظامی مضمرات کیا ہوں گے؟ اور اس کے تعلیمی مضمرات کیا ہوں گے؟ اب تعلیمی مضمرات میں ایک مسئلہ درسی کتاب (ٹکسٹ بک) کا ہے، اس سلسلے میں ایک تجربہ ہمارے ایک دوست کا ہے وہ تشریف لانے والے تھے لیکن وہ تشریف نہیں لاسکے، لیکن ان کا تجربہ ہم آپ کو بتاتے ہیں جب انہوں نے علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے اقتصادیات میں ایم اے کیا، اس کے بعد اتفاق سے اقتصادیات پڑھانے کے لئے جامعۃ الفلاح پہنچ گئے، لیکن جامعۃ الفلاح میں اقتصادیات پڑھانے کے لئے کتاب موجود نہیں تھی، ٹیچر موجود نہیں تھے، بہرحال یہ پہنچے اور کتابیں ادھر ادھر مارکیٹ میں ڈھونڈی اور لائبریری میں، بازار گئے تو NCERT کی کتابوں میں بھی ان کو کوئی اردو میں کتاب نہیں ملی تو وہ انگریزی میں پڑھتے تھے اور اردو میں پڑھاتے تھے، تو اس سے ذریعہ تعلیم کا مسئلہ بھی جڑا ہوا ہے کہ آخر ذریعہ تعلیم ہمارا کیا ہو؟ اگر آپ اردو میں پڑھاتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو ادارے اور اسلامی بینک ملازمت دینے والے ہیں اور افرادی قوت کو جذب کرنے والے ہیں وہاں تو کام انگریزی ہی میں ہوتا ہے، وہاں پر بات انگریزی میں ہوتی ہے، وہاں پر ڈیلیوری انگریزی میں ہوتی ہے تو اگر آپ نے اردو میں پڑھ لکھ کر کہ مشارکہ، مشارکہ متناقصہ یہ ہے اور بیع المرابحہ یہ ہے اور بیع المرابحہ للعامل بالشراء یہ ہے، آپ نے یہ سب کچھ سمجھادیا، اور اس کو سب کچھ آتا ہے لیکن

اردو میں آتا ہے تو ایسا شخص ان کے کام کا تو ہے نہیں، اور نہ وہ اس کو رکھیں گے، اس لئے ذریعہ تعلیم کا بھی مسئلہ ہے، اگر آپ نے عربی میں پڑھایا تو لوکل مارکٹ کے کام کا نہیں ہے، ان تمام معاملوں کے اوپر غور کرنا ہے اور اسی مقصد کے لئے یہ اجلاس طلب کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی *

بہت جلد دو تین باتیں آپ کے سامنے عرض کروں گا، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے مقالہ میں یہ بات آئی، اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کے سامنے یہ بات ہے کہ موجودہ تعلیم اور طریقہ تدریس میں احکام پر ضرور توجہ ہوتی ہے لیکن مقاصد و حکم پر توجہ بہت کم دی جاتی ہے، جو بھی نصاب بنایا جائے اس کو سامنے رکھا جائے، ڈاکٹر اوصاف احمد نے تفصیل سے انتظامی اور تعلیمی مسائل پر گفتگو کی ہے ان کو بھی سامنے رکھیں، انہوں نے اور اصلاحی صاحب نے کثیر المیعاد اور طویل المیعاد پر بھی گفتگو کی، میرا خیال یہ ہے کہ جب تک طریقہ تعلیم میں تبدیلی نہیں ہوگی صرف یہ مسئلہ کہ ٹیکسٹ بک ہو یا دروس ہو اس سے کام نہیں چلے گا، طریقہ کی طرف میں نے اپنے مقالہ میں اشارہ کیا ہے۔ ہمارے یہاں ساری تعلیم کا انحصار متن پر ہے اور متن سے استخراج کا طریقہ منطقی ہے اور بہت کم توجہ زمینی حقائق کی طرف دی جاتی ہے، دنیا کے حالات کیا ہیں اس کے باوجود اور یہ میدان بالکل اس کے لئے موزوں نہیں ہے،......زیادہ تر ہزار سال، پانچ سو سال پہلے کے متن کو لغت سے استعمال کر کے صرف ہم یہ کر لیں کہ اس کا مطلب نکلا اور یہ ہوا، اس کے تجربے بھی ہوئے ہیں اور میں دو باتیں باوجود وقت کی تنگی کے رکھنا چاہتا ہوں ایک مرتبہ میں امریکہ میں ایک یونیورسٹی میں اسلامی بینک کاری پر مقالہ پڑھ رہا تھا اور میں نے غرر کثیر کی کچھ مثالیں دیں، **بیع الطیر فی الھواء**، (ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کا سودا)، **بیع السمک فی الماء** (پانی میں تیرتی ہوئی مچھلیوں کا سودا) وغیرہ کی، وہاں فیکلٹی کے ڈین وغیرہ بھی تھے تو

* مضمون کے مکمل متن کے لئے دیکھئے جزو (2)۔

بعد میں کھانے پر انہوں نے اس پر میری گرفت کی، مسئلہ سب کو معلوم ہے کہ تالاب کے اندر مچھلی ہے، کسی کو معلوم نہیں کہ ایک من ہے یا دس من اور اس کو اندازے سے بیچ دیا، اس کو غرر کثیر کی بنا پر ناجائز قرار دیا جائے یا نہیں، بہر حال انہوں نے کچھ دلائل بھی دیئے کہ اس کی اجازت ہونی چاہئے، میں اس وقت اپنی پوزیشن کا دفاع نہیں کر سکا، اور اس لئے بھی کہ انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیا تھا، جب میں نے اس مسئلہ کو بعد میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسا کیا جاسکتا ہے اور بڑی صراحت کے ساتھ۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو تاجروں کو نقصان ہے، اس لئے اگر ساری مچھلیاں اکٹھا نکال کر فروخت کریں تو ان کی مدت حیات بہت کم ہوجاتی اور پورے تالاب میں اندازے سے فروخت کردیں تو خریدنے والا اندازے سے نکالتا رہے گا بیچتا رہے گا، یہ طریقہ اس کے لئے زیادہ انفع ہے اور تاجر کے لئے بھی زیادہ انفع ہے، تو یہاں مصلحتوں میں تعارض تھا، تو ایک غرر جو صریح طور پر غرر فاحش ہے اس کو برداشت کیا گیا، اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ حاتم ابن بلطہ منقّع بیچ رہے تھے اور وہ بازار سے کم دام لے رہے تھے اور آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ باہر سے آنے والے یہ سنیں گے کہ مدینہ میں اس وقت بھاؤ یہ چل رہا ہے تو باہر سے منقع آنا بند ہوجائے گا تو آپؓ نے فرمایا: ''إن ما أن ترفع السعر أو أن ترفع السوق'' (یا تو آپ بھاؤ اتنا بڑھادیں جتنا عام تاجر لے رہے ہیں یا پھر بازار کو چھوڑ دیں)، پھر آپ گھر گئے اور پھر واپس آئے اور ابن بلطہ سے کہا کہ شاید مجھے یہ کہنے کا حق نہیں تھا تم آزاد ہو اپنا مال جس طرح چاہو بیچو۔

تیسری مثال: رسول اللہ ﷺ خود تشریف لے جارہے تھے اور دیکھا کہ کھجور کے درختوں پر کچھ لوگ چڑھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا کررہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ پھول ادھر سے ادھر کررہے ہیں، اور زیرے ادھر کے ادھر کررہے ہیں، یعنی تابیر نخلہ کررہے ہیں

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کرو یا نہ کرو برابر ہے''، اور آگے بڑھ گئے، اب نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے ایسا کرنا بند کردیا، کچھ عرصہ کے بعد آپ کا پھر ادھر سے گذر ہوا تو دیکھا کہ درخت سوکھے پڑے ہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا فصل کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ آپ نے جو منع فرمایا تھا اس لئے لوگ رک گئے، اس سال فصل نہیں ہوئی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھائی یہ میں نے اپنی طرف سے کہا تھا، اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا تو میں تمہیں بتادیتا اور میں اللہ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہیں کرتا، ''إنما راء لو ائیتها'' اس کے بعد وہ مشہور حدیث کا ٹکڑا آپ نے فرمایا: ''أنتم أعلم بأمور دنیاکم'' کہ تم لوگ دنیاوی امور میں مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ ہمارا یہ تاثر کہ احکام دینی ہر دائرہ میں، ہر مسئلہ میں یا یہ ہے یا یہ ہے، یہ تاثر بے بنیاد ہے، یہ محل نظر ہے، اس پر نظر ثانی کیجئے، بہت سے امور ایسے ہیں جس میں احکام دینی عارضی ہیں، شارع نے خود آپ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ تجربہ کریں کبھی ایک طریقہ سے نقصان ہو تو دوسرا طریقہ اختیار کریں، تینوں مثالوں میں یہی چیز قدر مشترک ہے، اب مشکل ہمارے یہاں یہ ہے کہ جس فقہی کتاب میں اس طرح کے مسائل میں جو پوزیشن لے لی گئی اس کو ہم اسلام کے برابر سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، آج کے فقیہ طالب علم کو (میں فقیہ استاذ نہیں کہہ رہا ہوں)، یہ حق دیجئے کہ وہ ان کتابوں میں لکھے مسئلوں کو جدید حالات کی روشنی میں تنقیدی نظر سے دیکھ سکے اور آپ سے سوال کی جرأت کر سکے کہ ایسا کیوں ہے، اس کا تو مصلحت سے تعلق نہیں ہے، ایسی فضا نہ بنایئے کہ پانچ سو سال پہلے لکھی ہوئی کتابوں کی ہر سطر یاد کرلینا اور پیش کردینا ہے، اسی کے نتیجہ میں طالب علم کا جو ذہن تیار ہوگا وہ موجودہ دنیا میں اسلام اور اسلامی مالیات کی تدریس یا تعلیم یا تنظیم کے لئے موزوں نہیں ہوگا، میں بات یہ عرض کررہا تھا کہ بہت اچھی تجویزیں پیش کی گئی ہیں انتظامی طور پر اور نصاب کے اعتبار سے، مقاصد شریعت کو اس میں لانے کے اعتبار سے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ طریقہ بدلیئے، تجرباتی امور میدان میں ریسرچ چاہتے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ آج دنیا میں ہو

کیا رہا ہے، اس میں صرف منطق پر گفتگو نہ کیجئے، اب تو صورت حال یہ ہے کہ جدید تحریریں آرہی ہیں ان میں اس بات پر زور دیا جارہا ہے کہ بسا اوقات نہ صرف یہ بلکہ بیک نظر فیصلہ صحیح فیصلہ ثابت ہوتا ہے تو ان چیزوں سے طالب علم کو مستفید ہونے کا موقع دیجئے، اور اس کا دروازہ کھلا رکھئے کہ آئندہ وہ کیا موقف اختیار کرتا ہے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ ہر چیز میں موقف اسلام کا متعین، معلوم اور مربوح ہے، مسئلہ صرف طالب علم کو پڑھا دینا ہے، مالیات کے باب میں ایسا نہیں ہے۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ٭

اس ورکشاپ میں بہت سی ایسی باتیں آئیں کہ جن کا آنا ہمارے لئے بہت ضروری تھا، مالیات کا مسئلہ تو سب سے زیادہ اہم ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور معاشیات کا بھی اسی سے تعلق ہے، واقعہ یہ ہے کہ ہمارے مدرسوں میں یہ ساری کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، جن میں معاشیات، سیاسیات ہیں، لیکن دوسرے موضوعات کے ضمن میں وہ چیزیں گذر جاتی ہیں اور طلباء کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ کون سا موضوع پڑھا اور کیا ہوا، الگ سے کوئی ایسا موضوع جو معاشیات کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہو، اور اس میں مالہ وماعلیہ ساری چیزیں اس میں موجود ہوں اور وہ یا خالی وقت میں یا ہفتہ میں کم از کم ایک دن ایک پیریڈ رکھا جائے جس میں طلباء کو معاشیات کا درس دیا جا سکے اور مالیات کا درس دیا جا سکتا ہے، اور اس طرح ہفتہ میں ایک دن ان کو سیاسیات کا درس دیا جائے، ندوہ کے اندر پہلے معاشیات وسیاسیات داخل درس تھیں اور ہفتہ میں ایک دن اس کا سبق ہوتا تھا اور جب ساری کتابوں سے فارغ ہوجاتے تھے تو پھر اس کو مسلسل پڑھایا جاتا تھا اور اس کا نوٹس لکھوایا جاتا تھا، اور اس کا تقابلی مطالعہ بھی ہوتا تھا، تو میں جہاں تک سمجھتا ہوں کہ

٭ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

مدارس کے اندر ان چیزوں کو رائج کرنا بہت ضروری ہے، تا کہ ہم حلال وحرام کو سمجھ سکیں، مالیات کے معاملہ میں تو ہمارا ذہن ایسا فارغ ہو چکا ہے کہ جو مال چاہو، جہاں سے چاہو اسے خرچ کرلو اور اس کو کھالو، اس میں حلال وحرام کا کوئی تصور ہی نہیں ہو پاتا اور عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ مالی تصرفات کے اندر بہت کم احتیاط برتی جاتی ہے، خاص طور سے ہمارے اس حلقہ میں جو اہل تدریس واہل مدارس ہیں، ان میں احتیاط کی کمی پائی جاتی ہے، تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارا ذہن اس بات کی طرف نہیں جاتا کہ مالیات کا کوئی مسئلہ ہے؟ حالانکہ مالیات سب سے بڑا مسئلہ ہے، اور اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب کے اندر نہ جانے کتنی جگہ مالیات کا ذکر فرمایا اور ایک جگہ تو مالیات کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ پورے ایک صفحہ پر مشتمل ایک مکمل آیت ہے مالیات کے اوپر، سورہ بقرہ میں: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ" لیکن ہم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ مالی تصرفات کے اندر ہمیں کتنی احتیاط برتنی چاہئے، ایک ایک پیسے اور ایک ایک کوڑی کے اندر ہمیں کس طرح احتیاط برتنی چاہئے، یہ احتیاط ہمارے ذہن سے خارج ہو چکی ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ اور بہت سے مسائل پڑھ لیتے ہیں اسی طرح یہ بھی مسائل ہیں، فقہ کی کتابوں کے اندر یہ ساری چیزیں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ مالیات ومعاشیات کے موضوع پر کتاب وسنت کی روشنی میں ایک مختصر سا نصاب تیار کر دیا جائے اور وہ مدارس کے اندر رائج کیا جائے تو اس سے بہت فائدہ ہوگا اس وقت تو پوری دنیا مالی بحران کے اندر مبتلا ہے، کئی درجن بینک بہت بڑے تھے، بڑی ان کی اہمیت تھی وہ دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ امریکا میں بہت سے لوگ بے روزگار ہو چکے ہیں، ان کو روزگار کی جو کیفیت تھی وہ باقی نہیں رہی اور کمپنی نے ان کو جواب دے دیا کہ اب ہمارے پاس افراد کی ضرورت نہیں ہے، اور اتنی مالیات نہیں کہ تمہاری ادائیگی کریں، اس لئے اس وقت اس کی بہت ضرورت ہے اور وقت کا تقاضا بھی ہے، اس کی طرف توجہ ضرور کرنی چاہئے لیکن آہستہ آہستہ جس طریقہ سے بھی ہو سکے ایک نصاب

بنانا چاہئے اور اس کو تمام مدارس اپنے طلباء کو پڑھاویں، جس طرح کتاب وسنت، فقہ اور تاریخ دیگر علوم کو پڑھایا جاتا ہے، البتہ معاشیات کا گھنٹہ کم رکھا جائے۔

ابھی مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے جو مقالہ پڑھا ہے اس میں نصاب کا ایک خاکہ موجود ہے جو بہت ہی اہم اور ہمارے لئے رہنما ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر ہم لوگ ایک نصاب بنائیں اور سب کا اتفاق اس پر ہو اور اس کو ہمارے مدارس میں رائج کیا جائے، اسی طرح سے اس وقت اسلامی بینکنگ کی بڑی ضرورت ہے کہ جس کو ہم اسلامی طرز سے پیش کرسکتے ہیں، کئی ملکوں میں آج اسلامی بینکنگ رائج ہے اور وہ کامیاب ہے، اگر ہم چاہیں اور تیار ہوں تو ہمارے ملک کے اندر جو بڑے تجار اور سرمایہ دار ہیں وہ اسلامی بینکنگ قائم کرسکتے ہیں اور اچھی طرح سے اس کو چلا سکتے ہیں، اس میں اس کا لحاظ رہتا ہے کہ ربا اور سود کو معاملات سے دور رکھا جائے، تو یہ ساری چیزیں بہت ہی اہم ہیں، ربا کی وجہ سے ہی پوری دنیا پر مصیبت آئی ہے، ربا کی وجہ سے کتنے لوگ اتنے بڑے قرض دار ہوئے کہ اس کا ادا کرنا مشکل ہے، ایسے لوگ بینکوں سے بڑی بڑی رقمیں سود پر نکال لیا کرتے تھے اور جب چاہتے تھے لے لیتے تھے، یہاں تک کہ بعض لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کے ذمہ قرض کا بیالیس ہزار ملین ڈالر ہے اور اُن کو یہ رقمیں بینک کو ادا کرنی ہیں، اس طرح کی رقمیں وہ سود پر لیتے رہے اور آج اتنی بڑی رقم ہوگئی جو ان کے لئے مصیبت بن کر سامنے آئی، اور یہ ساری مصیبتیں دنیا میں ربا کے کاروبار کی وجہ سے آئی ہیں، اگر ربا کو ختم کردیا جائے تو تمام حکومتوں کو اور پوری دنیا کو اس مصیبت سے نجات مل جائے اور مالیات کا نظام بالکل درست ہوجائے، لوگ تجارت کے ذریعہ سے کام کریں اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور وہ ہر طرح سے پاک صاف اور مزکی ومصفی ہو اور حلال ہو ایسا طریقہ اختیار کریں، لیکن افسوس کہ ہماری نظریں اس طرف جاتی ہی نہیں ہیں اس لئے کہ ہم مدرسوں کے ان تمام چیزوں کو پڑھا تو دیتے ہیں لیکن اس کو باقاعدہ ایک مستقل موضوع کے طور پر نہیں پڑھاتے ہیں۔

ڈاکٹر رحمت اللہ

میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں پہلے تھوڑی دیر ٹھہر کر اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ ان مدراس اسلامیہ، الحمد اللہ جن کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک اس ملک میں کام کر رہا ہے، ان کے پیچھے کیا مقصد تھا، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور دیگر علمائے عظام نے مدرسوں کے قیام میں جو کاوش اور محنت کی اس کے پیچھے مقصد کیا تھا، ہندوستان میں مسلم حکومت کے زوال کے بعد انگریزوں کی حکمرانی جب اس ملک پر قائم ہوئی اور اس کے نتیجے میں کچھ بیدار مغز امت کے بہی خواہان ملت نے بعض اقدامات کئے تو ایک طرف علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ دوسری جانب مہاراشٹر کے علاقہ میں بدرالدین طیب جی مرحوم کے بدست انجمن اسلام کی داغ بیل ڈالی گئی، سرسید نے یونیورسٹی قائم کی تھی تو ان کے سامنے ایک مقصد تھا وہ ہم تمام لوگوں کو معلوم ہے، وہ نہ تو ہمارا موضوع ہے، اور نہ موقع ہے اس پر گفتگو کا لیکن مدارس کے سامنے کیا مقاصد پیش نظر تھے یہ تو آپ حضرات بہتر سمجھتے ہیں اور بہتر بتائیں گے، ہماری سمجھ میں جو بات آتی ہے وہ یہ کہ وہ زمانہ تھا فتنہ اور فساد کا، جس میں یہ خدشہ اور خطرہ لاحق تھا کہ شاید اسلام کی ترویج واشاعت بلکہ اسلام پر عمل درآمد مشکل میں پڑنے والی ہے اور اس کو بچانا ضروری ہے اس کے لئے ہمیں کوئی نہ کوئی ترکیب اختیار کرنی چاہئے تو اپنے طور پر یہ اسلام کے قلعے (Forts of Islam) یہ قائم کئے گئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وقت کی ضرورت کے تحت ایسا ہوا لیکن یہ ردعمل، کس عمل کے ردعمل کے طور پر ہوا؟۔ نتیجۃً جو جو ترقیات مثبت اعمال کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوئی ہیں ان میں ہمیں تھوڑی کمی محسوس ہوتی ہے۔ ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جس عنوان کے تحت ہم نے اس کام کو شروع کیا تھا الحمد اللہ اس عنوان کے تحت ہمارے یہ مدارس گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور انشاء اللہ دیتے رہیں گے لیکن کیا یہ حد آخری حد ہے؟ یا اس حد سے آگے بھی کوئی چیز ہے جس پر ہمیں سوچنا چاہئے۔

ہم اگر یہ اندازہ کریں کہ اللہ رب العزت کی ہدایت، حکم یا تعلیم کے مطابق ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ'' یہ عبد اور معبود کے رشتہ کو استوار کرنے کے لئے اس کی تفصیلات میں جا کر بندوں کو قریب لانے کے لئے مدارس نے اپنے کام کو شروع کیا ''إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الإِسْلَامُ'' کی روشنی میں کہ زندگی گذارنے کا جو طریقہ میرے لئے، آپ کے لئے، ہم سب کے لئے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے دنیا و آخرت دونوں کے نقطہ نظر سے قابل قبول ہوسکتا ہے وہ اسلام میں ہے تو اسلام کو جاننا، ماننا، سمجھنا اور سمجھانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اس نظریہ کے تحت ان مدارس نے اپنے کام کو شروع کیا پھر سب سے اہم بات کہ یہ دعا ''رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً'' یعنی ہم دنیا کے حسنات سے بھی تعارض کریں گے۔ اس کی توقع کریں گے یہ بات بھی ہمارے سامنے رہی ہے اور رہے گی اور انشاء اللہ یہ ہمارے لئے مفید اور معاون ہوگی اس کام کے لئے جس کا حکم اللہ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع میں دیا تھا اور یہ کہا تھا ''بلغوا عني ولو آية'' پہنچاؤ میری بات کو، خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو، اس دین کو، دین کی باتوں کو دیکھنا یہ ہے کہ دین کی باتوں کو پہنچانے میں مال و متاع کا کیا حصہ ہے، وہ اپنی جگہ الگ عنوان (Topic) ہے جس پر گفتگو ہوسکتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ کیا ہم دین کو اس طرح سمجھتے اور سمجھاتے ہیں جو انسانی سماج کے لئے اہم (Relevent) ہو، جس میں انسانی سماج کے لئے معنویت ہو۔ جس بات کو ہم کر رہے ہیں آج کے زمانہ میں، آج کے سماج کے لئے اس میں معنویت ہو یا ہم دوسروں کو معنوی اعتبار سے ترقی و ترویج کی راہ بتا سکیں، یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے تحت غالباً یہ بات کی جارہی ہے کہ اقتصادیات (Islamic Finance) اور پھر اقتصادیات پر یہ زور بھی ایک ردعمل ہے، یعنی چونکہ لوگوں کے پاس پیسے ہیں لوگ پیسہ لگانا چاہتے ہیں اور اس لئے کچھ حلال اور کچھ حرام کی بات سامنے آرہی ہے اس لئے اب سارے لوگ اسلامی مالیات پر گفتگو کررہے ہیں، حالانکہ ضرورت یہ ہے کہ اسلامی اقتصادیات پر گفتگو کی

جائے زندگی کو احاطہ میں لینے کے لئے اسلامی اقتصادیات کا علم اسلامی اقتصادیات کو اوروں کی طرح اسے ایک پاور کے طور پر استعمال کرنے اور ایک سوشل جسٹس (Social Justice) یعنی (Justified Samaj) منصفانہ سماج کی تعمیر وترقی میں کیا رول ہے کیا کردار ادا کیا جاسکتا ہے (ہوسکتا ہے) جس کا تذکرہ ہمارے افتتاحی اجلاس میں بھی کیا گیا کہ ایک فلاحی اور منصفانہ سماج کی تعمیر میں اقتصادی امور کس حد تک معاون اور مددگار ہوسکتے ہیں یہ تفصیلات ہمارے لئے ضروری ہیں کہ ہمارے **لوگ** ان معاملات کو سمجھیں اب اگر تصور کیجئے کہ کیا ہم یہ برداشت کرسکتے ہیں کہ جن طلباء کو ہم پانچ سال دس سال پندرہ سال تک تعلیم دے کر ان کو نکا لتے ہیں۔ وہ **لوگ** اس **لائق** بھی نہ بن سکیں کہ سماج کے پیچیدہ مسائل سے تعارض کرسکیں۔ سماج کی رہنمائی کرسکیں۔ آخر مبلغ، رہنما، علماء کرام ہی انبیاء کے وارث ہیں انبیاء کی غیر موجودگی میں اس دنیا کو، اس باغِ آدم کو سنوارنے، اس کو ترویج وترقی کی راہ پر لیجانے کی ذمہ داری اسی گروہ پر ہے جو ان مدارس سے نکل کر آتا ہے۔ تو کیا عصر حاضر کے مسائل سے ایسے **لوگوں** کی **لاعلمی** برداشت کی جاسکتی ہے؟ عصر حاضر کے علوم میں اقتصادیات بھی ایک سائنس ہے کم سے کم میں زیادہ سے زیادہ کیسے کیا حاصل کیا جائے چاہے وہ خورد ونوش کا معاملہ ہو چاہے وہ پیداوار کا معاملہ ہو چاہے وہ زندگی کے دیگر یعنی بزنس کی دنیا کے دیگر حصوں کا معاملہ ہو پھر اس میں اس علم کا ہونا اس تکنیک کا، اس تکنیک کی تعلیم یا اس کی تمام چیزوں سے واقف ہونا کتنا ضروری ہے اس کا اندازہ ہم اور آپ کرسکتے ہیں۔ ہمارے پاس اکثر وبیشتر اس طرح کی باتیں آتی ہیں کہ دیکھئے یہ تو آپ نہیں کرسکتے ہیں تو پھر ہم کیا کریں؟ وہ آپ سمجھیں ہم نے آپ کو بتادیا، مفتیان کرام جو مختلف مسجدوں میں اور مختلف جگہوں پر اس سلسلہ میں باتیں کرتے ہیں وہ اکثر وبیشتر حرام اور حلال کے قیود سے تو **لوگوں** کو واقف کراتے ہیں لیکن جب تجارت کی دنیا میں آنے کے بعد کم سے کم پیسے سے زیادہ پیسے کے خرید وفروخت کا جب معاملہ آتا ہے تو اس پر تو وہ آسانی سے حرام وحلال کے سلسلہ میں رہنمائی

کر دیتے ہیں لیکن بلس، کمرشیل بلس، تجارتی بلس کے خرید فروخت کا جب مسئلہ آتا ہے تو اکثر وبیشتر لوگ اس کے سلسلہ میں لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ اس کی اطلاع ہم بعد میں آپ کو دیں گے ظاہر ہے کہ یہ جو صورتحال ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہمارا نصاب مکمل طور پر ان کو اس پوزیشن میں نہیں لاتا کہ وہ ہر موقع پر لوگوں کی رہنمائی کر سکیں۔ اس ضمن میں صرف ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ رائے پور میں مائکرو فائنانس (Micro Finance) پر ایک بڑا اسمینار ہوا اتفاق سے مجھے بھی اس میں شرکت کا موقع ملا، مسلمانوں کی غربت کے خاتمہ کے سلسلہ میں بات آئی، مائکرو فائنانس (Micro Finance) کا جو موجودہ سسٹم ہے اس میں سود کا لین دین ہوتا ہے، سود اس میں ملوث ہے ہم نے اس بات کی کوشش کی کہ شرکت، مضاربت، مرابحہ، اجارہ، بیع سلم، بیع استصناع وغیرہ کے تعلق سے کچھ باتیں ان کے سامنے رکھیں اور یہ کہیں کہ اگر اس پر آپ لوگوں میں سے کوئی صاحب کام کرنے کو تیار ہوں تو اس کی توقع ہے کہ آپ سود سے بچ سکیں گے، ایک صاحب اس جلسہ کی صدارت کرر ہے تھے انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب یقین جانئے کہ ہم لوگ اقتصادیات کی تعلیم دیتے تو ہیں، لیکن اس شرح وبسط کے ساتھ ہم ان چار جو ٹولس (Tools) ہیں ہمارے، شرکت، مضاربت، مرابحہ، اور اجارہ کے سلسلہ میں اتنی تفصیلات ہم اپنے بچوں کو نہیں بتاتے ہیں اور آپ کو یہ جان کر اور حیرت ہوگی کہ بالکل قریب آکر انہوں نے میرے کان میں کہا کہ اور ہمارے لوگ جانتے بھی نہیں، یہ مدارس کے ان ٹیچرز کے بارے میں انہوں نے بات کی جو اس تعلیم کو دیتے ہیں، ظاہر ہے چونکہ اس کی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے، ہم نے یہاں آنے سے پہلے ممبئی کے تین بڑے مدارس کے علماء اور مفتیان سے گفتگو کی انہوں نے بجنسہ یہی بات کی، انہوں نے کہا عبادات کے تعلق سے جتنا نصاب ہے وہ ہمارا مکمل نہیں ہوتا اور یہ معاملات کے باب کو تو ہم سرسری طور پر ختم کر دیتے ہیں اور دونوں کتابوں کا نام لیا کہ قدوری اور ہدایہ کی کچھ چیزیں ہم لوگوں کو پڑھا دیتے ہیں اور اس کے بعد اس معاملہ کو ختم

کردیتے ہیں آپ اگر یہ توقع کرتے ہیں کہ اس کا کوئی نصاب ہمارے پاس الگ سے موجود ہے تو ایسا کچھ نہیں ہے، ان کتابوں میں جو کچھ آتا ہے وہ ہم پڑھادیتے ہیں اور یہ اس معاملہ کو آگے بڑھادیتے ہیں جب صورتحال ایسی ہے تو ظاہر ہے کہ ہم توقع کچھ بہت بڑی اپنے فارغین سے نہیں کرسکتے، یہ بہت خوش آئند بات ہے اور جزائے خیر کے مستحق ہیں وہ حضرات جنہوں نے اس موضوع پر اس انداز میں گفت وشنید کے لئے ایک ایسے اجتماع کا انعقاد کیا ہے مجھے بہت خوشی ہے اور مجھے امید بھی ہے کہ انشاء اللہ العزیز یہ تبدیلی ایک بہت بڑے فکری اور علمی انقلاب کا ذریعہ بنے گی۔ انشاء اللہ! یہ فکری اور علمی انقلاب پھر علماء کرام کو اس مقام پر فائز کرے گا جس پر وہ نام کے لئے تو اب بھی فائز ہیں لیکن عملاً بھی فائز ہوا ہے کہ وہ واقعۃً انبیاء کے وارث کی حیثیت سے مبلّغ نہ صرف مبلغ بلکہ ایک رہنما کی شکل، ایک قائد کی شکل، ایک لیڈر کی شکل، اس سماج میں اختیار کرسکیں۔ جہاں تک ہم لوگوں کا تعلق ہے ہم لوگ بھی اقتصادیات کی تعلیم سے متعلق ہیں اس کے طالب علم ہیں درس وتدریس سے بھی کچھ تعلق رہا ہے، ہم اس سلسلہ میں تمام منتظمین کو یہ امید دلاتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہمیں ہمارا وعدہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ انشاء اللہ اس سلسلہ میں اگر آپ عملی اقدام کرتے ہیں چاہے نصاب کی تیاری کا معاملہ ہو، کورسیز کی تدوین کرنے کا معاملہ ہو، ہم اور اپنی صلاحیت اور اپنے اوقات کو سامنے رکھتے ہوئے وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز ہم اس معاملہ میں پورے آپ کے ساتھ ہیں۔

ایک آخری بات کہہ کر میں اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مائیکرو فائنانس (Micro Finance) صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہے بلکہ یعنی یہ تو ساری انسانیت کے لئے ہے دنیا میں اس وقت مائیکرو فائنانس غربت اور افلاس کے خاتمہ کے لئے ایک اہم طریقہ سمجھا جارہا ہے، ممبئی اس وقت ایک گروپ ہے جو اس بات کے لئے کوشاں ہے کہ مائکرو فائنانس کے طریقوں میں سے سود کا عنصر ہے نکال کر کے غیر سودی مائیکرو فائنانس (Micro finance) بنایا

جائے الحمدللہ اس پر کام ہورہا ہے اور توقع ہے کہ عنقریب اس کا ایک ماڈل اور اس کا ایک پائلیٹ (Pilot Project) پروجیکٹ شروع ہوجائے گا، میں یہ بات کہنا چاہ رہا ہوں کہ مدارس اپنے علاقوں میں ریلیوینٹ (Relevent) بن جائیں اور عملاً کچھ اس طرح کارخیر یعنی خیر کے کاموں میں بھی حصہ لینا چاہئے اپنے علاقوں میں اگر مائیکروفائنانس کا کام شروع کرنا چاہیں تو اس کی تعلیم اس کی تربیت اور اس سے متعلق کچھ جو دیگر سہولیات ہیں مل سکتی ہیں مجھے توقع ہے کہ اس گروپ سے اس سلسلہ میں بات کی جاسکتی ہے اور انشاء اللہ وہ فراہم ہوگی تو اس سے کچھ عملی فوائد بھی حاصل ہوسکیں گے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ناظم اجلاس

مجھے بڑا افسوس ہورہا ہے کہ اتفاق سے فاضل مقرر کی ملاقات کسی ایسے مفتی سے ہوگئی جو مضاربت اور شرکت، مرابحہ اور تولیہ جو ہمارے یہاں فقہ کے عام طلباء کو بھی زبان زد ہوتے ہیں اور وہ ان اصطلاحات سے بھی واقف نہیں تھے۔ میرا خیال ہے کہ ہماری بات تھوڑا اپنے موضوع سے ہٹ گئی، بہت سے لوگ اس سوچ کے اسیر ہیں کہ مدارس ایک ردعمل کے تحت قائم ہوئے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بنیادی غلط فہمی ہے۔ مدارس نے صرف ردعمل کا کام نہیں کیا ہے بلکہ عمل بھی کیا ہے۔ آج اسلام کی تشریح وتطبیق، اسلام کی توضیح اور نئے حالات میں مسائل کا حل کون کررہا ہے؟ علماء ہی کررہے ہیں! فاضل مقرر نے جن مسائل کو اٹھایا ہے اگر وہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمیناروں کے بارے میں ہی معلومات حاصل کرلیتے تو یہ غلط فہمیاں دور ہوسکتی تھیں۔ اسلامی بینکنگ سے متعلق درجنوں مسائل ہیں جن پر بحث ہوچکی ہے، علماء نے ان کے بارے میں فیصلے کئے ہیں اور ابھی جو اگلا سمینار ہمارا ہونے والا ہے، اس کے موضوعات میں ''تورق'' اور افراط زر بھی رکھے گئے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اصل میں یہ گیپ کی وجہ سے ہے چونکہ دینی مدارس کے فضلاء، ارباب افتاء اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے درمیان ایک ایسی خلیج ہے اور اس

میں زبان کا بھی دخل ہے کہ ہم ایک دوسرے کی خدمات سے واقف نہیں ہوتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ دین سے آزاد ہیں یہ حضرات جو سمجھتے ہیں کہ مدارس کے فارغین اور اساتذہ از کار رفتہ ہیں غلطی سے اس دور میں پیدا ہو گئے ہیں تو نقطہ نظر کا یہ فرق، یہ اصل میں اس گیپ کی وجہ سے، اس خلیج کی وجہ سے ہے۔ اور ہم لوگوں کی ایک مشکل یہ ہے کہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ اگر حرام کا کوئی حلال متبادل ہو سکے تو ہم اسے پیش کر سکیں، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے خود فرمایا کہ علماء کو چاہئے کہ ہمیشہ حرام کے ساتھ اگر اس کی کوئی بدلی ہوئی جائز صورت ہے تو اس کو بھی بتائیں تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں حضرت تھانویؒ کے الفاظ میں کہ اسلام صرف لا یجوز کی شریعت ہے۔ تو یہ ہمارے بزرگوں کا خیال پہلے سے ہے، لیکن ہمارے لئے مشکل یہ ہے کہ ہم حرام کو حلال نہیں کہہ سکتے تو جب آپ اس دین کے دائرہ میں رہیں گے، اپنے آپ کو ایک الہامی مذہب کا اپنے آپ کو پابند رکھیں گے تو ظاہر ہے کہ ہر خواہش جواز کی صورت اختیار نہیں کر سکتی۔ مجھے اس بات پر بھی افسوس ہوا جو ہم نے اپنے دوستوں سے ابھی سنا، ان کے ذہن میں یہ ہے کہ مدارس میں جو لوگ پڑھتے ہیں وہ اسلامی معاشیات سے بھی بالکل بے خبر ہیں، آخر اسلامی معاشیات کے کیا مطلب ہیں؟ ہدایہ کی تیسری جلد معاملات کے بارے میں ہے۔ اس کا سبق ہی شروع ہوتا ہے معاملات سے، بیوع سے، مضاربت کی بحث آتی ہے، شرکت کی بحث آتی ہے، بیع کے ذیل میں مرابحہ کی بحث آتی ہے ربا اور قمار کی بحثیں آتی ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ استاذ ان موضوعات کو پڑھائے بغیر گذر جائے۔ عبادات کا باب بالکل الگ ہوتا ہے اور معاملات کا سبق بالکل الگ استاذ سے متعلق ہوتا ہے! میں یہ سمجھتا ہوں کہ زیادہ فرق اصطلاحات کا ہے اور اسلامی معاشی جو نظریات ہیں اس کو بحیثیت نظریے کے پیش کرنے کا ہے، آپ ہمارے یہاں دیکھیں فقہاء نے اس پر گفتگو کی ہے کہ اسلامی نظام معیشت کی بنیاد عدل پر ہے طلب اور رسد میں توازن قائم رکھنا تاکہ قیمتیں غیر متوازن نہ ہو جائیں اس پر منحصر ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے احتکار سے منع

کیا ہے۔قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو فطری نظام پر باقی رکھا جائے اسی لئے تلقی جلب کو منع کیا گیا۔ بیع حاضر للبادی کو منع کیا گیا، اس طرح، استثمار کے طریقے ہیں اسلام میں، مضاربہ اور مشارکہ ہیں اور کچھ ذیلی طریقے ہیں جس کو آج کل لوگوں نے اختیار کیا ہے اجارہ ہے مرابحہ ہے، بعض حالات میں سلم اور استصناع ہے، یہ تمام صورتیں وہ ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس کی بحث موجود ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے اس اسلامی فقہ اکیڈمی نے ماہرین معاشیات اور علماء کے ایک مشترکہ گروپ کی تشکیل کی تھی کہ غیر سودی بنیادوں پر کوآپریٹیو سوسائٹی کا قیام کیسے کیا جائے، اس گروپ کے ایک ممبر کھٹکھٹے صاحب یہاں موجود ہیں وہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ جب قاضی صاحبؒ ٭ نے بدائع سے نکال کر مضاربت کی بحث پڑھنی شروع کی اور لوگوں کو سمجھانا شروع کیا تو لوگ حیرت زدہ تھے کہ کیا فقہاء نے اتنی دقت نظر سے، اتنی باریک بینی اور دوررس نگاہ کے ساتھ، ان مسائل پر بھی روشنی ڈالی ہے، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جن احباب نے اپنی بات کہی ان کے خلوص میں، ان کے دینی جذبہ میں اور ہم لوگوں کی ہمدردی اور بہی خواہی اور محبت میں اس پر کوئی کلام نہیں ہے، لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ یہ دونوں طبقہ جو امت کا اثاثہ ہیں اور ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے اشتراک کے امکان سے بے خبر ہیں۔ صرف مال کا مشارکہ نہیں ہونا چاہئے صلاحیتوں کا بھی مشارکہ ہونا چاہئے۔ اس سے ہم دین کی بڑی اعلا خدمات انجام دے سکتے ہیں اور شریعت کی بہترین ترجمانی کر سکتے ہیں۔اس پہلو پر ہم زیادہ آگے نہیں بڑھ سکے، اصل جو موضوع ہے اس وقت کل کا موضوع یہ ہوگا کہ ”دینی مدارس میں معاشیات کی تعلیم کو داخل کرنے میں کیا مشکلات درپیش“، تعلیمی اعتبار سے، نصاب کی کتابوں کے اعتبار سے، اساتذہ یعنی تجربہ کار اساتذہ کی فراہمی کے اعتبار سے، مالی اور انتظامی مسائل کے اعتبار سے، آج کا اصل موضوع یہ ہے کہ کیا واقعی دینی مدارس میں معاشیات کی تعلیم کو داخل کیا جانا

٭ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، اسلامک فقہ اکیڈمی کے پہلے سکریٹری جنرل۔

چاہئے، اس کی کیا اہمیت ہے اور داخل کیا جانا چاہئے تو کس سطح پر، فضیلت سے پہلے بھی یا فضیلت کے بعد، اختصاص کی شکل میں۔ ہمارے فقہاء کے یہاں پہلے بھی فقہ کے بعض شعبوں میں اختصاص رہا ہے جیسے ایک شعبہ ادب قضا کا ہے ادب قضاء پر مستقل کتابیں رہی ہیں آپ جانتے ہیں کہ پورا کتب خانہ موجود ہے، ہر فقہ کا، اسی طرح جیسا کہ میں آپ سے ذکر کروں کہ ''احکام سلطانیہ'' کا جو حکومتی قوانین ہے اس پر ابو الحسن ماوردی کی کتاب، فرا حنبلی کی کتاب اور کتنے سارے علماء کی کتابیں موجود ہیں ایک حد تک مالیات کے مسائل بھی ایسے رہے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کی کتاب ''الخراج'' امام ابوعبید کی کتاب ''الاموال'' اس کا موضوع ہی اصل میں مالیاتی نظام ہے، اس زمانے میں چونکہ اسلامی حکومت موجود تھی اس لئے انہوں نے حکومت کے پس منظر میں گفتگو کی ہے کہ بیت المال میں کیا مدات ہونے چاہئے اور اس میں کیا رعایتیں کی جا سکتی ہیں اور حکومت دوسرے ملکوں سے اگر تعلقات قائم کرے تو ان تعلقات کے سلسلہ میں وہ کیا کریں؟ کن شرائط پر وہ صلح کر سکتے ہیں اسی طرح ہمارے یہاں ایک مستقل موضوع فقہ کا بین الاقوامی تعلقات کا ہے یہ تو مستشرقین بھی مانتے ہیں کہ بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قوانین پر پہلی کتاب امام محمدؒ کی ہے تو یہ بھی ایک مستقل موضوع رہا ہے، اس دور میں اس بات کی ضرورت ہے کہ چونکہ نظام معیشت بہت پھیل گیا ہے، بین الاقوامی تعلقات کی وجہ سے دنیا سکڑ گئی ہے، فاصلے سمٹ گئے ہیں، تجارت کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے، صنعتی ترقی کے بعد خطرات میں اضافہ ہوگیا ہے اور کاروبار خطرات سے حفاظت کے متقاضی ہوا کرتے ہیں تو ان ساری باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کے علماء ان ہی اصولوں کو سامنے رکھ کر جو ہمارے فقہاء نے متعین کئے ہیں، فقہ الاقتصاد الاسلامی کو ایک مستقل حیثیت دیں تو یہ اس وقت کا اصل موضوع ہے کہ ہمیں اپنے مدارس میں اور ظاہر ہے کہ اسلامی معاشیات ہم اس وقت تک نہیں پڑھا سکتے جب تک ہم خود معاشیات کو نہیں پڑھیں گے، نفس معاشیات کی تعلیم کے بغیر آج کے

دور میں اسلامی معاشیات کی تطبیق کا کام آپ نہیں کرسکتے اور یہ طرز عمل ہمارے دین کے خلاف نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام جس دور میں آیا سونا اور چاندی کرنسی تھا، درہم ایران کی کرنسی تھی اور دینار روم کی کرنسی تھی سونے کی اور حضور ﷺ نے ان ہی دونوں کوثمن باقی رکھا ثمن خلقی باقی رکھا، اس زمانے کا جو نظام معیشت تھا حضور ﷺ نے اس کو قبول کرتے ہوئے آگے بڑھایا۔ اس کے اصول مقرر کئے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے باضابطہ سکوں کے اوزان مقرر کئے جو پہلے سے مقرر نہیں تھے، پہلے سکوں کے اوزان میں تفاوت ہوا کرتا تھا۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے کہ جو نظام معیشت اس وقت رائج ہوگیا ہو اس کو ہم اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کا کام کریں اور کتاب وسنت کی تعلیمات کو اور فقہاء کے اجتہادات کو اس پر منطبق کرنے کی کوشش کریں۔

مفتی محمد سلیمان ظفر قاسمی

یہ جو معاملات کی بات چل رہی ہے اسلامی نظام اقتصادیات، اسلامی معاشیات کا معاملہ آپ تمام حضرات کو معلوم ہے کہ انٹرنیشنل پیمانے پر یورپ میں اس پر بحث ہورہی ہے ہمارے وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے ایک کمیٹی اس پر بنائی ہے اور غالباً اس پر عنقریب فیصلہ بھی ہونے والا ہے، اس کے بارے میں ہمارے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ ٹیچر کہاں سے آئیں گے بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارے اساتذہ جو بیچارے ہدایہ قدوری وغیرہ پڑھاتے ہیں اس کے لئے بھی مشکلات ہیں تو اس بارے میں مجھے چند باتیں عرض کرنی تھیں ہمارے مدارس پر جو بحث کررہے ہیں وہ اپنی جگہ تو ٹھیک ہے اگر ہمارے مسلم اداروں کو بھی اس میں شامل کرلیں تو بس یہ عرض کرنا تھا یہ تجویز تھی کام ہو، مدارس میں کام تو ہونا چاہئے کیونکہ اساتذہ جو ہمیں درکار ہیں مدرسہ میں تو ملیں گے نہیں، اسلامی معاشیات کے ماہر اور علم معاشیات کے ماہرین ہمارے مدرسوں میں جو مدرسین ہیں وہ مشکلات سے دوچار ہیں ان کے پاس ٹیچر نہیں ہے مالیات کی فراہمی کا مسئلہ ہے اگر اس میں ایسا کچھ رابطہ ہوجائے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے ذریعہ ان تعلیمی

اداروں کو مدعو کریں کسی اجلاس میں کہ وہ اپنے ٹیچر ہمارے اداروں کو مستعار دے دیں تو اسلامی مالیات کی تعلیم کے بارے میں بات بن سکتی ہے مدرسہ ہی پر سب کچھ ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ پوری ملت اسلامیہ کا مسئلہ ہے مدرسہ اس کا ایک حصہ ہے۔

ایچ عبدالرقیب ٭

میں چنئی سے ہوں اور ایک چھوٹا سا تاجر ہوں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ بینک کے سود کے بغیر اپنی تجارت کروں گا اور اس سلسلہ میں کچھ مشکلات بھی سامنے آئیں اور کچھ تجربات بھی ہوئے۔ اور الحمدللہ میں نے بلاسودی کاروبار کا ارادہ کیا۔ اس ملک میں اس کی کیا راہیں ہوں تو اسی لئے میں تقریباً دس سال سے مسلسل کام کررہا ہوں اس سلسلہ میں ایک ادارہ بھی ہم نے قائم کیا ہے انڈین سینٹر فار اسلامک اکنامکس اینڈ فائنانس (Indian Islamic Center for Islamic Economics and Finance) جس کے ذریعہ سے اسلامی معیشت کو اور پھر اسلامی بینک کاری کو اس ملک میں روبہ عمل لانے کی ہم کوشش کریں گے ابھی جو صبح سے ہماری گفتگو ہورہی تھی کہ مدارس میں اقتصادیات و مالیات کی تعلیم ہم دیں لیکن اس سے پہلے میں سمجھتا ہوں کہ ہم چند ایسی باتوں کو شروع کریں جو ہمارے درمیان متفق علیہ ہیں مثال کے طور پر زکوۃ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کئی دوست ہیں جو عربی مدارس میں پڑھے ہوئے فاضل دوست ہیں اور میرے کئی رشتہ دار بھی ہیں۔ وہ جب نماز کی بات کرتے ہیں حج وروزہ کی بات کرتے ہیں تو ان کے پاس پوری تفصیلات ہوتی ہیں، فرض ہی نہیں سنن ہی نہیں، بلکہ نوافل تک کی تفصیلات انہیں ازبر ہوتی ہیں اس طرح روزہ کے بارے میں بھی ان کا علم مستحضر ہے لیکن زکوۃ کے بارے میں جب گفتگو ہوتی ہے تو وہ معلومات حاصل نہیں ہیں، حال یہ ہے کہ میں نے کئی دوستوں سے بھی گفتگو کی تو ان کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ زکوۃ کے حقدار کتنے لوگ ہیں اور کن کو دینا چاہئے، تو میں یہ

٭ ڈائرکٹر انڈین سینٹر فار اسلامک اکنامکس اینڈ فنانس (ICIEF)، نئی دہلی۔

عرض کروں گا پورے ادب کے ساتھ کہ ہمارے مدارس میں اجتماعی نظم زکوۃ قائم ہو اور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں زکوۃ کی وصولیابی کا جو طریقہ تھا کیسے انہوں نے نبی کریم ﷺ نے عاملین زکوۃ مقرر کئے، کاتبین تھے، ان ساری تفصیلات کو نصاب کا ایک جزء بنائیں اور پھر دور نبوی میں، خلفائے راشدین کے دور میں، اموی دور میں، عباسی دور میں اجتماعی نظم زکوۃ کا طریقہ رائج رہا اس کے تعلق سے بھی ہم تاریخ سے لوگوں کو آگاہ کریں اور یہ بھی بتائیں کہ آج کے زمانہ میں مختلف علاقوں میں ممالک میں زکوۃ کے کیا طریقے ہیں مثال کے طور پر ملیشیا میں اور ساؤتھ افریقہ میں زکوۃ کا جو سسٹم ہے اس پر IDB کے ایک ممتاز ماہر ڈاکٹر حبیب احمد نے ایک بڑی اچھی کتاب لکھی ہے زکوۃ کے ذریعہ غربت کا ازالہ (Abolition of Poverty through Zakat) جس میں بتایا گیا ہے کہ ہم زکوۃ کے ذریعہ ہم ایک غریب سماج کو اوپر اٹھا سکتے ہیں، سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق بڑے شہروں کی جھگی جھونپڑیوں میں سکھ سے زیادہ ہمارے مسلمان بھائی، بہن رہتے ہیں کبھی میں اپنے دل پر ہاتھ رکھتا ہوں اور آپ بھی اپنے دل پر ہاتھ رکھیئے کہ کیا ہم نے کبھی ان جھگی جھونپڑیوں کو کبھی جا کر دیکھا بھی ہے کہ ان کی حالت زار کیا ہے اور اس کے پس منظر میں ہم نبی کریم ﷺ کا وہ قول دیکھیں ''کاد الفقر أن یکون کفرا'' تو یہ ہم دیکھتے ہیں کہ غریب لوگ کرسچن بھی ہو رہے ہیں قادیانی بھی ہو رہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ زکوۃ کے اجتماعی نظم کے تعلق سے ہمارے نصاب میں یہ ضرور شامل کرنا چاہئے، خصوصی طور پر جیسے ہم نماز کے لئے روزہ اور حج وزکوۃ کے لئے کرتے ہیں اسی طریقے سے اجتماعی نظم زکوۃ کے بارے میں بھی ہمیں غور کرنا چاہئے، میں علماء سے بڑے احترام کے ساتھ گذارش کروں گا کہ ہم انفرادی زکوۃ کے ساتھ ساتھ اس ملک میں اجتماعی زکوۃ کی کوئی صورت پیدا کرنے کے بارے میں غور کریں۔

دوسری بات مجھے عرض کرنی ہے کہ ہمیں اپنی مساجد کو ایک نئے انداز سے پیش کرنے کی ضرورت ہے کیا یہ این جی اوز نہیں بن سکتے؟ کیا غریب لوگ یہاں آکر قرضہ نہیں حاصل

کر سکتے؟ گذشتہ ہفتہ مدراس میں بلاسودی فیڈریشن کے لوگوں نے ایک میٹنگ بلائی تو میں نے اس میں بھی عرض کیا کہ ہماری مساجد میں ہزاروں روپے رہتے ہیں کیا ہم ان روپیوں کو قرض حسن کی سوسائٹی میں تبدیل کر کے غریبوں کے لئے قرضے مہیا نہیں کر سکتے؟ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ اس میں نہ دیں لیکن اگر ہم اس کے لئے شروعات کر سکیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے علماء کرام کو عوام سے ملنے، حساب و کتاب رکھنے کا سلیقہ اور تجربہ بھی حاصل ہوگا۔ ابھی ہمارے دوست ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب نے مائیکرو فائنانس کی بات کہی۔ IDB کے ایک ممتاز ماہر معاشیات ڈاکٹر عبید اللہ صاحب نے مائیکرو فائنانس کے نظریات اور عملی تجربوں پر اہم کتابیں لکھی ہیں دنیا بھر کے مائیکرو فائنانس کے تجربہ کا تجزیہ کیا ہے اور آخر میں انہوں نے بتایا کہ اسلام میں مائیکرو فائنانس کی بنیاد رسول ﷺ کی ایک حدیث ہے جس کی طرف آج سویرے حضرت مولانا رابع ندوی صاحب نے اشارہ کیا اپنے پیغام میں، انہوں نے بتایا کہ اس حدیث کے مطابق کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ایک انصاری صحابی آئے اور انہوں نے کچھ صدقات طلب کئے اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے یہ ایک معروف حدیث ہے جس کی تفصیلات بھی مشہور ہیں کہ بالآخر نبی کریم ﷺ نے ایک کلہاڑی منگوائی، آپ نے اپنے ہاتھوں سے کلہاڑی کو دستہ لگایا پھر ان کو ہدایت دی کہ وہ کیا کریں۔ قرض حسن اور مائیکرو فائنانس میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ مائیکرو فائنانس میں صرف قرض نہیں دیا جاتا بلکہ اس کی مدد کی جاتی ہے اس کی سفارش کی جاتی ہے اس کی رہنمائی کی جاتی ہے، اس کے ساتھ چلا جاتا ہے۔ انگریزی کے الفاظ میں .....) (You walk with the customer اس کے ساتھ ہم چلتے ہیں اس کو مشورہ دیتے ہیں، مائیکرو فائنانس دنیا میں اس وقت ایک مقبول عام طریق کار ہے لیکن اس کی بنیاد سود پر قائم ہے، مسلم معاشروں میں کچھ لوگ غیر سودی مائیکرو فائنانس کا تجربہ کر رہے ہیں لیکن یہ تجربے ابھی ابتدائی مرحلوں میں ہیں۔

آخری بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ آج دنیا اسلامی مالیات واسلامی فائنانس کی بات کررہی ہے یہاں تک کہ عیسائی فرقہ کے مذہبی سربراہ پوپ نے بھی گذشتہ مہینے یہ بات اپنے پارٹی کی تقریر میں بھی کہی اور اپنے مجلّہ میں بھی لکھا کہ اگر آج مغربی ممالک کی کساد بازاری کو اور اس کی اقتصادیات کو بچانا ہو تو اسلامی معیشت اور اسلامی مالیات کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ انہوں نے اس کی وجہ بھی بتائی ہے کہ اسلامی معیشت میں اسلامی بینک کاری میں کھاتے دار بینک سے قریب ہوتے ہیں اور اسلامی بینک کاری کی بنیادیں اخلاقی بنیادوں پر ہیں، سوال یہ ہے کہ اسلامی معیشت میں اور آج کی جدید معیشت میں کیا فرق ہے، علماء کرام سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ یہ فرق بتائیں، اسلامی معیشت اور جدید معیشت کے درمیان فرق کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کریں، اس ضمن میں ہم کو ان چار باتوں کا خیال رکھنا چاہئے (1) زکوۃ کے پورے نظام کو ہم نئے طریقہ پر کیسے نصاب میں شامل کریں اس کو اس ملک کے لئے Relevent کیسے بناسکتے ہیں (2) مساجد میں کیا قرض حسن کے تعلق سے ہم عوام کے ساتھ تعلق پیدا کرسکیں، (3) مائیکرو فائنانس جو چھوٹے قرضے دیئے جاتے ہیں جس کے بارے میں ہم رہنمائی کرسکیں اس کے ذریعہ سے جو ہے ہم اقتصادیات کے میدان میں بھی آگے بڑھ سکتے ہیں، چوتھے یہ کہ عوامی بیداری کے لئے اس مہم میں ہم شامل ہوسکیں گے۔

اخیر میں ایک بات یہ بھی عرض کرنی ہے کہ حکومت ہندوستان نے پلاننگ کمیشن میں ایک اعلا سطح کی کمیٹی مقرر کردی ہے گذشتہ ڈیڑھ سال پہلے رگھورام راجن جو آج ملک کے وزیر اعظم کے اقتصادی مشیر بھی ہیں، نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ اس ملک میں بلاسودی بینک کاری کی ضرورت ہے۔ ایک بڑا طبقہ جو اپنے مذہبی اصولوں اور خیالات کی وجہ سے بینک کاری سے بہت دور ہے، ان کے لئے بلاسودی بینک کاری ضروری ہے اس موقع پر ہمیں عوامی بیداری میں ساتھ دینا ہوگا، عوام کو ساتھ لینا ہوگا اور غیر مسلموں میں بھی ایسے لوگوں کو تلاش کرنا ہوگا جو ان معاملات میں ہمارا ساتھ دے سکیں۔

مفتی انور علی اعظمی *

میں ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب کی بات سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہتا تھا اور اس بات کو ڈاکٹر صاحب کے یہاں بیان کرنے کی وجہ سے ایک طبقہ غلط فہمی کا شکار ہوسکتا ہے کہ شاید تمام علماء اور تمام مدارس کے علماء اس طرح کے ہیں اور دین کے معاملہ میں ناقص معلومات رکھتے ہیں اس غلط فہمی کو ہمارے بزرگ مولانا خالد صاحب رحمانی نے دور کردیا اس لئے ہم اب اس موضوع پر نہیں جانا چاہتے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم مدارس کے لوگ قرآن وحدیث میں جو اسلامی معاشیات یا اقتصادیات کے اصول مذکور ہیں وہ نصوص فقہ کی تفصیلات، متون اور شروح کے اندر ضرور پڑھاتے ہیں لیکن اس وقت جو دنیا کے موجودہ اقتصادی اور معاشی نظام سے ہم کو جس قدر واقفیت ہونی چاہئے یقیناً اس میں ہم کو اپنی کمی کا احساس ہے اور اس کمی کے احساس کو دور کرنے کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس میں باقاعدہ اسلامی اقتصادیات ومعاشیات کی تعلیم ہو، موجودہ دور کے اقتصادیات ومعاشیات کو جوڑنا ہے تو مدارس کے ایک طبقہ کی اسی انداز پر تربیت ہونی چاہئے اور مجھے یہ امید ہے کہ جو مدارس سے دلچسپی رکھنے والے علماء کرام اور پرانے اساتذہ ہیں اگر ان کو دو مہینہ کا تربیتی کورس کرادیا جائے تو وہ موجودہ اقتصادیات ومعاشیات سے ایک حد تک واقفیت حاصل کرسکتے ہیں اور وہ پھر مدارس میں اپنے طلباء کو پڑھانے کا کام انجام دے سکتے ہیں جیسے قضاء کا کام جب شروع کرنا ہوا تو حضرت قاضی صاحبؒ نے قضا کی تربیت کے لئے ایک کورس قائم کیا اور سہ ماہی یا چھ ماہی تربیتی کورس کے ذریعہ قاضی تیار کئے اس وقت نئے لوگوں کے لئے یہ کام بہت مشکل معلوم ہورہا تھا لیکن آج قاضیوں کی ایک ٹیم تیار ہوگئی ہے جن کے ذریعہ معاشرتی مسائل حل کئے جارہے ہیں، معاملات سلجھائے جارہے ہیں اور قضا کا

* استاذ دارالعلوم (مئو)۔

کام بخیر وخوبی انجام پارہا ہے۔اس طرح سے آج بھی اس نئے موضوع پر جانکاری حاصل کرنے کے لئے ایک تربیتی کورس کی ضرورت ہے اور اس تربیتی کورس کے ذریعہ سے اس مشکل کو بہت آسانی کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت جو دنیا کا معاشی واقتصادی نظام ہے جس میں بنیادی طور پر شیئر مارکیٹ اکسچینج اور بینکنگ وغیرہ کی جو بنیادی چیزیں ہیں دلچسپی رکھنے والے لوگ ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ روزانہ معلومات اخبارات کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں پڑھتے ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں اور اس میں معلومات حاصل کررہے ہیں لیکن جو ہم اس میں حضرت مولانا سیف اللہ صاحب رحمانی اور فقہ اکیڈمی سے رہنمائی چاہیں گے ہمارے تین ادارے جو یہ پروگرام کرا رہے ہیں ان کے ذریعہ سے ہم چاہیں گے کہ وہ اس میں مدارس کا تعاون کریں اور مدارس کے علماء کے لئے تربیتی کورس کا بندوبست کریں، دوسرے یہ کہ اس وقت مدارس کے بہت سارے فضلاء دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد یا مدارس کے دوسرے کورس مکمل کرنے کے بعد یونیورسٹیوں کا رخ کررہے ہیں ان فضلاء کی اگر مناسب رہنمائی کی جائے اور وہ باقاعدہ مروجہ یونیورسٹیوں میں معاشیات میں بی اے کریں ایم اے کریں یا پی ایچ ڈی کریں تو یہ خلا وہ بہت آسانی کے ساتھ چند سالوں میں پورا ہوسکتا ہے، اور ایسے افراد تیار ہوسکتے ہیں جن کو اسلام کے بنیادی اصولوں کی بھی واقفیت ہو اور موجودہ معاشیات ومالیات کی بھی جانکاری ہو اور پھر وہ اس خلاء کو پر کرسکتے ہیں اور مدارس میں بھی کام کرسکتے ہیں اور دنیا کو اسلامی معاشیات واسلامی اقتصادیات سے اچھی طرح واقف کرسکتے ہیں۔وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

مولانا یاسر ندیم ٭

آج کی نشست کا موضوع ہے: ”مدارس کے نصاب تعلیم میں کیا اسلامک فائنانس کو

٭ دیوبند۔

داخل کیا جانا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کا طریقہ کار کیا ہو" تو مختصراً عرض یہ ہے کہ نصاب تعلیم ترتیب دیتے وقت اس چیز کا خیال رکھنا بے انتہاء ضروری ہے کہ جس طریقے سے مدرسہ میں پڑھنے والا ہر شخص مفتی نہیں ہوتا یا دورہ سے فارغ ہونے والا ہر شخص شیخ الحدیث نہیں ہوتا اس طریقے سے ہمارے لئے یہ امید کرنا عبث ہوگا مدارس سے نکلنے والی پوری کی پوری ٹیم اسلامک فائنانس کی ماہر ہوگی، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ آنے والے دور میں مدارس کے طلباء اس میدان میں بھی رہنمائی کریں اور پیش روؤں کی حیثیت سے آگے بڑھیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک بہت مکثف اور ہمہ گیر کورس اسلامک فائنانس کا مدارس کے طلباء کے تقاضوں اور رعایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا جائے، صبح سے جو گفتگو ہوئی ہے اس میں دو تین باتیں سامنے آئیں ہیں ان میں سب سے پہلے تو یہ ہے کہ جب بھی نصاب تعلیم کا تذکرہ ہوتا ہے خواہ وہ نصاب تعلیم میں کسی چیز کے یا کسی فن کے اضافہ کا تعلق سے ہو تو اس میں ایک چیز سامنے آتی ہے کہ کچھ متون ایسے ہیں کہ جو سمجھ میں نہیں آتے لہذا ان کو خارج کر دیا جانا چاہئے، دراصل یہ مطالبہ ایسے طبقے کی طرف سے آتا ہے کہ جس نے کبھی یہ کوشش ہی نہیں کی کہ ان متون کو سمجھے، اس لئے کہ ان متون کو سمجھنے کے لئے جن علوم وفنون کو پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ خود پانچ چھ سال کے عرصہ کے متقاضی ہیں، اب اگر محض اس وجہ سے کہ وہ متون ہمیں سمجھ میں نہیں آتے لہذا ہم ان کو پس پشت ڈالدیں تو آج جس طریقے سے ہم یہاں اس اجتماع میں یہ غور کر رہے ہیں کہ ہمارے مدارس کے طلباء کو اسلامی فائنانس کیوں سمجھ میں نہیں آتا کل آنے والی نسلیں شاید یہ غور وفکر کریں کہ ہمارے علماء کو تراث اور اسلامی کتابیں کیوں سمجھ میں نہیں آتیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی فائنانس کی تعلیم کے لئے صرف اور صرف معاشیات کی تعلیم ضروری نہیں ہے اس سلسلہ میں میں اپنا تجربہ آپ حضرات کے سامنے رکھنا چاہوں گا، اسلامی تعلیم کے اس مرکز دار العلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد ذہن میں یہ بات آئی کہ کچھ

جدید علوم حاصل کئے جائیں تو امریکا جانے کا موقع ہوا اور وہاں میں کالج میں اکنامکس کے درس میں شریک رہا کچھ دن تک جب میکرو اور مائیکرو فائنانس کا تذکرہ ہوا تو خوب سمجھ میں آیا، بڑا اول لگا اور یہ احساس ہوا کہ یہ تو بہت آسان چیز ہے لیکن جب اشکال، اور فارمولوں کی مدد سے اپلائڈ فائنانس کی بات آئی تو وہیں ہم پیچھے ہٹ گئے اس لئے کہ ہمیں سمجھ میں نہیں آیا، کیسے سمجھ میں آئے اس لئے کہ مدارس کی تعلیم میں یا مدارس کے نصاب میں ریاضی داخل نہیں ہے، ڈائیگرام کی تعلیم میں آپ کو ریاضی ہی نہیں بلکہ آپ کو کیلکولیس (Calculus) بھی آنی چاہئے یہ دونوں چیزیں مدارس کے نصاب میں ہیں ہی نہیں تو اگر بات صرف نظریاتی تعلیم کی ہے تو وہ تو میں سمجھتا ہوں کہ اپنے مطالعہ سے بھی حاصل ہوسکتی ہے اسلام کا اقتصادی نظام کیا ہے؟ اسلام کا معاشی نظام کیا ہے؟ مالیاتی نظام کیا ہے؟ یہ نظریاتی تعلیم اپنے مطالعہ سے بھی حاصل ہوسکتی ہے لیکن جب بات اپلائڈ فائنانس کی آئی تو اب ضروری ہے کہ ایک مکثف کورس کیا جائے اور جس کے اندر خالص اس چیز کے اندر ارتکازنہ ہو کہ اسلام کے معاشی اصول کیا ہیں اور جدید فائنانس کے اصول کیا ہیں بلکہ مدارس کے طلباء چونکہ میتھمٹیکس (Mathmatics) سے واقف نہیں ہوتے کیلکولس سے واقف نہیں ہوتے انگلش زبان سے واقف نہیں ہوتے تو ایسا کورس ڈیزائن کیا جائے کہ جس میں یہ ساری چیزیں بھی آجائیں۔ دارالعلوم دیوبند میں جہاں سالہا سال سے بلکہ شروع ہی سے تکمیل افتاء کا شعبہ قائم ہے اسی طریقے سے گذشتہ چند سالوں سے شعبہ انگلش قائم ہے تو اگر ہم دار العلوم جیسے اداروں میں اس طرح کا کورس متعارف کرانے کی درخواست کریں تو ایسے طلباء کو یہ کورس کرایا جائے جو افتاء و انگریزی دونوں شعبوں سے درس مکمل کر چکے ہوں اور اس کے بعد پھر وہ اسلامی فائنانس کے شعبہ میں جائیں جہاں ان کے لئے زبان کا مسئلہ نہ ہو اور اسی طریقے سے فقہی اصول و فقہی ضوابط کے سمجھنے کا مسئلہ نہ ہو اب جو چیز ان کے سامنے رہ گئی ہے وہ چند مضامین ہیں جن کو دو سال میں عام طور سے پورا کیا جاسکتا ہے ایک صاحب نے اپنی گفتگو میں یہ مسئلہ

اٹھایا، مسئلہ اصل میں ابلاغ (کمیونیکیشن "Communication") کا ہے اور ہمارے مدارس کے طلباء ان اصطلاحات سے واقف نہیں ہیں جو اصطلاحات آج کے دور میں رائج ہیں۔ مجھے شکاگو میں معہد تعلیم الاسلام نامی ایک مدرسہ میں تدریس (پڑھانے) کی خدمت کا موقع ملا، اس مدرسہ میں مکمل تعلیم درس نظامی ہی ہے اور خاص بات یہ ہے کہ زیادہ تر کتابیں دورہ حدیث کی کتابوں کو چھوڑ کر تمام تعلیم انگلش زبان میں ہوتی ہے، قدوری انگلش میں پڑھائی جاتی ہے۔ ہدایہ انگلش میں پڑھائی جاتی ہے۔ اصول فقہ کی تعلیم انگلش میں ہوتی ہے۔ نور الانوار، اصول الشاشی کی تعلیم انگلش میں ہوتی ہے۔ جو کتاب بھی پڑھائی جاتی ہے وہ انگلش میں پڑھائی جاتی ہے جو طلباء وہاں پڑھتے ہیں دو مختلف پس منظر رکھنے والے طلباء وہاں آتے ہیں کچھ طلباء تو ایسے ہیں کہ حفظ میں آئے لیکن چونکہ انگلش زبان ان کی مادری زبان ہی ہے اس لئے وہ آرام سے عالم کے کورس میں آجاتے ہیں اور یہ کتابیں سمجھ لیتے ہیں، کچھ وہ طلباء ہوتے ہیں کہ جو کالج سے آئے ہوئے ہوتے ہیں یونیورسٹی سے آئے ہوئے ہوتے ہیں جن کی جنرل ایجوکیشن (General Education) بہت مضبوط ہوتی ہے، یہ فرق واضح طور پر نظر آیا کہ جو طلباء حفظ سے آئے ہیں یا یہ کہ جنہوں نے یونیورسٹی کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے جب ہم ان کو یہ کتابیں پڑھاتے ہیں تو مسائل وہی ہوتے ہیں جو ہمیں یہاں نظر آرہے ہیں حالانکہ ہم ان کی اصطلاحات میں ان کو تعلیم دے رہے ہیں فقہ ان کی زبان میں پڑھا رہے ہیں ان اصطلاحات کو استعمال کر رہے ہیں جو آج رائج ہیں لیکن اس کے باوجود مسائل جوں کے توں ہیں جہاں تک وہ طلباء جو یونیورسٹی سے آتے ہیں کالج سے آتے ہیں چونکہ وہ سسٹم کو سمجھے ہوئے ہوتے ہیں جب ہم ان کو اس نصاب کی تعلیم دیتے ہیں تو وہ بہت آسانی سے جذب کر لیتے ہیں اور آسانی سے ان مسائل کا حل تلاش کر لیتے ہیں تو خلاصہ یہ ہے کہ جب کورس ڈیزائن کیا جائے تو ان چیزوں کی رعایت کرنا بہت ضروری ہے کہ مدارس کے طلباء میں جہاں یہ کمی ہے کہ وہ اسلامی فائنانس کو اچھی طرح سے نہیں سمجھ پاتے ہیں

وہیں یہ بھی کمی ہے کہ اس فائنانس کو معاشی نظام کو سمجھنے کے لئے جو ضروری لیاقتیں (Tools) ہیں وہ ان کے پاس نہیں ہیں۔

مفتی محمد ارشد فاروقی ٭

اصل بنیادی بات تو یہ ہے کہ مدارس کے نصاب میں جو چیز پڑھائی جارہی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ وہ مقصد واضح ہے کہ الدین اور الاسلام۔ہم پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور خود قرآن کہتا ہے کہ **لیتفقهوا فی الدین** تو دین کا وہ تصور سب علماء اور اکابر کی دین ہے۔دین کا جامع مانع تصور، کامل تصور اور ہر شعبہ میں تفقہ کا حاصل ہونا یہ ہم سے مطلوب ہے اس حساب سے نصاب دو حصوں میں تقسیم ہے، ذرائع اور مقاصد میں۔مقاصد میں القرآن، السنہ ہے جو تمام چیزوں کو حاوی ہے اس حساب سے دارالعلوم دیوبند کا شروع میں جو نصاب تیار کیا گیا تھا جس کو اس وقت ہم قدیم نصاب کہتے ہیں اگر واقعی تجزیہ کیا جائے تو جزوی ترمیمات کے بعد جو اس وقت موجودہ حالت میں نصاب ہے اس سے بہتر وہ نصاب تھا چونکہ اس میں بہت سے ایسے علوم تھے طب، قانون اور ریاضی وغیرہ ساری چیزیں اس میں موجود تھیں۔

اس وقت معاشیات کا مسئلہ زیر غور ہے، اسلامی معاشیات تو مکمل طور پر ہمارے یہاں داخل ہے لیکن مخصوص اصطلاح میں ایک مسئلہ بہت بنیادی مسئلہ اور ہے یہ نصاب یہ دین یہ اسلام کس زبان میں پڑھایا جائے؟ قرآن خود متعین کردیتا ہے کہ لسان قوم میں پڑھایئے، لسان قوم ہندوستان میں یا عالمی سطح کے لسان میں کیا ہے؟ زبان کیا ہے اس کو ہمارے اداروں میں حضرت نانوتویؒ کی اس خواہش کے مطابق ضرور مد نظر رکھنا چاہئے جس کا تذکرہ متکلم اسلام استاذ محترم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے صبح کیا تو اگر ان تمام چیزوں کو جمع کرکے پھر ہم غور کریں اور کلیدی مدارس کے اہم لوگ یہاں موجود ہیں دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دیگر اداروں یہ سب مل

٭ معہد انور (دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی)۔

کر کے۔ جہاں تک مسئلہ ہے معاشیات پڑھانے کا وہ تو بالکل فرض ہے، ضروری ہے، بحیثیت دین کا وہ ایک حصہ ہے وہ ایک شعبہ ہے، لیکن آج کی زبان میں یہ تطبیق ذرائع میں داخل ہے اور ذرائع کبھی کبھی مقصد تک پہنچ جاتے ہیں اس سلسلہ میں یہ بے جا بات نہ ہوگی کہ جب 1975/76 میں میں دارالعلوم دیوبند پہنچا تو مجھے ایک نورانی صورت چہرہ نظر آیا جن کے درس میں مجھے پڑھنا تھا معاشیات وہ جناب عزیز بی اے قاسمی تھے انہوں نے نوٹ لکھایا اور ایک اعزاز صاحب، دونوں ماشاء اللہ متدین تو ایسی صورت میں دارالعلوم میں معاشیات اس وقت پڑھایا جاتا تھا اور ہم لوگوں کو پورے سال نوٹ لکھوایا گیا لیکن ان دونوں کے انتقال کے بعد دارالعلوم کی انتظامیہ کو شاید اس طرز کا استاذ ابھی تک نہیں مل سکا شاید اسی وجہ سے وہ سلسلہ ابھی تک بند ہے۔ محترم مولانا سعید الاعظمی صاحب دامت برکاتہم استاذ محترم نے صدارتی خطبہ میں فرمایا تھا کہ ندوہ میں سیاسیات ومعاشیات کی تعلیم ابھی تک جاری ہے، معاشیات پڑھانا ضروری ہے، آج کی زبان میں پڑھانا ضروری ہے اور جامع تصور کے ساتھ، ضروری ہے اس میں بھی دو سطحیں ہونی چاہئے ایک تو وہ سطح کہ تمام طلباء وتمام فضلائے مدارس معاشیات سے کسی حد تک ضرور واقف ضرور ہوں اس کے بعد تخصصات کا مسئلہ ہے ماہر معاشیات کچھ لوگ ہوں گے جس طرح مفتیان کرام کچھ لوگ ہیں ایک اور مسئلہ ہے کہ تجاویز تک تو بات بڑی سنہری رہتی ہے۔ مسئلہ تطبیق اور عمل کا ہوتا ہے۔ ندوہ نے اپنے قیام کے وقت ایک خاص تجویز رکھی تھی کہ مغرب کے سارے فلسفوں کو پڑھ کر ایک نوٹ تیار کیا جائے اور اس کا جواب بہترین زبان میں دیا جائے ابھی تک شاید ایسا کوئی جواب نہیں آسکا۔ اس لئے ہم تجاویز جو بھی پاس کریں ناپ کر تول کر پاس کریں تاکہ اس پر عمل کر سکیں مدارس کے نصاب کو بھی تول کر پڑھانا چاہئے ایک آخری بات میں عرض کروں گا۔ مدارس میں ایک مسئلہ اور ہورہا ہے ایک نتیجہ جو سامنے آرہا ہے کہ ایک طرف قرآن کہتا ہے: ''نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ'' اور ''يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبْ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" تو اس سے مولویوں کے ذہن میں توکل کا ایک اعلا نتیجہ ایک اعلا منصب پیدا ہوتا ہے اور اس نتیجہ میں ذرائع سے کبھی کبھی غفلت ہوجاتی ہے جبکہ قرآن نے اور حدیث نے دونوں چیزوں کا ایک عادلانہ نظام رکھا ہے کہ اسباب معیشت بھی اختیار کیا جائے اور توکل بھی کیا جائے تو یہ توازن کہیں بگڑنے نہ پائے۔ توازن برقرار رہنا چاہئے۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی*

ہمارے مدارس اسلامیہ اور ہماری مساجد یہ دونوں آج ہم مسلمانوں کے لئے اسلام کے قلعے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی پہچان ان ہی مدارس کے ذریعہ باقی ہے۔ بلاشبہ مدارس اسلامیہ نے اسلام، اسلامیات اور مسلمانوں اور ساری دنیا کے مسلمانوں کی خدمت انجام دی ہے اور انجام دے رہے ہیں۔ مدارس اسلامیہ ہی وہ قلعہ اسلامی ہیں جس کے ذریعہ سے ایک مسلمان مسلمان بنتا ہے اسلامی علوم کی معلومات اس کے اندر آجاتی ہے۔ وہ صحیح معنوں میں زندگی گذارنے کا شعور سیکھ جاتا ہے، لہذا جیسے اور مدارس اسلامیہ کے اندر خالص علوم اسلامیہ خالص دین اصلاً پڑھائے جاتے ہیں اسلامی معاشیات اور مالیات بھی نصاب میں داخل کیا جاسکتا ہے اور داخل کردینا چاہئے اور اس کے لئے میرے ناقص خیال کے اعتبار سے فراغت کے بعد یہ شعبہ قائم کردینا چاہئے، فراغت سے پہلے بہتر نہ ہوگا، فراغت کے بعد مناسب ہوگا۔ اللہ تعالی نے قرآن عزیز میں سورہ جمعہ میں ارشاد فرمایا: "فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ" جب نماز جمعہ ادا کی جاچکے تو اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ تاکہ اللہ کا فضل حاصل کرلیا کرو اس لئے معاشیات کے سلسلہ میں انسان کیسے اپنی زندگی میں معاش لائے گا، کیسے حاصل کرے گا، کیا حلال طریقے ہوں گے، کیسے اپنے گھر میں پالے گا، اپنے بال بچوں کو یہ ساری چیزیں بھی جاننا ضروری ہے کہ جیسے دین اور اسلامی علوم اور سنن اسلامیہ کا جاننا ضروری ہے، ایسے معیشت اور

* صدر مدرس، جامعہ مفتاح العلوم۔

اسباب معیشت کا جاننا بھی ہمارے اور آپ کے لئے بھی ضروری ہے لہذا اگر ہمارے مدارس اس کو داخل کریں تو کرلینا چاہئے اور بہتر ہے کہ فراغت کے بعد یہ شعبہ داخل کریں۔

مولانا عتیق احمد بستوی ٭٭

اس وقت جو موضوع آپ کے سامنے ہے "مدارس کے نصاب میں اسلامی مالیات ومعاشیات کو داخل کرنا کہاں تک مناسب ہے اور کس مرحلہ میں اس کو داخل کیا جانا چاہئے"، ایک بات میں عرض کردوں کہ نصاب تعلیم کا مسئلہ بہت نازک ہے۔ ادب عربی میں اور محض کچھ تقاضوں کی بنیاد پر اگر ردوبدل کیا جاتا رہے اور اس میں اضافے ہوتے رہیں تو اس کا اندیشہ ہوتا ہے کہ جو نصاب کا اصل موضوع ہے اس سے ہم دور ہوجائیں گے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی معاشیات ہی کیوں؟ یا معاشیات ہی کیوں؟ کیا سیاسیات ضروری نہیں ہے؟ کیا اسلامی سیاسیات کی تعلیم ضروری نہیں ہے، مدارس اور کیا سماجی علوم میں اس کا رول ہے جو اس کی نظریات وتعلیمات ہیں اس سے واقف بھی ہونا چاہئے ہمارے مدارس کے فضلاء کو آپ پڑھائیں گے تو بہت سے موضوعات سامنے آئیں گے، جن کے داخل کرنے کا تقاضا ہوگا اور اس کی ضرورت کا احساس بھی آپ کو ہوگا لیکن مسئلہ اتنا ہے کہ جو کورس آپ کا مدارس میں چل رہا ہے، 8 سال کا ہو، 7 سال کا ہو یا 10 سال کا ہو اس میں کیا گنجائش ہے جو مضامین آپ پڑھا رہے ہیں اس میں کتنی آپ کمی کرسکتے ہیں کتنا حذف واضافہ کرسکتے ہیں تو خود آپ کو جائزہ لینا پڑے گا جب آپ گنجائش نکالیں گے نصاب میں تو تخفیف کریں گے کچھ حذف کریں گے تبھی نئی چیزوں کو داخل کرنے کا موقع پیدا ہوگا، ہم نے جلد بازی میں کچھ فیصلہ کرلیا، آج ایک فیصلہ اور پھر دو سال کے بعد ایک دوسرا فیصلہ، یہ طرز عمل ہمیں زیب نہیں دیتا۔ ہمارے پروفیسر اوصاف احمد صاحب معاشیات کے آدمی ہیں انہوں نے پورے زور دے کر اپنی بات کہی، ہم متاثر ہوگئے ہم نے کہا کہ بہت اچھی

٭٭ اکیڈمک سکریٹری، اسلامی فقہ اکیڈمی نئی دہلی۔

بات ہے ایک مضمون معاشیات کا ضرور ہونا چاہئے اور ہر حال میں کم سے کم دو ایک سال، دو سال یا تین سال تو ہونا چاہئے۔ ہمارے سیاسی حضرات تو اور زبردست قسم کے ہیں انہوں نے کوئی پروگرام منعقد کرلیا، ان کا اصرار ہوا کہ سیاست تو دین کا ایک اہم حصہ ہے اور آج جو سارا فساد پھیلا ہوا ہے سیاست کے اسلام سے دور ہونے کی بنیاد پر ہے، صالح حضرات کنارے ہو گئے ہیں اور بگڑے ہوئے لوگ ہی سیاست میں رہ گئے ہیں، سارا فساد تو یہاں پیدا ہوا ہے، اس لئے سیاسیات واسلامی سیاسیات کی تعلیم بہت ضروری ہے۔ اس کو شامل کیا جانا چاہئے، سماجی علوم کے ماہرین بھی کم نہیں ہیں ہمارے یہاں ماشاء اللہ بہت سے حضرات ہیں۔ ان علوم کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے وہ یہ بات بھی کہہ سکتے ہیں کہ انگریزی زبان کی بات تو چل رہی ہے کہ یہ مدارس کے لوگ انگریزی زبان جانتے ہی نہیں ہیں اس لئے اجنبی ہوکر رہ گئے ہیں۔ تو یہ زبان شامل کی جائے یہ ہر مرحلہ میں تو واقعہ یہ ہے کہ مسئلہ بہت نازک ہے اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے۔ ایک عالم اگر باقاعدہ عالم ہو رہا ہے تو اس کو کم سے کم ضروری معلومات اس معاشی نظام کی ہونی چاہئے، سیاسی نظام کی ہونی چاہئے جس ملک میں آپ رہ رہے ہیں اس ملک کا سیاسی نظام کیا ہے؟ جمہوری طرز کیا ہوتا ہے؟ حکومت کا صدارتی طرز کیا ہوتا ہے؟ پارلیمنٹ کے کیا اختیارات ہیں؟ عدلیہ کے اختیارات کیا ہیں؟ بنیادی حقوق کیا ہیں؟ شہریوں کے، یہ موٹی موٹی بات سیاست کی تو کم سے کم ہم کو آنی چاہئے، تو میں یہ عرض کروں گا کہ جتنے ضروری موضوعات ہیں ہم اس کی فہرست بنائیں، اس کا ہم احساس کرتے ہیں کہ فلاں فلاں موضوعات کی کمی ہے، ان موضوعات کو بقدر ضرورت ہی نصاب میں شامل ہونا چاہئے تو ان موضوعات کی فہرست بنائیں، اس کے بعد ہم اپنے نصاب کا جائزہ لیں، کیا ہم نصاب میں اضافہ کریں گے، سال دو سال کا مزید یا اسی نصاب میں کچھ کمی وبیشی کر کے جگہ نکال سکتے ہیں، مان لیجئے معاشیات کی معلومات، معاشیات کیا ہے، اسلامی معاشیات، میں کہتا ہوں کہ بنیادی طور پر ہم پڑھتے پڑھاتے ہیں اسی کو نئے سرے

سے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔جیسا کہ مولانا خالد صاحب نے یہ بات فرمائی تھی اور یہ بات بھی عرض کی تھی کہ بہت سی چیزیں ہم پڑھتے ہیں اور بہت تفصیل کے ساتھ پڑھتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جس نے ہدایہ قدوری وغیرہ پڑھ لی ہیں،معاملات کا باب پڑھ لیا ہے، وہ دقیق سے دقیق، باریک سے باریک مالیاتی مسائل پر بول سکتا ہے،کمی کیا ہے آج جو طرز ہے خود ہمارے عرب علماء اور فقہاء کا جو نظریات کے انداز پر،نظریۃ العقود کیا ہے،نظریۃ الانتظام کیا ہے؟ انہوں نے بھی ان موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں وہ کتابیں اگر ہم مطالعہ میں داخل کردیں اور ہمارے کچھ ذہین فضلاء اگر اساتذہ کی رہنمائی میں ان کا مطالعہ کریں تو ان کے لئے اسلامی معاشیات کو پیش کرنا اور سمجھنا آسان ہوگا۔تو میں عرض کررہا تھا کہ جن موضوعات کی ضرورت کا احساس ہے تو وہ موضوعات کیا کیا ہیں یہ فہرست ہم بنائیں پھر نصاب پر بیٹھ کر ہم جائزہ لیں نصاب پر بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں مان لیجئے فقہ کا نصاب ہے۔فقہ کے نصاب میں ظاہر بات ہے کہ کتاب العتق ہے اس کے متعلق کئی ابواب ہیں،باب التدبیر ہے، مدبر ہے،اس طرح کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی عملی ضرورت آج کے زمانہ میں نہیں ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ چونکہ قرآن پاک کی بہت سی آیتیں اور بہت سی حدیثیں ان مسائل سے متعلق ہیں تو ایک بار کم سے کم طلباء علماء کے سامنے جو عالم ہونے جارہے ہیں ان چیزوں سے گذرجانا تعارف کی حد تک ضروری ہے،تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے کتاب العتاق کے جو جزئیات ہیں، میں تو عرض کرتا ہوں کہ کتاب البیوع آپ پڑھیے اس زمانہ میں چونکہ یہ باقاعدہ کاروبار تھا تو بہت بڑی تجارت تھی غلاموں کی، باندیوں کی، تو اس کے مسائل کثرت سے آئے ہیں کہ کتاب المرابحہ آپ پڑھ رہے ہیں وہاں آپ کتاب المرابحہ باب الربوا پڑھ رہے ہیں اس کے اندر ہر باب میں وہ مسائل کثرت سے گھسے ہوئے ہیں،تو اس میں ایک تو کہنے کی چیز یہ ہے کہ اگر کچھ وہ مثالیں جو آج غیر عملی ہیں ان کو نکال کر ہم کچھ عملی مثالیں جو کے زمانے کی ہیں اس کو داخل کریں، اگر ابواب کو ہم ایک بار تعارفی حد تک باقی

رکھیں بار بار جو تکرار معلوم ہوتی ہے ان ابواب کو حذف کر سکتے ہیں اس سے کچھ جگہ پیدا ہو سکتی ہے بہت سی جگہوں پر نحو وصرف کی تعلیم میں بہت زیادہ وقت لگتا ہے۔ اتنی کتابوں کی جو تکرار ہوتی ہے اس میں کمی ہوتی ہے تدریب کی اور مشق کی قواعد آج ہم نے جو پڑھایا اس کا ہم نے اجراء نہیں کرایا اگر ایک بار پڑھا گئے، دوبار پڑھا گئے اور اجراء اس کا ہو جائے تو بنیادی قواعد آجاتے ہیں لیکن کتابیں بار بار پڑھانے سے جب بھی اس کا اجراء نہ ہو تو زیادہ فائدہ نہیں ہوتا، اس میں ہم کیا تخفیف کر سکتے ہیں، تو غرض یہ کہ مکمل ایک جامع کام ہونا چاہئے کہ اس نصاب میں کون کون سے حصے ایسے ہیں جن میں حذف واضافہ کیا جا سکتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جو مسئلہ عالمیت کا مرحلہ ہے، فضیلت کا مرحلہ ہے، اس میں اس کے شمولیت کا مسئلہ اتنا آسان نہیں ہے اس سے پہلے ہم کو کئی بار سوچنا پڑے گا۔ اس کے لئے جو گنجائشیں نصاب میں ہو سکتی ہیں ان کو دیکھنا ہوگا۔ ہم کو فہرستیں بنانی پڑیں گی اور توازن کے ساتھ اسلامی معاشیات، معاشیات، سیاسیات اور اسلامی سیاسیات ساجیات ان چیزوں کو لانا ہوگا اس حد تک کہ ہمارا فاضل جب فارغ ہو کر نکلے تو کم سے کم ان سب چیزوں کی بنیادی باتیں جانتا ہو جن چیزوں کی ضرورت ہے۔

اگلا مرحلہ جہاں تک ہے کہ وہ فارغ ہو گیا وہ عالم ہو گیا، اس مرحلہ کے بعد جو کورس کی بات ہے، اسلامی معاشیات پر اقتصادیات پر کورس پورا ہو ان کو پڑھایا جائے تو ظاہر بات ہے کہ یہ تو کورس ہم مرتب کریں گے یہ کورس واقعی بھاری ہونا چاہئے ایسا کہ وہ آدمی واقعی تیار ہو سکے محض یہ نہ ہو کچھ باتیں اس کو معلوم ہو گئیں ہم نے تین مہینے کا کورس تیار کر دیا، چھ مہینہ کا کر دیا، اس کو موٹی موٹی باتیں معلوم ہو گئیں تو کچھ کہیں ضرورت پڑنے پر تھوڑی تشریح کر لیتا ہے، اسلامی معاشی نظام کے لئے یہ چیز کافی نہیں ہے۔ یہ جو کورس ہم بنائیں کم سے کم دو سال کا ہونا چاہئے اس میں مزید تجربہ کے بعد ضرورت پڑ سکتی ہے اس کو بڑھانے کی کم سے کم دو سال کا ہوگا، اس میں کئی مسئلے درپیش ہوتے ہیں ایک بہت اہم مسئلہ اس کا مقصد کیا ہے جیسا کہ باغ سراج صاحب نے بات

کہی کہ جب اقتصادیات کا موضوع ہم شامل کر رہے ہیں اسلامی اقتصادیات کا تو اس کا مقصد کیا ہے یہ جو مرحلہ تخصص کا ہے اس مرحلہ میں جو ہم شروع کرنے جارہے ہیں یا سوچ رہے ہیں ہم اس کا مقصد ظاہر بات ہے کہ بڑی حد تک یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں ہمارے اسلامی مالیاتی ادارے قائم ہیں یا قائم ہوتے جارہے ہیں ان مالیاتی اداروں میں شرعی رہبری کے لئے علماء کی تیاری کی ضرورت ہے ان کی تیاری دو ناحیوں سے ہوگی ایک تو یہ ہے کہ اپنے علم کے ماہر ہوں محض سند کافی نہیں ہے سن لیجئے صاف صاف کہ محض سند کافی نہیں ہے کہ انہوں نے دیوبند سے پڑھ لیا ہے ندوہ سے پڑھ لیا ہے اور انہیں خود اپنے علوم پر دسترس نہیں ہے ایسے ہمارے فضلاء جن کو ہم آگے لیجانا چاہتے ہیں اس میں جو ہے داخلہ کا مرحلہ بہت سخت ہونا چاہئے پہلے ہم کو اطمینان ہو کہ اپنے علوم میں پختہ ہیں مستحکم ہیں کتاب وسنت پر ان کی بنیادیں بہت گہری ہیں اور مستحکم ہیں حوصلہ ہے۔ اس کے بعد ہی اُن کا داخلہ ہونا چاہئے، ورنہ آج مسئلہ کیا ہے کورسیز آپ شروع کرتے ہیں شروع کئے جارہے ہیں تین مہینے کا کورس ہے چھ مہینے کا کورس ہے آپ نے ان کو ایک سرٹی فیکیٹ دیدیا اور وہ صاحب مشیر شرعی کی حیثیت سے کہیں جا کے بیٹھ گئے کسی اسلامی بینک میں مشیر شرعی ہیں جبکہ ان سے بات کیجئے تو موٹی موٹی بات اسلامی معاشیات کے بارے میں نہیں معلوم ہے تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ ہمارے یہ علماء اس مسئلہ کے لئے تیار کئے جائیں وہ صرف ایسے ہوں کہ وہ جس بینک میں کام کر رہے ہیں اس بینک نے جو کوئی منصوبہ تیار کیا اسلامی معاشیات کے نام پر اور کسی بھی بینک کاری کے نام پر اس پر گویا مہر لگالیا کریں ان کو بصیرت ہو کہ صحیح معنوں میں اس کو پرکھ سکیں اس کو پرکھنے کے لئے جہاں علوم میں مہارت ضروری ہوگی وہیں جو ہے مثلاً اقتصادی نظام اس وقت کا ہے معاشیات کا اس کی گہری واقفیت ضروری ہوگی محض وہ نظریاتی بات نہیں عملاً اس کو آنا ہوگا کہ بینک میں بیٹھ کر کے بینک کے ماہرین کے ساتھ بیٹھ کر کے ان کو تبادلہ خیال کرنا ہوگا زبان کا جو مسئلہ ہوگا ان کی گفتگو کا اور تفاہم کا وہ بھی مسئلہ ہوگا اور دوسرے

فنی مسائل بھی آئیں گے تو ہمیں جو کورس مرتب کرنا ہوگا اس کے لئے وہ کورس بہت ہی مستحکم ہو کہ واقعی اس کورس کو کرنے کے بعد ہمارا جو عالم ہو وہ اس قابل ہو سکے کہ کسی بھی ادارے میں اور کسی بھی محکمہ میں ایک شرعی ماہر کی حیثیت سے صحیح رہنمائی کر سکیں سب سے پہلے تو اس کو شریعت کا وفادار ہونا چاہئے اسلام کا وفادار ہونا چاہئے اس میں علمی گہرائی کے ساتھ ساتھ ان کے اندر ایسا اخلاقی کردار بھی اس کے اندر ہو اس میں کوالیٹی ہو جہاں وہ یہ محسوس کرے کہ ہم سے شریعت کے خلاف عمل ہو رہا ہے محض اپنی تنخواہ کی وجہ سے ہم کو اتنی تنخواہ مل رہی ہے یہ سہولت ہے اس بنیاد پر اس نے اپنی مہر لگادی ایسے نام نہاد ماہرین ہم کو نہیں چاہئے بہرحال یہ جو مرحلہ ہے تخصص کا اس کی بہت ضرورت ہے۔ بہت ضرورت ہو تو اس کے لئے ایک ادارہ کافی نہیں ہوگا کئی ادارے آپ کو قائم کرنے پڑیں گے اس میں جب تک کہ علماء فقہاء اور اصحاب بصیرت ہیں ان کا اور ہمارے جو معاشیات کے ماہر ہیں ان کا مسلسل تعاون نہیں ہوگا مسلسل میٹنگیں نہیں ہوں گی اس کے لئے با قاعدہ عملی جدوجہد نہیں ہوگی ایک لمبا ریسرچ ورک نہیں ہوگا اس وقت تک یہ چیز پایہ تکمیل تک پہنچ نہیں سکتی، بہرحال میری اپنی رائے کے مطابق عالمیت کے مرحلہ میں تو ان موضوعات کی شمولیت ایک مشکل و نازک کام ہے اس کے لئے تھوڑا لمبی ریسرچ کرنی پڑے گی دونوں ناحیوں سے کہ کن کن موضوعات کی ضرورت سمجھتے ہیں، باقی معاشیات ہی کیوں سیاسیات کیوں نہیں، سماجیات کیوں نہیں اور پھر ہمارا جو نصاب چل رہا ہے اس نصاب میں کہاں کہاں تخفیف ہو سکتی ہے کہاں ہم ٹائم نکال سکتے ہیں ضروری ہو ہم نصاب کی مدت بڑھا سکتے ہیں سال دو سال کے لئے مزید کیوں کر یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ اس پر تو گویا ہمارے علماء کی کمیٹی ہو۔ وہ اپنے نصاب کا جائزہ لے کہ نئی ضروریات کے لئے اس نصاب میں کیا گنجائش ہو سکتی ہیں اور کن موضوعات کی ہم تخفیف کر سکتے ہیں اور جو تخصص کا مرحلہ ہے اس کے لئے تو نصاب ہونا چاہئے ادارے قائم ہونے چاہئیں اور سچی بات یہ ہے کہ اس زمانے میں اسلام کی دعوت کا بڑا ذریعہ ہے اگر ہمارے علماء عصری زبان میں

عصری اسلوب میں اسلام کے معاشی نظام کو پیش کرسکیں تو یہ جو دنیا پریشان ہے آج اب تک جو اس کی حالت چلی آرہی ہے معاشی صورت حال، اس کے سامنے یہ بات آجائے محض نظریہ کی حد تک نہیں عملی تجربہ کے ذریعہ سے کیونکہ اس دنیا کے معاشی مسائل کا حل اسلامی نظام معیشت ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑا دعوتی کام بھی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کے یہاں جمع ہونے کو اور اس تبادلہ خیال کو قبول فرمائے۔ و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین۔

ڈاکٹر اوصاف احمد

میں صرف اس تاثر کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں کہ جدید یونیورسٹیوں کے لوگوں کو نصابی مشکلات کا اندازہ نہیں ہے عرض یہ ہے کہ سعودی عربیہ جانے سے پہلے، بینک میں کام کرنے سے پہلے، میں نے پندرہ سال ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں پڑھایا ہے، ہمارے یہاں ایک نظام قائم ہے میں اسی نظام کی آپ کو ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں یونیورسٹی کے ہر ڈپارٹمنٹ میں ایک بورڈ آف اسٹڈیز (Board of Studies) ہوتا ہے اور نصاب ہوتا ہے یہ نصاب تحریر شدہ ہوتا ہے اس نصاب کو انٹرنیٹ پر شائع کیا جاتا ہے۔ اس کی مطبوعہ کاپیاں لائبریری میں، شعبہ میں، فیکلٹی میں اور دوسری جگہوں پر موجود رہتی ہیں اور اساتذہ اس نصاب کو بنانے اور ترمیم کرنے میں بہت حساس ہوتے ہیں اور کبھی کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے۔ کہتے ہیں کہ نہیں یہ بورڈ آف اسٹڈیز کا حق ہے یہ ہمارا حق ہے ہم کسی اور کو ایسوسی ایشن کو یا کسی سیاسی جماعت کو یا وائس چانسلر کو اس میں ہاتھ لگانے کا حق نہیں دینا چاہتے، تو جہاں تک اس کے تحفظ کا سوال ہے وہ بھی اس معاملہ میں بڑے حساس ہوتے ہیں لیکن ہم اس نصاب کو کسی طرح سے محترم نہیں سمجھتے۔ اس کو ہم یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو کہ قابل ترمیم نہیں ہے بلکہ یونیورسٹی کے رولس وریگولیشنز (Rules & Regulations) میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ہر دو سال کے بعد یا ہر پانچ سال کے بعد اس پر نظر ثانی کی جائے گی اس لئے کیونکہ زندگی بدلتی رہتی ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

زندگی بدل رہی ہے، علوم بدل رہے ہیں، ناج بدل رہی ہے تو اس لئے جو کچھ ہم کو پڑھایا جارہا ہے اس میں بھی تبدیلی آنی چاہئے ۔نصاب میں بھی تبدیلی آنی چاہئے نصاب پر ہمیشہ مل بیٹھ کرغور کرتے رہنا چاہئے اور اسی لئے ہم لوگوں نے جن لوگوں نے بھی یہ تجویز آگے بڑھائی ہے یا وہ تمام جو منتظمین ہیں اس کانفرنس کو کرنے کا انہوں نے کوئی چیز آپ پر نافذ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے انہوں نے آپ کو بلایا ہے انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا ایک مسئلہ ہے، آپ لوگ خود اس پر غور کریں۔

ناظم اجلاس

ایسا نہیں ہے کہ علماء یا مدارس نصاب تعلیم کو کوئی قرآن وحدیث سمجھتے ہوں اور ایسا ہونا بھی نہیں چاہئے ۔نصاب میں ہمیشہ وقت کے تقاضے کے لحاظ سے تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں، ہماری کوتاہیاں ہوسکتی ہیں ہماری کمیاں ہوسکتی ہیں لیکن ابھی آپ نے سنا کہ حضرت نانوتویؒ نے دار العلوم کے نصاب میں ریاضی اور جیومیٹری کو داخل نصاب کیا تھا، سنسکرت زبان کو باضابطہ داخل نصاب کیا تھا۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ عملی طور پر ہم کہاں اس کے لئے گنجائش پیدا کرسکتے ہیں، نصاب کا مسئلہ ہے جن اداروں نے اس وقت یہ پروگرام کیا ہے وہ تربیتی پروگرام اور تربیتی کیمپ رکھ سکتے ہیں یہ جو ہمارے ماہرین ہیں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، ڈاکٹر اوصاف احمد، ڈاکٹر رحمت اللہ، ڈاکٹر باغ سراج اس طرح کے لوگ اس میں ہمارا تعاون کرسکتے ہیں اور ہم مل جل کر اس کام کو انشاء اللہ آگے بڑھائیں گے۔ مجھے حضرت عمرؓ کی ایک بات یاد آتی ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ اپنے کچھ احباب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ فرمایا: ''تعالوا نتمنی'' آؤ ہم سب لوگ مل بیٹھ کر اپنی تمناؤں کا اظہار کریں تو ایک صاحب نے کہا کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ

یہ مکان ہیرے اور جواہرات سے بھر جاتا اور اس کو ہم پوری دنیا میں خیر کے کام میں استعمال کرتے لیکن جب حضرت عمرؓ کی باری آئی تو انہوں نے وہ کہا جواُن کے شایان شان تھافرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ یہ مکان ابوعبیدہؓ، معاذؓ، علیؓ، سعدؓ، ابو داوٗدؓ ایسے علماء اور فقہاء سے بھر جاتا اور ہم ان کو پوری دنیا میں اللہ کے دین کی خدمت کے لئے بھیج دیتے یعنی لوگوں نے اپنی توجہ مالی وسائل پر مرکوز رکھی اور حضرت عمرؓ نے اپنی توجہ مرکوز افرادی وسائل پر رکھی کیونکہ افرادہی اصل کام کرتے ہیں مال تو ایک ضمنی ذریعہ کا درجہ رکھتا ہے۔

یہ جو اس وقت اکیڈمی اور آئی او ایس، آئی ڈی بی کی طرف سے ایک مشترکہ پروگرام ہوا اور ماشاء اللہ یہ بڑا نمائندہ اجتماع ہوا، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ آج کی ضرورت کے مطابق ہم دینی مدارس سے افرادکار پیدا کریں کیونکہ علماء وہ اپنی حیثیت میں مقام امامت پر فائز ہیں اور یوں تو سیاسی مسائل اور سماجیات ساری چیزوں کی بڑی اہمیت ہے، لیکن اقتصادیات تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر فرد کی انفرادی ضرورت ہے اسی لئے ہمارے یہاں فقہاء نے معاملات پر بڑی توجہ دی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ یہ اسلام کا اعتدال وتوازن ہے کہ معاملات میں ہمیں نصوص بہت کم ملتے ہیں معاملات میں اصول ومبادی کو بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر زمانے کی ضرورتوں اور اس کے تقاضوں، اس کے رواجوں اور اس زمانے کی دریافتوں کے مطابق علماء کو رائے قائم کرنے کا موقع ملے، رسول اللہ ﷺ نے قبضہ سے پہلے خرید فروخت سے منع فرمایا لیکن آپ نے قبضہ کی کوئی تعریف نہیں کی، ایک زمانے میں فقہاء نے کہا کہ اخذ بالبراجن کا نام قبضہ ہے، زمانہ آگے بڑھتا رہا، متاخرین نے کہا کہ تخلیہ بین المبیع و المشتری یہ قبضہ کے لئے کافی ہے آج بہت سی چیزوں پر قبضہ ایسا ہے کہ اصل شئی اصل مبیع کو حاضر کرنا ممکن نہیں ہے قانونی قبضہ اور معنوی قبضہ کے تصورات ہیں ان کو آپ کو قبضہ قرار دینا پڑے گا جیسے شیئرز پر قبضہ۔
تو یہ بہت بڑی رحمت ہے اس دین میں اور اس دین کی ابدیت اور اس کے دوام اور رسول اللہ ﷺ کے ختم نبوت کو میں سمجھتا ہوں کہ دلیل ہے کہ اس میں معاملات کے ابواب میں بہت

سی جگہ ایسا اجمال وابہام برتا گیا ہے کہ ہر زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے اس عہد کے وسائل کے لحاظ سے اس کی تطبیق ہو سکے۔ یہ تطبیق علماء کا کام ہے ایک مرحلہ تو ایسا ہے کہ ہمارے فضلاء باضابطہ بینکوں میں کام کر سکیں اسلامی بینکوں میں، اسلامی انشورنس کے اداروں میں اگر کوئی خاص اسلامی اسٹاک ایکسچینج قائم ہو تو اس میں شرعی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں۔ اگر بینک کوئی کام کرے اور اس کے سامنے کوئی فائل آئے کہ ہم اس معاملہ کو اس طرح کر رہے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز ہے اور اگر ناجائز ہے تو کیا اس کا کوئی جائز متبادل بھی ہے؟ تو ہمارے علماء اس کی رہنمائی کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ ہمارے مولانا یاسر ندیم صاحب نے جو بات کہی ہے وہ تو پہلے درجہ کی بات ہے لیکن اس پر دوسرے درجے کے افراد کے لئے بھی بڑی تعداد میں افرادی قوت کی ضرورت ہے۔ اس وقت تو پوری دنیا میں اسلامی مالیات کے بارے میں تحقیقی کام ہو رہا ہے، انگریزی زبان کے کاموں سے تو میں اتنا واقف نہیں ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عربی زبان میں جتنا کام اس موضوع پر ہوا ہے شاید ہی کسی اور زبان میں اتنا کام ہوا ہو، باضابطہ ریسرچ کے ادارے قائم ہیں، بیت التمویل الکویتی کی طرف سے اور البرکۃ کی طرف سے باقاعدہ ریسرچ کے شعبے اس پر قائم ہیں اور ضخیم یعنی درجنوں جلدیں ان مسائل پر آچکی ہیں، لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہندوستان جو اللہ کا شکر ہے کہ اسلامی بینکنگ کی طرف اپنا قدم بڑھا رہا ہے، اللہ کرے یہاں اگر قانونی طور پر اس کی رکاوٹیں ختم ہو جائیں تو ہمارے پاس ایسے افراد تیار رہوں کہ ہم ان کو شرعی رہنمائی کے لئے ان کو فراہم کر سکیں کیونکہ ضرورتیں کبھی خلا نہیں رکھتیں۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں

اگر اہل افراد اس کے لئے تیار اور موجود نہ ہوں گے تو نااہل افراد اس کام کو کریں گے اور پھر دین کے نام پر دین میں انحرافات پیدا ہوں گے تو اس نقطۂ نظر سے ہمیں اس کو دیکھنا ہے اور ہمارے خاص کر وہ احباب وہ دوست یا دانشور حضرات جو یہاں تشریف لائے ہم بسر وچشم ان کا استقبال کرتے ہیں اور ان کے خلوص ان کی محبت وبہی خواہی کے جذبات کی قدر کرتے ہیں جب

گفتگو ہوتی ہے تو بعض دفعہ غلط فہمیاں بھی ہوتی ہیں تو اس میں ہوسکتا ہے کہ آدمی کی زبان سے بعض ایسے فقرے بھی غیر ارادی طور پر نکل جائیں جو ایک دوسرے کے ذہن پر گرانی پیدا ہو لیکن علمی مسائل پر فکری مسائل پر غور وفکر میں ایسی باتوں کو حارج نہیں بننے دینا چاہئے۔

مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی ☆

میں نے صبح سے اب تک کی جو باتیں سنی ہیں تو اسے میں اپنی نا سمجھی کہوں یا یہی کہوں کہ میں نے صحیح سمجھا۔ میرے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ اسلامی اقتصادیات، اسلامی معاشیات کیا چیز ہے جو ہم کو اپنے نصاب میں داخل کرنا ہے۔ جب تک اس کو متعین نہیں کیا جاتا کہ اسلامی معاشیات کیا ہے، اسلامی اقتصادیات کیا ہے، تو ہم کس طرح جانیں گے کہ ہمارے نصاب میں یہ چیز نہیں ہے اس کو ہمیں داخل کرنا چاہئے۔ پہلے ہم کو اقتصاد کا مفہوم بتانا چاہئے، علم الاقتصاد کس کو کہتے ہیں، علم المعاش کس کو کہتے ہیں، اس کے کیا اصول فروع ہیں اور پھر ہم اس کو دیکھیں کہ جو ہمارا نصاب ہے، مدارس کے اندر جس نصاب کو پڑھایا جاتا ہے اس کے اندر وہ چیز ہے کہ نہیں ایک تو یہ کہ علم الاقتصاد کے نام سے وہ چیز نہیں ہے، علم المعیشت کے نام سے وہ چیز نہیں ہے لیکن جس کو ہم علم الاقتصاد کہتے ہیں جس کو ہم علم المعیشت کہتے ہیں وہ چیز موجود ہے۔ سب سے پہلے تو اس کی وضاحت ہونی چاہئے تاکہ یہ بتایا جاسکے ہم سمجھ سکیں کہ واقعی ہمارے نصاب کے اندر علم الاقتصاد نہیں ہے اور اگر صرف اسی طرح کہا جائے کہ علم الاقتصاد یا علم المعیشت کو جو اسلامی علم الاقتصاد ہے اسلامی علم المعیشت ہے اس کو تو نصاب میں داخل کیا جائے اور ہم کہیں کہ نہیں علم الاقتصاد اور علم المعیشت تو ہمارے نصاب میں داخل ہے تو اس کی شکل تو وہی ہوسکتی ہے کہ علم الاقتصاد وعلم المعیشت کیا چیز ہے یہ واضح ہونا چاہئے! اب جب یہ بات واضح ہوگئی تو ہم اس کو بتائیں گے کہ دیکھئے یہ علم الاقتصاد وعلم المعیشت ہمارے نصاب کے اندر داخل ہے اگر یہاں بات آجاتی ہے کہ یہ داخل

☆ دیوبند۔

ہے تو صرف مسئلہ یہ ہے کہ جو اصطلاحات علم الاقتصاد وعلم المعیشت کی ہیں اور ہم ان اصطلاحات کو استعمال نہیں کر رہے ہیں آپ اُن کو پڑھائیں ایک نظام کی طرح سے الگ سے اس لئے کہ اسلام ایک مستقل نظام ہے اس کا ایک شعبہ ہے علم الاقتصاد علم المعیشت۔ وہ صرف آپ کی معیشت کو درست کرنے کا علمبردار نہیں ہے، وہ تو دین و دنیا اور آخرت کے تمام نظام کی درستگی کا علمبردار ہے۔ علم الاقتصاد کی جو ہم غرض وغایت پڑھتے ہیں وہ تو یہی ہے آپ کی خوشحالی، رفاہیت۔ انسان جو دنیا کے اندر آیا ہے، متمدن ہے، مدنی ہے اور اس طرح ہے کہ لوگوں کے ساتھ رہنا سہنا ہے۔ اس کی بنیاد پر تو لازمی طور سے معیشت کا نظام اب خود وہ وضع کرے گا اور وضع کیا ہے۔ اس وضع کرنے میں ظلم وزیادتی بھی ہوئی، انبیاء کی تعلیمات میں تمدن معیشت کے سلسلہ میں جو باتیں ہیں وہ اس ظلم وزیادتی کی اصلاح ہے قرآن کی جن آیتوں کی تلاوت میں نے آپ کے سامنے کی ہے، ان کا مفہوم یہی ہے کہ ایسا معاشرہ ہونا چاہئے کہ جس کے اندر آپ کے لئے رفاہیت ہو امن و امان ہو۔ کسی طرح کا کوئی خوف نہ ہو۔ علم الاقتصاد اور علم المعیشت سے آپ کو حاصل یہی ہے جس کو قرآن کی اس آیت کے اندر بیان کیا گیا کہ تم ان کے سامنے ایسے گاؤں کی ایسے شہر کی آپ مثال بیان کرو جو آمنۃ مطمئنہ جو ہر طرح کے خوف سے مطمئن یَاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ رفاہیت ہے لیکن فکفرت بأنعم اللہ خدا کے اس انعام کا اس نے انکار کیا فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ اللہ تعالیٰ نے جوع اور خوف ان پر مسلط کیا جوع کے مقابلہ میں رفاہیت ہے خوف کے مقابلہ کے اندر امن وامان اور اطمینان ہے یہی دو چیزیں حاصل ہوتا ہیں یہی مقصد ہے، علم المعیشت کا یہی مقصد ہے علم الاقتصاد کا، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے اوپر جو مطالبہ کیا ہے وہ مطالبہ اسی بنیاد پر ہے الَّذِیْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّآمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ اور جس قدر عبادت نہیں ہوگی تو وہ جوع جو ہے وہ رفاہیت باقی نہیں رہ پائے گی وہ امن و امان نہیں ہے دو چیزیں حاصل ہونا ضروری ہیں علم الاقتصاد کی غرض اس کے بغیر

نہیں کچھ ہوسکتا رفاہیت اور اس کے ساتھ امن وامان اور یہ دو چیزیں بلاحکم خداوندی کے مطابق عمل کرنے کے حاصل نہیں ہوسکتی دنیا میں اپنے طور پر رفاہیت کو حاصل کرنے کے لئے اسی امن وامان کو حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کے نظریات ہیں اسلام سے پہلے جاگیردارانہ نظام تھا اسلام کے آنے کے بعد ایک دوسرا نظام برپا ہوا اسلام نے اپنے اس دور کے اندر جب اسلام کے مطابق آپ کے معاشرہ رہا تو یہ چیز آپ کو حاصل ہوئی یَاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَداً مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ آمنۃ مطمئنۃ اسلام کا جب زوال ہوا اس کے بعد سرمایہ دارانہ نظام جاگیردارانہ نظام کے بعد اس کے مقابلہ میں سوشلسٹ نظام برپا تھا ان دونوں کی کیا بنیادیں تھیں کس طرح سے وہ معاشرہ کی تنظیم کررہے معیشت کی تنظیم کررہے ہے اس میں جو کمیونزم نظام تھا سوشلزم نظام تھا وہ جواب دے چکا۔ روس اس کا علمبردار تھا جو طبقاتی جنگ ہوئی اس طبقاتی جنگ کے اندر اس کو کامیابی ہوئی اور اس نے اس کو نافذ کیا اور جس طرح سے اسلام تبلیغی ہے تحریکی ہے وہ چاہتا ہے کہ دوسروں تک آپ اس کو لے جائیں یہی حال اشتراکی نظام کا تھا وہ چاہتا ہے کہ دوڑ اور آگے پھیلے۔ دوسرے ملکوں کے اندر وہ آئے اس نے یہ کام کیا بھی مگر اس کا سقوط ہوگیا۔ ختم ہوگیا۔ اس کے ختم ہونے کی کیا بنیاد ہے اس کے بعد اس کے مدمقابل سرمایہ دارانہ نظام آج اپنے انتہائی عروج پر ہے۔ اس سے زیادہ عروج کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے مگر بعینہ اس عروج کے زمانے میں اب اس وقت وہ ختم ہورہا ہے اور اس کے ختم ہونے سے اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ کیوں ختم ہورہا ہے؟ اس کے ختم ہونے کی کیا بنیاد ہے؟ اس کے مقابل اسلامی نظام ہے۔ یہ خود بخود آپ کے چیز آرہی ہے جو آگے آنے والا ہوتا ہے قضاء وقدر جو فیصلہ کئے ہوئے ہوتی ہے تو اس کی باتیں بہت پہلے سے آنا شروع ہوجاتی ہیں۔ اسلامی نظام برپا ہوکے رہے گا۔ ان ہی کے ہاتھ برپا ہوگا اس لئے کہ اس کے مقابل کے اندر ایک نظام بس یہی رہ گیا ہے تجربہ کرنے کے لئے، موجودہ نظام کی بنیاد سود پر ہے، اس نظام کی بنیاد قمار اور غرر پر ہے یہ تینوں بنیادیں اسلام کے اندر ممنوع ہیں۔ اسلام کی جتنی بھی

معیشت ہے اور اس کا جو بھی نظام ہے آپ کے اس کے برخلاف ہے جس طرح سے مسلمانوں نے سود کے حرام ہونے پر دلائل آپ سے بیان کئے اس کی حکمتیں بیان کیں اس کے مقاصد کو بیان کیا چاہے وہ امام رازیؒ ہوں چاہے امام غزالیؒ ہوں چاہے شاہ ولی اللہؒ ہوں۔

اسی طریقہ سے اُس زمانہ میں جس وقت سرمایہ دارانہ نظام برپا ہورہا تھا اس کی بنیاد ان ہی تین چیزوں کے اوپر ہے سود، غرر اور قمار۔ اس کی تجارت کی جتنی شکلیں وہ ان تینوں میں سے کسی سے خالی نہیں ہے یا تو اس میں سے سب پائی جاتی ہیں یا اس میں ان تین شکلوں میں سے کم سے کم ایک تو ضرور پائی جاتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس زمانے کے سارے دانشور سود کو بہتر قرار دیتے ہوں، اُس کے حق میں دلائل دیتے ہوں، بلکہ ان میں سے اکثر سود کو معیشت کے لئے 'زہر' خیال کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اور ایک دن ایسا آئے گا کہ شرح سود صفر کے برابر ہوگی اور آج یہی حال ہورہا ہے کہ شرح سود صفر کے برابر ہورہی ہے میں نہیں کہہ رہا میں تو یہ عرض کررہا ہوں کہ اگر نام ہے علم الاقتصاد اسی کا اور یقیناً اسی کا نام علم الاقتصاد ہے تو ہم اس علم الاقتصاد کو پڑھا رہے ہیں، ہمارے نصاب میں وہ داخل ہے اس لئے کہ آمدنی کے ملکیت کے اسباب کیا ہیں؟ ہم ان اسباب کو بیان کرتے ہیں، اسلام میں ملکیت کے کیا اسباب ہیں پھر اس کی تقسیم، جو اس کا انفاق ہو اور اس کے ذرائع کے سلسلہ میں بیع ہے، بیع کی مختلف قسمیں ہیں، شرکت ہے، مضاربت ہے لیکن اس کے مقابل میں جو سرمایہ دارانہ نظام کو جس کی بنیاد سود قمار غرر اور خطر پر ہے، قانونی تحفظ حاصل ہے جس کی بنیاد پر ایسی ہی شکلیں معیشت کی تھیں جو ان سے خالی ہیں ہم اس کو خالی کرنا چاہیں خالی نہیں کرسکتے ہم اپنے طور پر گھر میں بیٹھے ہوئے یہ شکل ہے، یہ شکل ہے، یہ شکل ہے آپ اس عملی دنیا میں تو اس کو کر نہیں سکتے اب آپ کو جب اس کو قانونی تحفظ حاصل نہیں رہے گا اور دوسرا آپ کے برابر چھوڑ دیں یا یہ ہے کہ یہ پلٹ کر آئے گا تو اس کو قانونی تحفظ حاصل ہوگا تو ہمارا تو کام یہ ہے کہ ہم ان طریقوں کو آپ کو جیسے پڑھا رہے ہیں اس کو اس میں اور تفصیل سے کام لیں

اس کے ساتھ بیع کی اور بہت سی شکلیں ہیں مرابحہ کی اور بہت سی شکلیں ہیں مضاربت کی، اور بہت سی شکلیں ہیں شرکت کی، اور بہت سی شکلیں ہیں مضاربت اور شرکت مل کر کے، اس کی شکلیں مبنی ہیں اس کا اس دور میں کیا نام ہے، عربی میں اس کا کیا نام ہے، انگریزی میں کیا نام ہے اس کی اصطلاحات وضع کرنا یہ آپ کا کام ہے، ان اصطلاحات کو آپ اکٹھا کریں، اسی طریقہ سے اس کے اندر مرور ایام سے جو طرح طرح کی شکلیں پیدا ہورہی ہیں وہ کس باب سے متعلق ہیں آپ ان سب کو جمع کریں اور اسی کے ساتھ اس بات کو بتائیں کہ یہ اس باب سے متعلق ہے، آپ کے اس کے ساتھ رہنمائی دیں یہ آپ کے اس کے اوپر منطبق ہورہا ہے، تو جو لوگ پڑھانے والے ہیں کچھ لوگ اس طرح کے ہوں گے کہ یہ کام کر کے اس کو دیں تاکہ ان کے پڑھانے میں آپ کو سہولت ہو اسی طریقے سے معاملات کے سلسلہ میں ان شرائط کے سلسلہ میں جو نقطۂ نظر ہے فقہ حنفی میں ایک نقطۂ نظر اس کا ہے، فقہ شافعی میں، اس کا دوسرا نقطۂ نظر ہے، فقہ حنبلی میں اس کا مختلف نقطہ نظر ہے فقہ مالکی میں اس کا ایک جدا نقطۂ نظر ہے زیادہ تر ایسے ہیں کہ یہ تمام تر نقطۂ نظر متفق ہیں لیکن کچھ شکلیں ایسی ہیں کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ ایک فقہ کے اعتبار سے وہ غلط ہے لیکن دوسری فقہ کے اعتبار سے وہ صحیح ہے، معاملات کا مسئلہ ایسا ہے کہ اور آسانی کے ساتھ آپ دوسری فقہ کے مسئلہ کو آپ اس میں شامل کرسکتے ہیں اور اس شکل کو آپ جائز قرار دے سکتے ہیں تو ہمارا جو کام ہے آپ کے اور آپ لوگوں کی جو مدد ہوگی وہ آپ سے ہوگی۔

دوسری چیز یہ ہے کہ یہ جو سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہے یہ کیوں ختم ہورہا ہے اس کو ختم ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا، پہلے طبقاتی جنگ آپ کے ساتھ تھی جب وہ مزدور آپ کے ملوں کے اوپر قبضہ کررہے تھے اب وہی شکل پیدا ہورہی ہے آپ بھی اخبار پڑھتے ہیں۔ ہم بھی اخبار پڑھ رہے ہیں آپ کے تین ملوں کے اوپر آپ کے مزدوروں نے قبضہ کرلیا اور یہ بحران بڑھتا چلا جائے گا، یہ بحران نہیں رک سکتا ہے اور وہ خود اس کی طرف آرہے ہیں یہ کوئی اس کی چیز نہیں ہے

کہ وہ اس نظام سے واقف نہیں ہیں اس پر تو پوری بحثیں ہوئی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی طاقت اور قوت کے بل کے اوپر اس نظام کو آپ کے غیر سودی نظام پر بدتر قرار دیا ہے، سرمایہ داروں کا یہ کیسے نظام فیل ہوا اس پر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب ان کو پڑھایا جائے تو آپ کے ان چیزوں کے سلسلہ میں ایک کتابچہ تیار ہونا چاہئے جس میں سود قمار غرر اور خطر کی حرمت کے سلسلہ میں ان تینوں نے جو اسرار و حکم بیان کئے ہیں اس کے مفاسد کو بیان کیا ہے اسی طرح سے موجودہ زمانے کے ماہرین معاشیات جو کچھ کے اس دور کے اندر تھے انہوں نے جو اس کے مفاسد بیان کئے تھے اور جو پیشین گوئی کی تھی ان مفاسد کی بنیاد پر وہ پیشین گوئی آج تو وہ ثابت ہو رہی ہیں پہلے تو ہم اس کے بطلان کو ایک نظری بات کہتے تھے مگر آج تو ہم اس بطلان کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ غلط تھا اور اس کے اوپر معیشت کی بنیاد قائم نہیں کی جاسکتی اس کو بیان کیا جائے اور اس کے ساتھ اسلامی نظام کے اجتماعی تکفل کو واضح طور سے بیان کیا جائے اور اس کا ایک کتابچہ ہو اس کتابچہ کے اندر پڑھانے والے کو ہفتہ دس دن، پندرہ دن کے اندر آپ کے اس طرح کی بات سے اس کو روشناس کرائے اس لئے کہ ایک ہے تمام ابواب کو الگ الگ پڑھنا اور دوسرے ان تمام ابواب کو منظم کر کے بتانا کہ اس طرح سے یہ اجتماعی تکفل کا باعث بنے گا یہ تو ہر شخص نہیں کر سکتا تو اجتماعی تکفل اسی طور پر ہو سکتا ہے۔ توازن اسی سے قائم ہو سکتا ہے۔ دوسرے راستہ سے نہیں ہو سکتا اس کے لئے آپ کتابچہ لکھیں اس کے لئے آپ اس میں دلائل دیں اور اس کے اندر آپ کے جو دوسرے نظام ہیں جو ختم ہو چکے ہیں اور ختم ہو رہے ہیں اس کے ختم ہونے کی بنیاد کو بیان کریں اور اس کا تکفل آپ کے اس نظام سے ہوگا وہ لڑکوں کو جو پڑھنے والے ہیں ہفتہ میں محاضرہ کی شکل میں آپ کے اس کو دیا جائے، واقعی الگ الگ کتاب کو پڑھایا جائے اس کی تفصیل کے ساتھ یہ کیسے پڑھایا جائے یہ آپ کے غور کرنے کا مسئلہ ہے لیکن اس کے ساتھ اصطلاحات کو دینا یہ آپ کا کام ہوگا، علم الاقتصاد کس کو کہتے ہیں علم الاقتصاد کی بنیاد کیا کیا ہے ان لوگوں کے یہاں کیا ہے

دوسرے لوگوں کے یہاں، اسلام میں علمی اقتصاد کی کیا بنیاد ہے اور اس بنیاد کے اوپر آپ کے یہ سب آپ کی شکل آپ کے پیدا ہورہی ہیں اتنی اجمالی بات آپ کو ایک کتاب کی شکل میں اس کے اندر یہ سب چیزیں آپ کو دینا ہوگا جو لڑکوں کو آپ کے بتائے استاذ، اسی طریقہ سے لڑکے اس کا مطالعہ کریں اس طرح سے بصیرت ہوتو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح سے اگر ہے تو ٹھیک اور اگر علم الاقتصاد اس کے علاوہ اور کسی چیز کا نام ہے تو وہ بتایا جائے۔

دوسری چیز آپ کے جو عملی پہلو سے اس کا تعلق رہتا ہے کھاتے سے اس کا تعلق رہتا ہے حساب و کتاب سے اس کا تعلق رہتا ہے تو اس سلسلہ میں عرض کروں کچھ وہ تو بعد کی چیز ہے ان کی تعلیم و تربیت ہمارے یہاں جب تک ہم نے پڑھا ہمارے پڑھنے کا زمانہ نہیں گذرا ہے اسی طریقہ سے حساب اردو کے اندر ہے کہ چکرورتی آج کا آدمی اس کو پڑھ لے تو وہ کس درجہ کا حساب ہوتا ہے تو ہم تو اس کو پڑھا چکے ہیں ہم پڑھ چکے ہیں ہم نے اس کو الگ کرلیا ہم اس کی تیاری کے لئے آپ کے حساب آپ کو داخل کردیں اور بہت آسانی کے ساتھ اس کو داخل کیا جاسکتا ہے آپ جیومیٹری کو چھوڑ دیجئے جیومیٹری کو ہم لوگ ہندسہ کہتے ہیں اس کو آپ لوگ جیومیٹری کہتے ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں ملازمت سے بھی جڑی ہوئی تھیں ان ہی کے پڑھے ہوئے جتنے تھے وہی امین ہوا کرتے تھے دیوبند کی اصطلاح میں امین کہتے ہیں اب اس کے بعد اس کا کوئی پوچھنے والا نہیں رہا تو آپ کے اس کے بعد اس کا کوئی پوچھنے والا نہیں رہا اور ہوتے ہوئے حساب بھی ختم ہوگیا، حالانکہ حساب تو ایسی چیز ہے کہ امام شافعیؒ نے تو فرمایا کہ حساب سے آدمی کی عقل بڑھتی ہے لیکن آپ تو تیاری کیجئے ہم تیاری کرنا چاہیں تو آسانی کے ساتھ کرسکتے ہیں یہ چیز اگر ہم کرلیں تو یہ کام ہوسکتا ہے، میرا تو اپنا یہی خیال ہے ورنہ آپ حضرات جیسے چاہیں۔

تیسری نشست
تعلیمی مسائل

صدر: مولانا کاکاسعید احمد عمری

کنوینر: مولانا عتیق احمد بستوی

یہ نشست حضرت **مولانا** کاکاسعید احمد عمری صاحب کی صدارت میں منعقد ہورہی ہے اور اس نشست کا موضوع ہے "مدارس میں اسلامی اقتصادیات کی تعلیم اور تعلیمی مسائل"، لیکن اس میں نصاب کی تیاری، اساتذہ کی تربیت، مدت تعلیم، سرٹیفکیٹ اور عملی تربیت وغیرہ، گویا اگر مدارس میں اقتصادیات کی تعلیم شامل کی جاتی ہے اسلامی اقتصادیات کی تو اس میں جو مسائل پیدا ہوں گے خاص طور سے تعلیمی مسائل تو ان پر غور کرنے کی یہ نشست ہے، کل جو آپ کے سامنے نشست ہوئی اور شام تک آپ **لوگ** اس پر گفتگو کرتے رہے کہ مدارس میں اس مضمون کی شمولیت کو یا ضروری ہے مناسب ہے یا نہیں اور کس مرحلہ میں اس کی شمولیت ہوسکتی ہے اور کس درجہ میں ہوسکتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ علماء کی طرف سے ابھی جو مدارس کے اساتذہ اور ذمہ داران ہیں ان کا پورا موقف ابھی سامنے نہیں آیا ہے کل زیادہ وقت ہم نے ماہرین کی گفتگو سننے میں صرف کیا اور آج بھی ہم ان کی باتیں سنیں گے لیکن ہماری کوشش یہ ہوگی کہ جو حضرات **علماء** تشریف **لائے** ہیں ان کے **خیالات** بھی اس خاص موضوع پر ہمارے سامنے آئیں تاکہ اس کے نتیجہ میں ہم کچھ ایسے فیصلے کرسکیں ایسی تجویزیں مرتب کرسکیں جو عملی بھی ہو، مفید بھی ہو اور اس کے دوررس اثرات مرتب

ہوں لیکن میں ایک بات عرض کردوں کہ اگر آپ کے ذہن میں کوئی خاص تجویز ہے یا خاص بات ہے جس کو تجاویز میں شامل ہونا چاہئے تو اس کو بہتر ہے کہ آپ قلمبند کرلیں۔ لکھ لیں اور ہمارے مولانا خالد سیف اللہ صاحب تک پہنچادیں۔ آپ تجاویز کے تعلق سے جو کمیٹی بنے گی اس کمیٹی کے حوالہ ان چیزوں کو کریں گے وہ اور اس میں جتنا بھی آپ کی آراء پہنچ سکیں آپ کے خیالات پہنچ سکیں انشاء اللہ اتنا ہی یہ کام مفید ہوگا، کارآمد ہوگا۔ ظاہر بات ہے کہ مدارس میں شامل اقتصادیات کی تعلیم کے دومرحلوں کی بات ہے، ایک مرحلہ تو خود عالم اور فاضل کے کورس کا ہے اس میں کس حد تک شمولیت ہوسکتی ہے، اس مضمون کی کیا گنجائشیں ہیں؟ کیا نہیں ہیں اور کیا باقاعدہ کوئی کتاب مرتب کی جائے ایسی جس میں تعارف ہو معاشیات کا اسلامی معاشیات کا اس کو شامل کیا جائے باقاعدہ نصاب میں یا مطالعہ میں کم سے کم ایک مرحلہ یہ بھی ہوتا ہے نصاب میں ہمارے کچھ کتاب مطالعہ کی ہوتی ہے اساتذہ کی رہنمائی میں طلباء مطالعہ کرتے ہیں یا اتنا کافی ہے کہ سال میں مختلف اوقات میں کچھ توسیعی لیکچر اس موضوع پر مدارس کے جو طلباء ہیں خاص کر فقہی درجہ کے سامنے دلایا جائے تاکہ بنیادی باتیں اس موضوع کی وہ جان سکیں، کیا شکل مناسب ہوگی، کیا مفید ہوگی اس سلسلہ میں آپ حضرات کی تجاویز وآراء انشاء اللہ ہمارے سامنے آئیں گی۔ شروع میں اظہار خیال کے لئے جن حضرات کا نام یہاں پر لکھا ہوا ہے وہ ہمارے ماہرین اقتصادیات ہیں، ان سے میری درخواست ہے کہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں اس موضوع پر اپنی تجاویز اپنے مشورے پیش فرمائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت ہم علماء کو دے سکیں۔

ڈاکٹر اوصاف احمد

پہلے میں آج کی تین نشستوں کے طریقہ کار پر مختصراً روشنی ڈالدوں اور اس کے بعد نفس مضمون پر کچھ باتیں عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ ہمارے سامنے جو مقالات تھے اور تحریریں تھیں وہ سب کل آپ کے سامنے پیش کی جاچکی ہیں آج کا دن صرف آپ کے لئے خاص طور پر

مختص ہے لیکن اس کا طریقہ کار اس سلسلہ میں یہ رکھا گیا ہے کہ شروع میں کرسی صدارت سے بعض لوگوں کو دعوت دی جائے گی کہ وہ آپ کے سامنے اپنے خیالات کو رکھیں اس کے بعد مناقشہ کے لئے دعوت دی جائے گی۔ جو صاحبان بھی اس میں شرکت کرنا چاہیں وہ اپنے نام صاحب صدر کو بھیجوا دیں۔ لیکن یہ خود ہمارے مفاد میں ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوسکیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے شریک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جو صاحبان ڈائس پر تشریف لائیں وہ اپنی گفتگو کسی خاص نکتہ پر مرکوز رکھیں اور اس نکتہ سے تجاوز کرنے کی کوشش نہ کریں اس کے علاوہ جتنا وقت ان کو دیا جائے اُس کی پابندی کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں، اگر پانچ منٹ کا وقت دیا جائے تو وہ پانچ منٹ میں اپنی بات ختم کردیں اگر تین منٹ کا وقت دیا جائے تو تین منٹ میں ختم کردیجئے کیونکہ جتنا ایک مقرر کو جتنا کم وقت ملے گا اتنا ہی زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوسکیں گے تو اس پورے تجربہ کی افادیت اسی میں ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شرکت کرسکیں تا کہ زیادہ نقطۂ نظر ہمارے سامنے آئیں اور پھر اس کی روشنی میں کوئی لائحۂ عمل طے کیا جاسکے۔ ان معروضات کے بعد میں نفس مضمون پر آتا ہوں کہ آج کی نشست کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک تو تعلیمی مسائل دوسرے انتظامی مسائل اور مالی مسائل یہ صرف تحلیل کی آسانی کے لئے کیا گیا ہے تا کہ ان چیزوں کو سمجھنے میں آسانی رہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تینوں مسائل ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور جب آپ کسی ایک مسئلہ کے اوپر اپنی رائے قائم کرلیں تو یہاں تک تو آپ کی آزادی اور اختیار کا مسئلہ ہے لیکن جیسے ہی آپ نے کسی ایک مسئلہ پر آپ نے اپنی رائے قائم کرلی تو اس کے بعد کے جو دوسرے مسائل آتے ہیں تو اس میں ہمارا اختیار محدود ہوجاتا ہے جیسے کہ فرض کرلیجئے ہم نے یہ کہا کہ ہم توسیعی لیکچر کرائیں گے تو ان چیزوں کو نئے مضامین و مضمون کو نظام درس میں شامل نہیں کریں گے اب فیصلہ توسیعی لیکچر کرانے کا ہے لیکن اس کے مالی مضمرات ہیں اس لئے کہ اس پر اگر آپ کسی مقرر کو بلائیں گے اس کے اخراجات

برداشت کرنے ہوں گے تو مالی مضمرات ہو گئے، اس کے بعد ظاہر بات ہے کہ جو لوگ بلائے جائیں گے جن کو زحمت کلام دی جائے گی وہ بہت ممتاز لوگ ہوں گے اپنے فیلڈ میں، جیسے ان کی فضائی آمد و رفت کے اخراجات برداشت کرنے ہوں گے، ممتاز لوگ تو اسی طرح سے آتے ہیں اُن کے قیام وطعام کا بندوبست بھی ان کے معیار کے مطابق کیا جائے گا تو اب اس کے مالی مضمرات ہوئے اسی طرح سے اب اس کے تعلیمی مضمرات بھی ہو سکتے ہیں تعلیمی مضمرات کیا ہیں کہ وہ جب تشریف لائیں گے اور کسی ایک موضوع پر انہوں نے خطاب فرمایا تو وہ چاہیں گے کہ اس کے تمام پہلوؤں کو سمیٹ لیں اب جب تمام پہلوؤں کو ایک مختصر سے عرصہ میں سمیٹا جاتا ہے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ کا تو عرصہ ہوگا نہیں تو ظاہر بات ہے کہ ہر چیز کا گہرائی میں جا کر مطالعہ نہیں ہوگا اور پھر اس کو آپ کتنا جذب کرتے ہیں انجذاب کی صلاحیت کتنی ہے انجذاب کا امکان کتنا ہے وہ چیزیں بھی کم ہو جائیں گی تو تمام معاملات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ چیز ہم کو ذہن میں رکھنی چاہئے جو درجہ بندی ہم نے کی ہے کہ یہ اجلاس تعلیمی سیشن کے لئے اور اس کے بعد والا اجلاس انتظامی مسائل کے لئے اور مالی مسائل کے لئے بھی اور اس کے بعد آخری سیشن جو شام کو ہوگا انشاء اللہ اس میں ہم تجاویز مرتب کرنے کی کوشش کریں گے۔ اب جیسا کہ مولانا عتیق احمد بستوی نے فرمایا کہ اب تک جو گفتگو ہوئی ہے اس میں دو راہیں ہمارے سامنے ہیں ایک تو متبادل چیزیں ہمارے سامنے آئیں گی کہ ایک تو یہ ہے کہ کسی حد تک تعارفی سطح کے اوپر تمام معاملات کی کچھ تعلیم (لفظ کچھ پر زور ہے) ضروری جانی چاہئے اس لئے کیونکہ مدرسے سے بھی فارغ لوگ جب تشریف لاتے ہیں میدان میں یا معاشرہ میں ان کو تعلیم یافتہ کہلانے کے لئے ان کو کچھ نہ کچھ تو معلومات ان کو ہونی چاہئیں، میں اپنا ایک ذاتی تجربہ آپ کو بتاتا ہوں کہ اسلامک فقہ اکیڈمی نے تقریباً دو سال ہوئے مجھ کو ایک مدرسہ میں جانے کے لئے دعوت دی میں وہاں گیا تو اس میں اعلا سطح تک پر وہاں تعلیم ہوتی تھی اور جن کو خطاب کرنا تھا وہ افتاء اور قضاء میں

اختصاص حاصل کر رہے تھے لیکن ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ہندوستان میں ریاستی آسمبلی اور پارلیمنٹ میں کیا فرق ہے۔ ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ملک کا وزیر اعظم کیسے منتخب ہوتا ہے یہ حال تھا تو کچھ نہ کچھ تعلیم ہم کو سماجی معاملات کی دینی ہے کہ جس میں یہ پتہ چل سکے کہ ہمارا ماحول کیا ہے کوئی مدرسہ سے فارغ ہوتا ہے آدمی اور مالی معاملات کی بات ہو تو لوگ عام طور پر ان سے سوال کرتے ہیں کہ بینک انٹرسٹ کا کیا کیا جائے، پیسہ بینک میں رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ بہت سے نوجوان یہ سوال کرتے ہیں کہ بینک میں ملازمت درست ہے یا درست نہیں ہے؟ بہت سے لوگوں کو یہ تشویش رہتی ہے اگر اللہ تعالی نے ان کو کچھ نوازا ہے تو وہ اپنا مال شیئر مارکیٹ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ لیکن اگر مولوی صاحب کو یہ پتہ نہیں ہے کہ شیئر مارکیٹ کام کیسے کرتی ہے تو اس کے بارے میں وہ کیسے اور کیا فتوی دیں گے، تو اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ کم سے کم کچھ ایک سطح ایسی ہونی چاہئے کہ جتنی تعلیم لوگ دے رہے ہیں جو بہت ہی کم سے کم تعلیم ہے اور بہت کم سے کم معلومات ضرور پہنچانی چاہئے لوگوں کو اب یہ کم سے کم معلومات کتنی ہو اس کے لئے کم سے کم دو پرچے ضرور شامل کرانا چاہئے ایک تو اصول معاشیات کا پرچہ ہے جس کو ہم لوگ (Principle of Economics) کہتے ہیں اسی اصول معاشیات کے ضمن میں معاشیات کے نظری مسائل اور عوامی مالیات (Public Finance) کے مسائل حکومت کے مالیات کے مسائل کے اوپر کہ حکومت کیسے چلتی ہے حکومت کا خرچ کیسے چلتا ہے، ٹیکس لگانے چاہئے کہ نہیں لگانے چاہئے، اب اس میں آپ زکوۃ وغیرہ کے مد کو بھی شامل کر سکتے ہیں۔ تو ایک پیپر اصول معاشیات کا ضرور ہونا چاہئے، دوسرا پرچہ ہندوستانی معیشت کے بارے میں ہو سکتا ہے۔ اب اس کے بعد ایک سوال پیدا ہوتا ہے تو اتر کا کہ ہفتہ میں ایک کلاس کی جائے کہ ہفتہ میں دو کلاسیں کی جائیں یا ہفتہ میں تین کلاسیں کی جائیں میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ساری چیزیں مدارس کے اوپر چھوڑ دینی چاہئے کہ ہر مدرسہ حالات کے تحت ان باتوں کا فیصلہ کر سکے۔ وہ یہ فیصلہ کریں کہ ان

کے اوپر کام کابوجھ کتنا ہے اور وہ کتنابوجھ سہار سکتے ہیں یہ بہت ضروری ہے اور اس کے بعد جیسی آسانی ہو جیسے وسائل اللہ تعالیٰ نے دیئے ہوں ان کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ تو اتر کیسا ہو، اسی طرح سے کورس کے نصاب کا بھی ایک مسئلہ ہے کہ کون سی چیزیں نصاب میں رکھی جائیں اور کون سی چیزیں پڑھائی جائیں کون سی چیزیں نہیں پڑھائی جائیں تو یہ بھی فیصلہ استاذ کے ہاتھ میں ہونا چاہئے اگر استاذ کے پاس وہ صلاحیت نہیں ہے یا وہ اہلیت نہیں ہے تو وہ ایسا کرسکتا ہے کہ وہ باہر سے کچھ مدد لے سکتا ہے اور ماہرین سے مشورہ لے سکتا ہے اب جیسے ہمارے بزرگ نے بتایا کہ کتابوں کا کیا کیا جائے نصابی کتابوں کے لئے ان کے لئے یا ہیلپ بک (Helpbook) بھی ہوسکتی ہے استاذوں کی رہنمائی کے لئے بھی کتابیں ہوسکتی ہیں لیکن اُن کا ہونا بہت ضروری ہے کچھ چنی ہوئی کتابوں کا ہم یہاں تذکرہ کریں گے ہم ابھی جیسے ایک مثال دے رہے تھے کہ مسائل کا ایک دوسرے سے تعلق ہوتا ہے کہ دیکھئے ذریعہ تعلیم کا مسئلہ اور کتابوں کا مسئلہ ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے کہ اگر آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم تو عربی ہی ذریعہ رکھیں گے، اب اگر آپ نے ذریعہ تعلیم عربی رکھا تو ظاہر بات ہے کہ عربی میں اگر کوئی کتاب موجود ہو تو ان تک آپ محدود ہو گئے تو اب آپ قدوری پڑھائیں یا ہدایہ پڑھائیں لیکن آپ پڑھائیں گے عربی میں۔ عربی کتابیں ہیں یہ اب سیموئیلسن کی لکھی ہوئی کتاب آپ کے دائرہ کار سے باہر ہوگئی اس سے آپ استفادہ نہیں کرسکتے چاہے اس کے اندر جتنے ہیرے اور جواہرات جڑے ہوں کیونکہ وہ کتابیں تو انگریزی میں ہیں تو ظاہر بات ہے کہ یہ ان ہی لوگوں کے لئے وہ کتابیں مہیا ہوسکتی ہیں جن کی اس زبان تک رسائی ہوگی جس زبان میں وہ کتاب لکھی ہوئی ہے تو اسی طرح سے جو چوائس کا مسئلہ اور اختیار کا مسئلہ بھی اسی طرح سے ہوتا ہے ایک خیال یہاں پر ایک یہ پیش کیا گیا تھا کہ جب تک کہ ٹائم کا یہ سوال ہوگا کہ ہم یہ چیزیں کس وقت کریں اس سال کریں اگلے سال کریں اس سے اگلے سال کریں اس کی ابتداء کب ہو ایک خیال یہ پیش کیا گیا تھا کہ جب

تک کہ یہ نصاب کی تیاری کا مسئلہ ہے کتاب کی تیاری کا مسئلہ ہے پھر یہ فیصلہ کیا جائے کہ کتابیں لکھی جائیں لوگوں سے رابطہ کیا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ آپ کتابیں تیار کیجئے ہمارے پاس ادارے موجود ہیں انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی ہے جو کہ کتابوں کی پروڈکشن کا کام اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں اس میں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ یہ ادارے ایسے ہیں کہ اس معاملہ میں انہوں نے اقدام کیا ہے اور آگے چل کر کے بھی ہم یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ آگے چل کر کے بھی وہ اس معاملہ میں اپنی دلچسپی برقرار رکھیں گے اور وہاں سے کتابیں شائع ہوسکتی ہیں لیکن ان کتابوں کے شائع ہونے میں وقت لگے گا کوئی صاحب اس موضوع پر کتاب لکھنے کے لئے تیار ہوں اس وقت تک کہ کتاب تیار ہوکر طالب علم کے ہاتھ میں پہنچے ایک وقفہ ضروری ہے اس کو ہم انگریزی میں جسٹیشن پیریڈ (gestation period) یا درمیانی وقفہ کہتے ہیں، یہ درمیانی وقفہ بہت لمبا بھی ہوسکتا ہے اور بہت چھوٹا بھی ہوسکتا ہے اور اس درمیانی وقفہ میں کیا کیا جائے اب درمیانی وقفے میں آپ کے سامنے میں امکانات (Choices) ہیں اس درمیانی وقفہ میں ایک کام تو ہم یہ کرسکتے ہیں کہ کچھ بھی نہ کریں ہم انتظار کریں اور انتظار کریں اس وقت تک تاوقتیکہ ساری چیزیں جو ہمارے پاس موجود ہوجائیں جب سہولتیں مہیا ہوجائیں تب ہم اپنا کام شروع کریں دوسرا لائحہ عمل یہ ہوسکتا ہے کہ یعنی ہم یہ کہیں کہ ہم نے بہت وقت ضائع کیا اب ہم آئندہ وقت ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اس لئے اب ہم فوراً کام شروع کرنا چاہتے ہیں تو ہم اگلے سال سے جولائی سے یا جب سے ہمارا تعلیمی سال جب سے شروع ہوتا ہے اسی سال سے ہم شروع کرنا چاہتے ہیں اب اگر ایسا ہوتو اس کے لئے یہ ایک آئیڈیا ہے کہ نصابی کتابوں کی تیاری کے لئے ہمارے ملک میں نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ (National Council of Educational Research) NC.E.R.T. کے نام سے ایک ادارہ ہے جو نصابی کتابیں (Textbook) تیا

رکرتا ہے اور اس کی منظور شدہ اور تیار شدہ کتابوں کے سلسلہ میں ہم یہ کرسکتے ہیں کہ ہم ان کو (Adopt) کرلیں اور یہ ہدایت اس استاذ کو دی جاسکتی ہے کہ جب آپ اس کو پڑھائیں تو آپ اس میں مناسب تبدیلیاں کر کے پڑھائیں بعض ابواب (Chapter) چھوڑ دیئے جائیں یا بعض کے سلسلہ میں زیادہ تفصیل درکار ہو یا بعض نئے ابواب کی شمولیت بہتر سمجھی جائے۔ اسی لئے میں بار بار اصرار کرتا ہوں کہ نصاب کی تیاری کا کام اساتذہ کی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ فیلڈ میں ہیں وہ جانتے ہیں کہ کیا مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کو کیسے حل کیا جائے اس کے آئیڈیاز بھی ان ہی کے پاس ہوتے ہیں، NCERT کی کتابوں میں بھی، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ منزل من اللہ ہے اور اس میں کچھ تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے ان میں بھی بہت تبدیلی کی گنجائش ہے کیونکہ جو کتابیں عام طور پر یہ جو سسٹم ہمارے یہاں رائج ہے 2+10 کے اسٹیج کی ہوتی ہیں اکنامکس تو پڑھائی بھی نہیں جاتی ہے دسویں سے پہلے، شاید گیارہویں سے شاید شروع کرتے ہیں گیارہویں بارہویں 2+10 کے اسٹیج کی وہ کتابیں ہیں لیکن وہ کتابیں تیار کردہ کس کی ہیں وہ ان ماہرین کی تیار کردہ ہیں جو کتابیں ہوتی ہیں جو اپنے مضمون (Subject) میں بہت ماہر ہوتے ہیں تو اب وہ صاحبان جو یہ کتابیں تیار کرتے ہیں جو ہمیشہ ایئر کنڈیشنڈ آفسوں میں رہتے ہیں اور علم کی آخری سرحدوں پر کام کررہے ہیں ان لوگوں نے کبھی اسکول کا منہ بھی نہیں دیکھا اب ایسے لوگوں کی تیار کردہ جو کتاب ہے اسکول کے لئے اور اس کی ضروریات کے لئے کتنی مفید ہوگی یہ محل نظر ہے، بہر حال مختصر بات یہ کہ اس میں اپنی ضروریات کے لحاظ سے ترمیم واضافہ کرسکتے ہیں اس کے لئے کوشش کی جاسکتی ہے کہ ایک بار ماہرین اور اساتذہ بیٹھیں اور اس کے بعد وہ فیصلہ کریں کہ اس میں کتنے ابواب ہم شامل کرسکتے ہیں کتنے ابواب نہیں شامل کرسکتے ہیں کتنے نئے ابواب شامل کرسکتے ہیں ان کے لئے حوالہ کا مواد (Reference meterial) کہاں ہیں وغیرہ، ایک مسئلہ اساتذہ کا ہے، اساتذہ کے لئے ایک تجویز یہ ہوسکتی ہے کہ تربیت اساتذہ کا کورس کے انتظام کیا جاسکتا ہے

اور اس بات کے امکانات ہیں کہ اگر ہم ایک اچھا پروگرام وضع کرلیں تو مالیاتی اداروں سے درخواست کی جاسکتی ہے کہ وہ کم سے کم ایک یا دوکورسیز کے اخراجات کے اٹھانے کی کوشش کریں، اب ظاہر بات ہے کہ تربیت اساتذہ کے کورس میں بھی ہم بیک وقت سارے اساتذہ کی تربیت نہیں کرسکتے اس کے لئے ہم کو مرحلہ وار پروگرام بنانا ہوگا، پہلے مرحلہ میں تو آپ بیس سے پچیس لوگوں سے زیادہ لے بھی نہیں سکتے کیونکہ مدارس تو اللہ تبارک وتعالی کے فضل سے ہے کہ پورے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں ہیں تو ہم یہ کرسکتے ہیں کہ ہم ان سے رابطہ کریں ہم ان کو یہ بتائیں کہ یہ تربیت اساتذہ کا کورس ہے اور شرکاء کی تعداد پچیس سے زیادہ نہیں ہوگی اور اس کے جن لوگوں کی نامزدگی آپ کے پاس آئے اس کو ایک کمیٹی اُس کی جانچ کرسکتی ہے اور بہترین اساتذہ کا انتخاب کیا جاسکتا ہے ان کی تربیت نو کا پروگرام شرو ع ہوسکتا ہے، یہ پروگرام کم سے کم تین مہینے کا ہونا چاہئے یا کم سے کم دو یا تین ہفتہ کا اور اسے انگلش میں کہتے ہیں انٹینسف ٹریننگ، مکثف تربیت تو وہ یہ ان کے لئے یعنی جیسے کہ آپ تشریف لائے تین سیشن کے پروگرام کے لئے، لیکن ہوسکتا ہے کہ ان کے لئے یہ پروگرام چھ سیشن کا پروگرام رکھنا پڑے، ہوسکتا ہے ان کے لئے بہت سے اساتذہ رکھنے پڑیں، ہوسکتا ہے کہ ان کے لئے عملی تربیت کا انتظام کرنا پڑے دوسرا متبادل یہ ہے کہ یہ پروگرام منتخب اداروں میں شروع ہوسکتا ہے اس میں بھی جو بڑے بڑے مدرسہ ہیں اقدام ان کی طرف سے ہونا چاہئے وہ کہیں کہ ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے اور اس لئے یہ پروگرام ہم شروع کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

میں نے مدارس میں اسلامی مالیات خصوصاً اور ساتھ ساتھ معاشیات کی تعلیم دو مرحلوں میں شروع کرنے کی تجویز رکھی ہے پہلا مرحلہ قصیر المیعاد یا شارٹ ٹرم ہو اور دوسرا طویل المیعاد یا لانگ ٹرم، میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں بھی فقہ پڑھائی جاتی ہو وہاں آپ یہ پروگرام شروع کرسکتے

ہیں اس کے لئے بس ضرورت اس بات کی ہے کہ کچھ مراجع دستیاب ہوں اور استاذ بھی ہونا چاہئے، ظاہر ہے کہ نصوص قرآنی واحادیث تو مالی معاملات میں بہت کم ہیں اور جو کچھ بعد میں لکھا گیا ہے وقت کے مسائل کی روشنی میں جائز وناجائز کی حد تک ان کا کام ہے اور بے شمار طرح طرح کے مسائل جو بعد میں پیدا ہوئے ہیں اس سلسلہ میں کیا ہونا چاہئے کیا رائے مفتی ہے یہ ہمارے طلباء اور اساتذہ کو جاننا چاہئے تو جہاں فقہ پڑھائی جاتی ہے وہاں پر انگلش بھی پڑھائی جانی چاہئے تب ہی اس کی افادیت ہے اس سلسلہ میں میں نے کچھ بات مشکلات اور موانع کا ذکر کیا تھا اس کے بعض حل بھی پیش کئے تھے اس کو دہراؤں گا نہیں۔ بہر حال یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے مرحلہ میں یا تو ہر باب کو پڑھانے کے بعد استاذ اس باب سے متعلق جو جدید مسائل ہیں ان ابواب کی جو جدید تطبیق ہے اس سے طلباء کو آگاہ کیا جائے جیسے باب المضاربہ پڑھایا اور فی زمانہ مضاربہ کے کیا استعمالات ہیں اور اس میں تطبیق کس طریقہ سے ہوتی ہے، بینکوں میں شناختی سرمایہ کی کمپنیوں میں یا بعض لوگوں کے مشورے کے مطابق اس کو تکافل یا انشورنس میں کس طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے اور اس طرح کی چیزوں میں کیسے کیسے اس کو لوگوں نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے بہت تفصیل سے نہیں تو بہر حال ان کو بہت مختصر طریقہ سے انہیں آگاہ کیا جائے اور مختصر طریقہ سے ان کو دلائل بتائے جائیں۔ اس کے بعد جب دوسرا باب شروع کریں اس میں بھی اجارہ کے سلسلہ میں کیا کیا نئی تطبیقات ہیں اس طریقہ کی چیزیں پیش کی جاسکتی ہیں یا یہ ہوسکتا ہے کہ ان سارے ابواب کو پڑھانے کے بعد الگ سے ان کو پڑھایا جائے دو شکلیں ہوسکتی ہیں اور جیسا کہ اس سلسلہ میں کافی تفصیلات آچکی ہیں کہ ہم فقہ کی کئی کتابیں پڑھتے ہیں مثلاً پہلے قدوری پڑھی پھر اس کے بعد ہدایہ پڑھی پھر اس کے بعد ہدایہ پڑھی تو یہ سب بجائے ان ہی ابواب کو، پہلی دفعہ تو ظاہر ہے کہ ہونا چاہئے کہ سارے ابواب پر نظر ہوجائے اس کے بعد پھر ان ابواب کو خاص طریقہ سے زور ہو جس کی اس زمانے میں عملی ضرورت ہے اور جو ابواب زمانے کے لحاظ سے ان

کی افادیت صرف علم کی حد تک ہے جو آپ علم حاصل کر چکے ہیں تو انہیں آپ نظر انداز کر سکتے ہیں اس کی مثالیں میں نے اپنے مقالہ میں دی تھی تو اس سلسلہ میں میں نے ایک جو یہ پہلا مرحلہ ہے اور شارٹ ٹرم (Short Term) ہے اس لئے میں نے کچھ ضمیمہ کے طور پر ذکر کیا ہے کچھ ابواب کے کیا مسائل ہو سکتے ہیں میں صرف اس لئے اس کو پڑھنا ضروری بلکہ آپ پڑھئے، آپ ذرا خود غور کیجئے کہ یہ چیزیں جو مختلف ابواب کے تحت جو اس زمانے میں ڈسکس ہو رہے ہیں اس میں خود آپ کہاں تک واقف ہیں آپ خود جائزہ لیجئے ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ ہوں جو بھی سے واقف ہوں یا اس سے زیادہ سے زیادہ کچھ ممکن ہے کہ انہیں تعجب ہو کہ یہ سب باتیں جو آج ڈسکس ہو رہی ہیں ہماری فقہ سے متعلق ہیں ہم اس سلسلہ میں واقعی بالکل نابلد ہیں ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگوں کا ایسا بھی تاثر ہو تو میں نے جو مشورہ دیا ہے جو پہلے مرحلہ میں پڑھائیں مثلاً یہ کہ آپ نے باب المشارکہ شروع کیا یا شرکۃ لاٴ عنان وغیرہ اس میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں آپ بچوں کو بتا سکتے ہیں اسلامی بینکنگ اور مشارکہ کی شکلیں، مشارکہ اور مضاربہ سے مشکل شکلیں کیا کیا استعمال ہو رہی ہیں آج کل مشارکہ فی الوقت بھی ایک نیا پروڈکٹ (Product) یا نیا طریقہ ہے سرمایہ کاری کا (Investment) مشارکہ فی الوقت آپ شاید سوچیں کہ یہ مشارکہ فی الوقت کیا چیز ہے میں اس وقت تو اس کی وضاحت کروں گا نہیں بہرحال مشارکہ متناقصہ یہ بھی ایک نیا طریقہ ہے یعنی مشارکہ کی نئی شکل ہے اور مشارکہ متطالیہ پہلے زمانے میں مشارکہ یا مضاربہ یہ ہوتا تھا کہ ایک سفر کے لئے ہوتا تھا دیا اور گئے تجارت کر کے اور بانٹ لیا بس بات ختم ہوگئی اور یا یہ کہ جب چاہا ختم کر لیا آج کل مشارکہ کے لئے تو بہت مشکل ہے خاص طور پر جو بڑے بڑے کارپوریشنز ہیں بڑی بڑی کمپنیاں ہیں تو اس کو آپ یا چند آدمی جب چاہیں ختم کر دیں تو یہ تو بہت ہی مشکل ہے تو مشارکہ متناقصہ تو ایک B.O.T. کی شرکت ہوگی کہ پہلے یہ کہ کوئی آدمی کام کرے اور پھر اس کے بعد اس کو کسی تشغیل یا آپریشن پھر اس کے بعد اس کو ٹرانسفر (Transfer) تحویل اس طریقہ کی جو چیزیں

استعمال ہورہی ہیں آج کل یہ سب انہی ابواب فقہ ہی سے منتج ہیں پھر جب آپ باب الربا جب پڑھاتے ہیں تو دیکھئے کہ ربا کی مرکب عصری معاملات کیا کیا ہیں بیع العینہ آپ نے پڑھا ہوگا جانتے ہوں گے انتورق ٹھیک ہے کچھ لوگ واقف ہوں لیکن آج کل تورق کیا چیز ہے کیسے استعمال ہوتا ہے کیا کیا اس کی شکلیں ہیں کیا کیا مضمرات ہیں پھر تورق فقہی اور تورق مصرفی شاید تورق فقہی سے کچھ لوگ واقف ہوں لیکن یہ تورق مصرفی کیا چیز ہے اس کی کیا کیا شکلیں ہیں کہاں تک صحیح ہے کہاں تک نہیں صحیح ہے یہ کوئی حیلہ ہے یا کوئی مخرج ہے یا ضرورت ہے، بہرحال یہ سب بھی آج کل بحثیں ہوتی ہیں اس سے بھی آپ کو واقف ہونا چاہئے پھر اس تورق پر مبنی نقد کی فراہمی اور تورق کا استعمال کیسے ہو اور کس طرح ہوسکتا ہے اس میں ربا الفضل اور ربا النسیہ کی تطبیق کیسے ہوتی ہے اور پھر مختلف ملکوں کی کرنسیوں میں تبادلے ہوتے ہیں ان میں کیا کیا زحمتیں پیش آسکتی ہیں کیا کیا حل ہونا چاہئے یہ سب آپ باب الربا سے بتا سکتے ہیں پھر باب المرابحہ اس میں تملیک اسلامی کا یہ بڑا اہم ذریعہ ہے آج کل اس کی کیا کیا نزاعی شکلیں ہیں اور مرابحہ بالثمن عاجل للامر بالشراء ملتی جلتی ذرا مختلف چیز ہے، پھر باب السلم ہم لوگ تو یہی جانتے رہے ہیں باب السلم کیا ہے کہ فصل سے پہلے جو ہے کسی کو پیسہ دیدیا جب فصل ہوگی اس کے بعد جو ہے اسے وہ دے دے گا اس میں وہ قیمت اور وہ سب چیزیں طے ہونی چاہئے تو نوعیت وغیرہ لیکن آج یہ اس کا زبردست استعمال ہورہا ہے ہمارے جدید معاملات میں یہ تمویل اسلامی کا بہت ہی اہم ذریعہ ہے اس کی بہت سی کیا کیا نا جائز شکلیں ہیں اور عقد سلم کا عقد انتو اخی یعنی سلم درسلم بھی اب ہورہا ہے اور خاص طریقہ سے سلم ہی سے ملتی جلتی چیزیں ایک استثناء کی ہے پرانی شکل میں اس کا ذکر آیا ہے لیکن آج کل تو اس کا زیادہ استعمال ہے اور پھر استثناء متوازی ایک استثناء بیع کا اور استثناء اور پھر تحوت یہ تحوت جسے انگریزی میں (Hedging) کہتے ہیں، خطر کی پیش بندی کہہ لیجئے تو یہ جو خطرات انویسٹمنٹ (Investment) میں ہوسکتے ہیں اس کے پہلے سے ایسے کچھ اور

کنٹیکٹ اور عقود کر لئے جائیں جس کی وجہ سے اس کا یعنی اثر نہ ہو یہ جو اس طرح کے جو معاملات ہوتے ہیں کہاں تک اس کی شکلیں صحیح ہیں سلم کو تحوت کو یعنی ایک اچھا خاصہ ذریعہ مانا جاتا ہے پھر باب الاجارہ یا باب الخیارات میں پڑھتے ہیں ہم، خیارات کی جدید تطبیقات کیا ہوسکتی ہیں خیارات کے بعد آج کل اختیارات کا بھی ایک وہ ہے اب آپ سوچیں گے کہ اختیارات کیا چیز ہوتے ہیں ہوسکتا ہے کچھ لوگ جانتے ہیں لیکن اس کو انگریزی میں آپشن (Option) کہتے ہیں اس کی بڑی پیچیدہ سی شکلیں ہیں جس کو مختصر لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے لیکن بہر حال اس کو سمجھنا چاہئے یہ آپشنز (Options) کیا چیز ہوتے ہیں اس کا ترجمہ ہم اختیارات کر سکتے ہیں خیارات تو ہم جانتے ہیں فقہ میں ہم نے بہت پڑھے ہیں خیار عیب وغیرہ لیکن یہ اختیارات اس کے بعد ایک اور چیز ہے پھر باب الاجارہ ہے اس کی جدید شکلیں کیا چیز ہیں اجارہ تسویلی اجارہ تمہیلی پھر اجارہ منتہیہ بالتملیک یہ کہاں تک صحیح ہے کیا اس کا حکم ہے اور رہن رہن چھوٹے قبضوں کی رہن آج کل بہت چلتا ہے، مائیکرو فائنانس (Micro finance) ہوسکتا ہے کہ (Micro finance) بہت سے لوگوں کو سمجھ میں نہ آیا ہو مائیکرو فائنانس یہ چھوٹے چھوٹے قرضے چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے اس میں استدلال کی بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ چھوٹے کاروبار کے لئے بھی ہوتے ہیں اسے مائیکرو فائنانس کہتے ہیں اس کے لئے اس میں رہن اچھی خاصی بنیاد بن سکتی ہے پھر رہن عقاری کے معاملات ہیں آج کل جو مالی بحران چل رہا ہے جو اس کی شروعات اسی زمرہ کار سے ہوئی تھی۔ انگلینڈ، امریکہ اور مغربی ممالک میں یہ رواج ہے کہ وہ گھروں کو خریدنے کے لئے قرضے دیتے ہیں اور وہ گھروں کو گروی رکھ لیتے ہیں اور اس طریقہ سے کئی شکلیں ہیں لیکن میں باقی شکلیں بیان نہیں کروں گا پھر زکوۃ کے سلسلہ میں بھی طرح طرح کے نئے نئے مسائل آتے ہیں ان سے بھی واقف ہونا چاہئے، کمپنیوں کے حصص پر زکوۃ، آمدنی کے نئے نئے طریقہ پیدا ہو رہے ہیں اس پر زکوۃ کا کیا حکم ہونا چاہئے اس پر کیا شرح لگنی چاہئے زکوۃ کے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زکوۃ

کی تحصیل اور زکوۃ کی تقسیم میں کافی زمانی فرق ہوتا ہے اس مدت میں ایسا ہوسکتا ہے کہ زکوۃ کو کسی کام میں استعمال کرسکیں اور یہ کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے اور کہاں تک صحیح نہیں ہوگا پھر باب الوقف ہے اور ابواب البیوع ہیں اب مطلب اس طریقہ کی بہت سی چیزیں ہیں گارنٹی ہے اور وکالہ، تکافل وغیرہ کے استعمال یہ سب چیزیں ہیں جو ہمیں طلباء کو ان ابواب کے پڑھانے کے بعد طلباء کو بتانا چاہئے کہ ان کے ہم عصر استعمال میں کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں اس کے لئے آخر میں کچھ مراجع کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ سب چیزیں میں نے صرف مثال کے طور پر بیان کی ہیں دوسرے مرحلہ کی چیز جس کو میں (Spelization) یا تخصص کا مرحلہ کہوں گا یہ مرحلہ یعنی مدارس کی تعلیم کے بعد شروع ہونا چاہئے، یہ ایک سال کا بھی ہوسکتا ہے اور دو سال کا بھی ہوسکتا ہے جیسے ندوۃ العلماء میں مثلاً تخصص فی الادب ہے ویسے ہی تخصص فی المالیہ الاسلامیہ کرسکتے ہیں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مدرسہ میں اس کو شروع کیا جائے کچھ خاص مدرسے اس کورس کو شروع کرسکتے ہیں دیوبند کا تخصص عام طور سے حدیث سمجھا جاتا ہے جن لوگوں کو حدیث میں زیادہ وسعت نظر پیدا کرنی ہوتی ہے وہ وہاں جاتے ہیں اس طریقہ سے تخصص فی المالیات الاسلامیہ اس کا تخصص بھی ہونا چاہئے اور ضروری نہیں ہے کہ ہر مدرسہ میں یہ چیز ایسی ہوسکتی ہے کہ کچھ مدارس شروع کریں اور جن کو اس سے دلچسپی ہو تو وہ اس میں جائیں دھیرے دھیرے اگر ضرورت محسوس ہو اور مدرسہ میں وسائل مہیا ہوں تو دوسرے مدرسوں میں بھی یہ پروگرام شروع ہوسکتا ہے یہ چیز ہوسکتی ہے یہ مرحلہ کم سے کم ایک سال کا ہو یا مناسب ہوگا کہ دو سال کا ہو اس مرحلہ میں اور اگر یہ دو سال کا ہو تو اور اس سے ملتے جلتے مضامین داخل کرسکتے ہیں مثلاً اس میں اکنامکس (Economics) کا بھی ایک پیپر ہو پھر اس کے بعد مقاصد شریعت کا بھی ایک مضمون ہونا چاہئے قواعد مالیہ کا بھی اس میں الگ سے ایک پیپر ہونا چاہئے بینکنگ پر بھی اس میں ایک الگ سے مضمون ہونا چاہئے اور پھر فقه المعاملة المالية کا تو یہ کئی مضامین اس کے ہونے چاہئے اور اسواق المالية الاسلامية کا

بھی ایک پیپر ہونا چاہئے اور پھر اس کے علاوہ جیسا کہ کل بھی ذکر آیا کہ ایک پیپر یا ایک مضمون اس کا بھی ہونا چاہئے کہ عملی تجربہ ہو، کچھ دنوں کے لئے طلباء کو ایک مہینہ یا دو مہینہ یا چند ہفتوں کے لئے طلباء کو بعض مالی اداروں میں بھیجنا چاہئے کہ وہاں جا کر رہیں دیکھیں سمجھیں تا کہ ان کو کچھ بصیرت پیدا ہو اور انہیں عملی تجربہ بھی ہو اور پھر اس کے اپنے تجربہ کے بعد کوئی مقالہ یا مضمون لکھیں اور اس پر ان کو کچھ مارکس ملیں اور کچھ آخری پیپر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زبانی امتحان ہوتا ہے اس کے ذریعہ سے بھی اس طریقہ سے دو سالہ کورس ہوسکتا ہے اور میں نے مثال کے طور پر صرف ایک خاکہ پیش کیا ہے۔

مفتی شعیب *

ہمارے مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر) میں کچھ تجربات کئے گئے ہیں جن کا مختصر بیان کیا جاتا ہے آج سے پندرہ سال پہلے مدرسہ کے ذمہ دار حضرات نے ریاضی اور سائنس کو نصاب تعلیم میں شامل کرنا چاہا جو وقت کی اہم ضرورت تھی پھر شبانہ روز کی محنت کے بعد انہوں نے ایک نصاب مقرر کیا، نصاب مقرر کرنے کے بعد دو پریشانیاں ان کے سامنے آئیں ایک تو اردو میں ریاضی وسائنس کی کتابوں کی فراہمی اور دوسرے اساتذہ کی فراہمی۔ یہ دو مشکلات پیش آئیں اور ایک مشکل یہ بھی پیش آئی کہ نصاب میں کیسے داخل کیا جائے بہر حال ان حضرات نے چونکہ طے کرلیا تھا ذمہ داران نے کہ یہ دو چیزیں داخل کرنی ہیں اور پھر منتہی طلباء کے درجات کے لئے ایک پریڈ (period) معاشیات کا بھی انہوں نے رکھا اور تین پریڈ (Period) سیاسیات کے بھی انہوں نے رکھے یہ بھی نصاب میں شامل کیا اور مہاراشٹر میں بھی ریاضی سائنس کا کورس اردو میں مرتب کیا گیا ہے وہاں سے بھی کتابیں حاصل کی گئیں۔ معاشیات کی کتابیں بھی حاصل کی گئیں سیاسیات پر کتابیں موجود نہ تھیں اس لئے بعض اساتذہ کے ذریعہ اس کمی کو پورا کیا گیا، بہر حال

* مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (اعظم گڑھ)۔

پندرہ سال پہلے اس کو نافذ کر دیا گیا، اور ایک پریڈ (Period) ہر سال رکھے گئے عربی اول سے لے کر عربی ششم تک، کوشش یہ کی گئی کہ ریاضی اور سائنس ہائی اسکول تک کی ہو جائے اور ظاہر ہے کہ چھ سال سے کم مدت چاہئے تھی عربی اول سے عربی ششم تک رکھا ایک ایک پریڈ (Period) ایک انگریزی ایک ریاضی ایک سائنس سال، تیسرا شروع ہوا اب استاذ جو فراہم کئے گئے وہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے تھے، دینی مدارس کے فرد نہیں تھے کہ وہ ان کے مزاج سے ہم آہنگ ہوتے کچھ دن کام کیا اور چلے گئے اب پریشانی یہ تھی کہ کوئی استاذ جاتا تو ریاضی کا گھنٹہ خالی، سائنس کا گھنٹہ خالی، طلبا شور کرتے وہ ایک ہنگامہ ہوتا، یہ سلسلہ ایک سال دو سال نہیں بلکہ پندرہ سال تک اسی طرح چلتا رہا، آج سے قریب پانچ سات سال پہلے مدرسہ نے اس دشواری پر قابو پا لیا، اساتذہ فراہم ہو گئے نصاب بھی مکمل ہو گیا اور تعلیمی سلسلہ بہت سکون سے اطمینان سے چلنے لگا لیکن مسئلہ یہ پیش آیا نصاب میں تو داخل کر دیا گیا لیکن نصاب اتنا بوجھل ہو گیا کہ عربی کتابوں کے لئے اوقات کم ہو گئے تو مدت تعلیم کا اضافہ کیا پہلے عربی ہفتم میں وہ فضیلت کی سند دیتے تھے، انہوں نے عربی ہفتم کی بجائے عربی ہشتم کر دیا تا کہ جو دینی کتابیں قرآن مجید کی ترجمہ وتفسیر وہاں کے خاص انداز سے پڑھائی جاتی ہے یا اسی طرح فقہ کی کتابیں یا اسی طرح اور جو فرائض کی کتابیں مضامین رہ جاتے تھے اسی طرح فقہ کی کتابیں یا اسی طرح اور جو فرائض کی کتابیں مضامین رہ جاتے تھے ان کو انہوں نے ایک سال اضافہ کر کے اس کمی کو پورا کیا اور پھر یہ سلسلہ چلا آٹھ سال میں اس تعلیم کو مکمل کیا اور ریاضی سائنس کی تعلیم وہاں ہو رہی ہے عربی ششم تک اور تقریباً وہ نصاب ہائی اسکول کا ہے اور اساتذہ بھی اس وقت موجود ہیں سیاسیات کی تعلیم وہاں تقریباً مکمل ہوتی ہے تین پریڈ (Period) ہفتہ میں ہوتے ہیں سیاسیات کے اور وہاں استاذ موجود ہیں **مولانا** سفیان اصلاحی یہیں جامعہ ملیہ کے فارغ ہیں اصلاحی بھی ہیں وہ اس کو پڑھاتے ہیں، معاشیات کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا تھا وہاں، لیکن اساتذہ کی فراہمی اہم مسئلہ ہے۔

اس لئے کہ جو استاذ معاشیات میں ماہر ہوگا وہ معاشیات پڑھائے گا یا تو وہ انگریزی پڑھا سکتا ہے اب انگریزی ایک دو گھنٹے پڑھا دے یا معاشیات پڑھا دے ایک دو گھنٹے یا ہفتہ میں دو تین دن، اس کے لئے مدارس ایک خطیر رقم اس کی تنخواہ کے لئے مختص نہیں کر پائیں گے۔ مسئلہ مالی وسائل کا ہے لیکن بہر حال یہ اندازہ ہوا ان مضامین کے بڑھانے کے لئے ہمارے نصاب میں اگر کوشش کی جائے تو گنجائش نکل سکتی ہے میں نے اپنے علاقے کے بعض مدارس کو دیکھا ہے جو درس نظامی کے ہی ہیں ہمارا مدرسہ تو ندوہ کی طرز کا ہے ادب جدید تو ندوہ میں ہے اور عربی ادب قدیم تو مدرسۃ الاصلاح میں ہی ہے اسی لئے کہ بقول مولانا فراہیؒ قرآن کی تعلیم کے لئے وہ زبان اور ادب چاہئے جو امرؤ القیس کا ادب تھا زبان تھی اس لئے کہ قرآن ادب قدیم میں اترا ہے جدید میں نہیں، بہر حال ایک نقطہ نظر ہے ان کا، مدرسہ میں اس تعلیم کو شروع کیا نصاب میں اضافہ کیا، مدت تعلیم میں اضافہ کیا اور تعلیم شروع ہوگئی تو اسی طرح ہمارے علاقہ کے دوسرے اداروں نے انگریزی کی ضرورت محسوس کی اب ہر ادارے میں ایک پریڈ (Period) عربی درجات میں انگریزی کا ہے بہت سارے اداروں میں، جس طرح انگریزی کا ایک پریڈ (Period) ہے ہفتہ میں روزانہ، اگر اساتذہ بعض مضامین کو کم کر کے وہاں کے ذمہ دار حضرات تعلیم و تربیت کے ذمہ دار حضرات صدور و نظماء مدارس بیٹھ کر غور کریں کہ اگر معاشیات جو وقت کی اہم ضرورت ہے بنیادی ضرورت ہے بیٹھ کر طے کر لیں ایک پریڈ (Period) ہفتہ میں یا دو پریڈ یا تین پریڈ، اگر ہفتہ میں ایک پریڈ عربی سوم سے سوم چہارم پنجم جہاں سے فقہ شروع ہوتی ہے، قدوری شروع ہوتی ہے، ہدایہ شروع ہوتی ہے، وہاں سے یہ سلسلہ بھی شروع کر دیں اور دونوں کو موازنہ کر کے ایسے اساتذہ فراہم ہوں دونوں کو معائنہ کر کے جدید اکنامکس اور ساتھ ہی ساتھ قدیم فقہ کے مسائل دونوں کو مربوط شکل کر کے پیش کر دیں تو پھر دونوں سے طلباء کو واقفیت رہے گی اور مستقبل میں یہ چیزیں کارآمد ہوں گی اور وقت کی ضرورت پوری ہوگی۔

مولانا عبداللہ معروفی ٭

مدارس اسلامیہ میں جوفقہ کا موضوع ہے اس میں فقہ المعاملات اہمیت رکھتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں یہ معاشیات کی تعلیم کہ پورے طور پر دی جاتی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ جو نئے معاملات ہیں بینکنگ کے اور نئے زمانہ کے تغیر کی وجہ سے جو نئی اصطلاحات ہیں ان اصطلاحات کو اس پر منطبق کیا جائے، محترم ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی نے جو خاکہ پیش کیا ہے بہت عمدہ اور بہت جامع خاکہ ہے یقیناً یہ قابل غور بھی ہے تجویز ساز کمیٹی اس پر غور بھی کرے یہ بہت رہنما خاکہ ہے اس سلسلہ میں مولانا عتیق احمد بستوی نے فرمایا کہ قدوری یا ہدایہ کی جماعت میں یہ کام کیا جائے یہ قدوری کی جماعت میں تو درجہ سوم یا چہارم کے طلباء ہوتے ہیں ان کی صلاحیت بہت محدود ہوتی ہے ان کی سطح بھی بہت پست ہوتی ہے ہاں ہدایہ آخرین جس میں خاص طور سے معاملات بیوع، اجارات کے معاملات، شفعہ کے معاملات ہوتے ہیں ان میں ان اصطلاحات کے لئے جو باضابطہ کتابچہ جیسا کہ استاذ محترم نے فرمایا تھا کہ پہلے سے ہمیں ایک نصابی کتابچہ مرتب کرنا چاہئے، جس کا اشاریہ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی نے دیا ہے اس کے مطابق پھیلا کر کے تقریباً سو دوسو صفحے کا ایک جامع کتابچہ تیار کیا جائے چاہے وہ عربی زبان میں ہو یا اردو زبان میں ہو۔ بہتر تو یہی ہے کہ وہ اردو زبان میں ہو اور پھر اس کے مطابق اس کی تطبیق یعنی استاذ جو بھی مدرس پڑھا رہے ہیں وہ اپنے طور پر اس باب کو پڑھانے کے بعد یا جتنا وہ سبق ہوا ہے اس سبق کو اتنے حصہ میں جو اصطلاحات آئی ہیں اس کو نئے زمانے کے مطابق بتانے کی کوشش کریں اس کے لئے اگر گھنٹہ میں وقت میں کچھ تنگی محسوس ہوتی ہو تو ذمہ داران مدارس اس میں کچھ وسعت کے لئے بھی کوشش کریں اور اس کی کیا شکل ہوگی بہر حال اس کو مدارس کے ذمہ داران ہی کر سکتے ہیں بہر حال یہ چیزیں ہیں، دوسری عملی چیز یہ تھی عملی تجربہ بھی کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ عملی تجربہ

٭ استاذ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند۔

بھی کرایا جائے ظاہر ہے کہ یہ کام مدارس اسلامیہ کے لئے بہت مشکل کام ہے کیونکہ مدارس کا ایک مطمح نظر ہے اوران کا ایک مقصد ہے اور ان کا جو اصل مقصد ہے وہ اسلامی علوم کے ماہرین تیار کرنا ہے نہ کہ تطبیق، اب تو کام ان کا یہ ہے کہ اصول شرع کی روشنی میں یعنی فقہ اسلامی کی روشنی میں حکم شرعی کی وضاحت کردیں اور لوگوں کو بتادیں کہ اس صورت حال کا حکم شرعی یہ ہوگا باقی پریکٹیکل شکل میں وہ بھی اس کام کو انجام دیں تو ظاہر بات ہے کہ یہ بات مشکل ہوگی نہ یہ ہوسکے گا نہ وہ ہوسکے گا۔

مولا مفتی صادق محی الدین ٭

ہمارے نصاب میں یقیناً معاشیات کے بہت سے موضوعات موجود ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خارج میں کس حد تک ہم اس سے مطابقت پیدا کرسکتے ہیں اور اس کمی کو ہم کس طرح دور کرسکتے ہیں رہے وہ مسائل جو ہم پڑھاتے ہیں جن کی خارج میں کوئی نظیر نہ ہو اور وہ مثالیں ایسے بچوں کے سامنے رکھی جائیں تو ظاہر ہے کہ مضمون کو سمجھنے میں بھی طلباء کو بڑی دقت ہوتی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم چاہے قدوری پڑھارہے ہوں یا ہدایہ پڑھارہے ہوں اس کے ساتھ ساتھ موجودہ حالات میں موجودہ زمانے میں جو تغیرات اور تبدیلیاں آئی ہیں اس سے مطابقت ہمارے درس میں پیدا کی جائے تو اس سے افادیت بھی ہوگی اور طلباء کے سمجھنے میں بڑی آسانی ہوگی اور ان پر مسائل رکھیں گے بھی اس لئے ہم کو غور کرنا چاہئے کہ ہم تبدیلی کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں اور جب ہمارے طلباء اس نہج پر اگر تیار ہوتے رہیں گے تو ظاہر ہے کہ جیسے ہمارے پاس کے طلباء جب فاضل تک پہنچتے ہیں تو تخصص کے لئے اپنے مزاج کے مطابق مختلف موضوعات منتخب کرتے ہیں ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی طالب علم معاشیات میں خصوصی دلچسپی رکھتا ہے اس کو نصاب کے اندر شروع سے رہنمائی ملتی رہے گی تو ظاہر ہے کہ وہ خود بخود تخصص میں جگہ لینے

٭ مفتی، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

کے لئے کوشش کرے گا اور اس میں اس کو مہارت بھی حاصل ہوگی اور انشاء اللہ ایسے ماہرین ہمارے ملک کوضرور ملیں گے۔

اس سلسلہ میں ہمارے مدارس کو کرنا یہ ہوگا کہ جہاں تخصص کے بہت سے شعبے ہیں تو اس میں ایک اضافہ تخصص کا معاشیات کا بھی کیا جائے ایک بات باربار دہرائی جارہی ہے کہ مالی مشکلات وموانعات درپیش ہوں گے، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے دینی مدارس کی اساس توکل ہے ہم نے کبھی بھی ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا کہ سرمایہ ہمارے پاس موجود ہو اور ہم نے اُس کام کو آگے بڑھایا ہو جتنے دینی مدارس ہیں وہ سب کے سب توکل کی اساس پر چلتے ہیں۔ ہوتا کچھ بھی نہیں ہے لیکن بہت بڑا پروگرام ان کے سامنے رہتا ہے اور اللہ تعالی اس کے لئے انتظام فرماتے ہیں۔ اگر ہم ارادہ کریں تو اس سلسلہ میں تو ظاہر ہے انشاء اللہ ہمارے ساتھ اللہ کی مدد ونصرت ہمارے شامل حال ہوگی۔ کوئی نہ کوئی ادارہ اس سلسلہ میں معاون ہوگا۔ راستے خود بخود کھلیں گے شرط صرف یہ ہے کہ ہم قدم آگے بڑھائیں اللہ کی نصرت ہماری مددگار ہوگی اور پھر ایک دو باتیں انتہائی اہم یہاں پر عرض کرنے کی یہ بھی ہیں جیسے ہم یہ سمجھ لیں کہ معاشیات ہمارے نصاب کا جز ہے اور ہمیں امت کو بتانا ہے کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے اور مالیہ کا تعلق اس سے بہت جڑا ہوا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے جہاں پانچ باتیں ارشاد فرمائیں ہیں کہ لا تزال قدما ابن آدم یوم القیامة حتی......خمس اس میں ہے کہ من ماله من آین اکتسب فیما أنفق یعنی مال کے بارے میں اللہ سبحانہ کے پاس دوطرح کے سوال ہوں گے ایک یہ کہ مال تم نے کہاں سے کمایا اور کس راستہ میں تم نے خرچ کیا ان دونوں سلسلوں میں بھی رہنما خطوط پیش کرنا علماء کی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری سے ہم فرار اختیار نہیں کرسکتے۔ ایک آخری تجویز بھی ہے کہ ہم فوری طور پر چند سالوں کے اندر ایسے ماہرین پیش نہ کرسکیں گے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ شروع سے یہ چیز اگر داخل نصاب نہیں ہوگی اور عملی تطبیق جو موجودہ خارجی صورتوں سے روشناس نہیں کرائیں گے

تو تخصص میں جگہ لینے کی بجے کوشش نہیں کریں گے اس لئے کہ ان کے دلچسپی پیدا ہی نہیں ہوگی اس کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کے لئے الگ سے ادارے قائم کئے جائیں اس کے مسلمان ماہرین، ملت کا درد رکھنے والے اصحاب سر جوڑ کر بیٹھیں، معاشیاتی نظام کو شروع سے آخر تک پڑھائیں اور پھر موجودہ معاشیات کی تعلیم دیں اور پھر ہمارے فضلاء کی خدمات حاصل کی جائیں کہ مذہبی نقطۂ نظر سے ہم کیا رہبری و رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ان طلباء کی اور جو کچھ وہ جدید ماہرین سے وہ حاصل کر چکے ہیں اس میں کہاں کہاں اسلامی نقطۂ نظر سے خرابی ہے اس خرابی کا ازالہ ان کی تدریس سے اور ان کے توسیعی لیکچرز کے ذریعہ سے ممکن ہو سکے گا۔

مولانا زبیر احمد قاسمی

مرزا غالب کی روح سے معذرت کے ساتھ

اب ہمیں ثقل سماعت نے نکما کردیا ورنہ
ہم بھی آدمی تھے کام کے

مدارس اسلامیہ میں فرق مراتب کے ساتھ اسلامی مالیات کی تعلیم ہوتی آئی ہے ہورہی ہے اور ہوتی رہے گی، اقتصادی تعلیم مالیات، اقتصادی علم کی تعلیم ہوتی رہی ہے ہورہی ہے ہوتی رہے گی انشاء اللہ۔ تو ضرورت اس موضوع پر گفتگو کرنے کی نہیں ہے کہ مدارس اسلامیہ میں اسلامی مالیات و اسلامی اقتصادیات کی تعلیم کا اجراء ہو یہ تو جاری ہے عرصہ سے جاری ہے، ہاں تعلیم ہے مگر تکمیل نہیں ہے تو ضرورت ہے تکمیل کی نہ کہ تعلیم کی، تعلیم تو ہو ہی رہی ہے اور تکمیل کا کام آپ سارے مدارس اسلامیہ سے نہیں لے سکتے ہیں نہ مدارس اسلامیہ کے سارے طلباء سے لے سکتے ہیں اس کے اندر مدارس کا بھی انتخاب کرنا ہوگا جو بڑے مدارس ہیں ان مدارس کے اندر بھی سارے طلباء سے یہ کام آپ نہیں لے سکتے ہیں طلباء میں بھی انتخاب ہو اور کرنا ہوگا اور مدارس کے اندر بھی انتخاب کرنا ہو اور ایسے باشعور ایسے ذہین اور ایسے بافہم بچوں کو منتخب کرنا ہوگا جس کے

اندر تقابلی مطالعہ کی صلاحیت ہو، جس کا ذہن اخاذ ہو۔

اس عصر حاضر کے موجودہ مالیاتی ادارے چل رہے ہیں اسلامی غیر اسلامی یا نیم اسلامی جتنے بھی مالیاتی اقتصادی ادارے ہیں تنظیمیں ہیں ان کے اصول ہیں ان کے ضوابط ہیں ان کے لائحۂ عمل میں سب کی روشنی ان کو بخشنی ہوگی دینی ہوگی اب اس روشنی کے اندر ان کو لائق بنایا جائے گا اس معیار پر لایا جائے گا ظاہر بات ہے کہ یہ صرف تعلیم نری تعلیم یہ تعمیر کے میدان میں اتنی مفید نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس کا ریہرسل نہ ہو، مشق وتمرین نہ ہو، جس کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ عملی تجربہ نہ ہو تو عملی تجربہ کی یہی صورت میرے ذہن میں ہے۔اس کی آرزو کررہا ہوں آید نہ آید آرزو می کند، سارے مدارس جو ہمارے سامنے ہیں ان میں سے بعض مدارس کا انتخاب کیا جائے اور پھر ان اہل مدارس اور ذمہ داران مدارس سے یہ گذارش کی جائے کہ آپ ان طلباء کے اندر ان منتخب افراد کو چن کر کے ہمارے سامنے پیش کریں تا کہ ہم ان کی صلاحیت کو ایک رخ پر لا کر کے اس کو تقابلی مطالعہ کے ذریعہ اس دور حاضر کے اندر چلتے ہوئے جو مالیاتی ادارے ہیں چاہے اسلامی ہو یا غیر اسلامی ہو چاہے وہ نیم اسلامی ہو ان کے اصول وضوابط اور لائحۂ عمل کی روشنی میں وہ ایک عملی تجربہ کے دور سے گذر جائیں ظاہر بات ہے کہ اس کام کے لئے مستقل ایک ادارہ چاہئے ایک تنظیم چاہئے جس کے ذمہ یہ بات سونپی جائے چاہے اس طرح کا کوئی ادارہ قائم کیا جائے یہی میری گذارش ہے یہی میری آرزو ہے اور میں چاہوں گا کہ آپ حضرات اس سلسلہ میں نشستن گفتن برخاستن پر ہی عمل نہ کریں بلکہ کچھ کر گزریں کچھ کر جائیں ایک تجویز ایک خاکہ، ایک لائحۂ عمل پیش کر کے جائیں۔

مفتی جنید عالم قاسمی ٭

میں کل سے سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم تجویز پاس کریں کہ علم اقتصادیات کی تعلیم مدارس

٭ امارت شرعیہ، بہار واڑیسہ، پھلواری شریف۔

میں ہوتو اہل مدارس اس کو قبول کریں گے یا نہیں، اگر قبول کریں تو، ان کے ساتھ کیا مشکلات وپریشانیاں ہوں گی، کل سے سوچنے کے بعد اب تک میرا ذہن یہ فیصلہ نہیں کرسکا ہے کہ اہل مدارس قبول کریں گے یا نہیں کریں گے اس لئے کہ ان کے سامنے کوئی ایسا نمونہ موجود نہیں ہے کوئی ایسا مدرسہ کہ جس میں عالمیت اور فضیلت کے نصاب میں اس علم کو داخل کیا گیا ہو اور اس میں کامیاب ہو جب تک ان کے سامنے کوئی نمونہ نہ ہو اس وقت تک اس کے حلق سے شاید یہ بات اترے، حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ نے جب امارت شرعیہ فی الہند اور امیر شریعت فی الہند کا تصور پیش کیا تو کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اب امارت شرعیہ کی شکل میں نمونہ موجود ہے تو اب اس کی روشنی میں قبول کرتے چلے جا رہے ہیں، اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہوگی جیسا کہ پہلے بھی اس سلسلہ میں بات آگئی ہے کہ کسی ایک ادارہ میں، خاص کر دو تین بڑے ادارے ہیں مثلاً دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم، ندوہ وغیرہ ان مدارس سے بات کر کے اگر اس کام کو شروع کیا جائے اور اس میں کامیابی مل جائے تو بغیر ہماری محنت اور کوشش کے انشاء اللہ اہل مدارس قبول کریں گے اور اس علم کو بھی اپنے نصاب میں شامل کریں گے، دوسری پریشانی ان کے سامنے یہ ہے کہ جیسا کہ بات آگئی کہ ہمارے مدارس میں بھی اس علم کی تعلیم ہوتی ہے، تعلیم دی جاتی ہے، اب ہم جس کا مطالبہ کررہے ہیں وہ کون سا علم ہے اس سلسلہ میں ان کے سامنے کوئی کتاب موجود نہیں ہے جس کو دیکھ کر وہ فیصلہ کرسکیں کہ مدارس میں بھی یہ علم آنا چاہئے اور نصاب میں شامل ہونا چاہئے اس سلسلہ میں میری تجویز یہ ہے کہ کوئی آسان اور واضح کتاب لکھی جائے، وہ صاحب کتاب لکھیں جو مدارس کی زبان سے واقف ہوں، چھوٹے چھوٹے الفاظ میں چھوٹے چھوٹے جملوں میں سمجھانے کے انداز میں بات لکھ سکیں۔ مجھے یاد آرہا ہے کہ شاید مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے یا کسی اور صاحب نے کسی موقع پر فرمایا تھا کہ مولانا منظور نعمانی صاحبؒ جب کتاب لکھتے تھے تو ان کی دو بیویاں تھیں ایک دیہات کی جب کوئی بھی مضمون یا کتاب لکھتے تھے تو

دیہات کی بیوی کو پڑھ کر سناتے اور اس سے پوچھتے کہ یہ لفظ سمجھ میں آیا کہ نہیں آیا اگر کہتی کہ سمجھ میں آگیا تو آگے بڑھتے اور اگر کہتی کہ سمجھ میں نہیں آیا تو پھر اس کو بدلتے اور دوسرے لفظ کو لا کر پڑھتے اور پوچھتے کہ اب سمجھ میں آیا کہ نہیں آیا، تو اس طریقہ سے جو کتاب لکھیں تو یہ سمجھ کر کہ مدارس کے طلباء اور اساتذہ اس لفظ کو سمجھ سکیں گے یا نہیں سمجھ سکیں گے، اس کو سامنے رکھ کر کے کتاب لکھی جائے تو اس کو لوگ پڑھیں گے تو اپنے نصاب میں اس کو شامل کرنے پر غور کر سکتے ہیں ایسی کتاب لکھی جائے کہ چند صفحات پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ اس علم کی اہمیت ہے اس علم کو شامل کرنا چاہئے، کیا یہ علم ہے، کیا اس کی تعریف ہے، کیا اس کے اصول ضوابط ہیں، کیا مسائل ہیں، سمجھ میں نہ آوے تو ظاہر ہے کہ اس کتاب کو شامل نہیں کر سکتے، تیسری بات یہ ہے کہ ان کے پاس اساتذہ نہیں ہیں جو ان کو پڑھا سکیں پریشانیاں ہیں، اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ اکیڈمی کی طرف سے یا دیگر جو ادارے ہیں ان کی طرف سے مختلف صوبوں میں کسی مرکزی جگہ کا انتخاب کر کے پہلے سے وقت متعین کر کے آس پاس کے مدارس کے اساتذہ کو جمع کر کے ان کی تربیت دی جائے اور ان کو بتایا جائے کہ اس طریقہ سے تعلیم دی جا سکتی ہے، ہمارے سامنے بہار میں جو مدارس ہیں جو نصاب ہیں وہ دو طرح کے نصاب ہیں، ایک بورڈ مدارس کا جو نصاب ہے وہ دینی علوم اور عصری علوم کو سامنے رکھ کر کے متعین کیا گیا ہے اس نصاب سے کیا فائدہ ہے ہمارے موجودہ امیر شریعت فرمایا کرتے ہیں کہ اس نصاب کو پڑھنے والے نہ مولوی ہی ہوتے ہیں نہ مسٹر ہی ہوتے ہیں، دوسرا نصاب ہمارے سامنے جو ہے دینی مدارس میں چل رہا ہے، امارت شرعیہ کی نگرانی میں دس سال پہلے ایک ادارہ قائم ہوا دارالعلوم الاسلامیہ ایک صاحب خیر نے ساڑھے تین ایکڑ سے زیادہ زمین دے دی اور دس سال کی مدت میں الحمدللہ مشکوٰۃ شریف تک بہت معیاری تعلیم ہو رہی ہے، وہاں ماہانہ مقدار خواندگی متعین ہے، رجسٹر پر لکھتے ہیں اساتذہ کی ماہانہ ٹریننگ ہوتی ہے، اس میٹنگ میں غور کرتے ہیں کہ نصاب کہاں تک مکمل ہوا۔ کیا کمی ہے

کیا خامی ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بار بار یہ بات اساتذہ کی طرف سے آتی ہے کہ کیا یہ نصاب بوجھل ہوگا یا نہیں ہوگا، مدارس میں اب اس زمانے میں عصری علوم کو جیسے انگریزی تعلیم ہے ہندی ہے حساب ہے شامل کیا گیا ہے کتنی دل چسپی سے طلباء پڑھتے ہیں وہ ہمارے اور آپ کے سامنے ہے، میں پڑھنے کے زمانے میں ایک ادارہ میں پڑھ رہا تھا انگلش کے جو ٹیچر تھے ماسٹر صاحب تھے کہ میں جانتا ہوں کہ یہاں پر انگلش کی حیثیت وہی ہے جیسے گیہوں کے کھیت میں سرسوں کی حیثیت ہے، وہی کہتے تھے تو طلباء کیا پڑھیں گے کبھی فیل بھی ہوتے تھے کبھی پاس بھی ہوتے ہیں، یہ مسئلہ تھا تو اب یہ ہے کہ اس علم کو بھی شامل کیا جائے کہ کتنی دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے، یہ ہم اور آپ غور کرسکتے ہیں ایک بات مولانا عبدالعظیم نے جو کہی اصطلاحات کی ان اصطلاحات کو اگر آسان زبان میں مرتب کردیا جائے اور ہدایہ کے ساتھ اس کو شامل کرلیا جائے، ہدایہ کے اساتذہ اس کی رہنمائی بھی کریں تو یہ بہتر ہے جیسا کہ تخصصات کے لئے بات آئی ہے وہ فضیلت کے بعد خاص خاص مدارس میں جہاں فضیلت کے بعد تخصصات وتکمیل کی تعلیم ہوتی ہے وہاں کوشش کرکے اس کو بھی شامل کرلیا جائے تو یہ بہتر ہوگا۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی ٭

اس بات کا تو سب کو اعتراف ہے اور اگر کسی کو پس وپیش ہے تو اعتراف کرنا چاہئے کہ مدارس عربیہ کا وجود پورے ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم نعمت ہے ان اداروں سے وابستہ حضرات نے ہمیشہ وقت کے چیلنجوں کا جواب دیا اور یہیں کے بوریا نشیں علماء نے جدید مسائل حل کئے ہیں، پہلے زمانے میں جب اللہ تبارک وتعالی کو کام لینا تھا تو اللہ نے امام نوویؒ کو پیدا کیا، امام طحاوی کو پیدا کیا، پھر بعد میں حالات کے اعتبار سے اللہ تبارک وتعالی نے مختلف حضرات علماء کو پیدا کیا۔ ان لوگوں نے دین کی خدمات انجام دیں۔ بعد میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

٭ استاذ، دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد۔

اور شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ۔ ان کے زمانے کے حالات کے اعتبار سے اللہ نے ان سے کام لیا لیکن آج کے زمانے کے اعتبار سے جو حضرات اکابر ہیں یہی اپنے زمانے کے امام نوویؒ بھی ہیں اور یہی اپنے زمانے کے شاہ ولی اللہؒ بھی ہیں اور یہی اپنے زمانے کے امام عینیؒ بھی۔ آج حالات نے جتنے بھی مسائل کو جنم دیا ہے، یہ ایسے مسائل نہیں ہیں کہ جن کا حل موجود نہ ہو چنانچہ آج کے دار الافتاء میں سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس مسئلہ کا حل آپ کو ان درسگاہوں کے دار الافتاء میں موجود نہ ملے، تمام حل وہاں موجود ہیں اور ان تمام مسائل میں لوگوں کی رہنمائی کی جاتی ہے یہ جو اسلامی مالیات کی بات چل رہی ہے، اسلامی مالیات کا مسئلہ اگر دینی مدارس میں حل نہ ہوگا تو کہاں ہوگا اور اسلامی مالیات، اقتصادیات کی تعلیم اور ان کے بارے میں اگر مدارس کے حضرات علماء، مفتیان کرام اور فقہی بصیرت رکھنے والے حضرات علماء حل نہیں کریں گے تو کون کریں گے؟ ظاہر سی بات ہے کہ اسلامی مالیات کی مسلسل تعلیم ہوتی آرہی ہے اور مسلسل ہورہی ہے اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جو لوگوں کے سامنے موجود نہ ہو البتہ یہ بات آئی ہے کہ اس میں بعض اصطلاحات بدلی ہیں ہمارے اور ہم سب کے مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی استاذ حدیث دار العلوم دیوبند نے ارشاد فرمایا تھا کہ اصطلاحات بدلی ہیں تعلیم تو وہی ہورہی ہے جو اسلامی مالیات کی تعلیم شروع سے ہورہی ہے، صرف اصطلاحات کا اضافہ ہوا ہے، بس یہی شکلیں بدلی ہوئی ہیں لیکن اس میں اگر یہ کہا جائے کہ نصاب کی تبدیلی تو مجھ کو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ تبدیلی کیا ہوگی؟ نصاب کی تبدیلی کے بجائے یہاں لفظ اضافہ کا استعمال کیا جائے کیونکہ تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ قدوری پڑھائی جارہی ہے اسے چھوڑ دیا جائے یا دوسری کتاب لائی جائے یا دوسرے انداز میں پڑھائی جائے یا پھر ہدایہ ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور دوسری کتاب لائی جائے اس کو بولا جاتا ہے تبدیلی کہ یہ تغیر ہے، اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ بعض وہ چیزیں جو ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں یا اس کو سمجھانے کے لئے یا

لوگوں کو بتانے کے لئے نئے اصطلاحات کے طور پر اس میں تھوڑا اضافہ کردیا جائے یعنی اس کو انگلش کے انداز میں یعنی آج کل بہت سے ممالک ایسے ہیں جن کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے، لیکن آج ان کے نام بدلے ہوئے ہیں ۔لوگ واقف نہیں ہیں تو اس کا تو یہ مطلب نہیں ہے تبدیلی کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے البتہ اضافہ کرسکتے ہیں کہ ہاں یہ جو بخاری شریف تک جو طلباء تعلیم حاصل کررہے ہیں ان طلباء میں بخاری شریف اور دورہ حدیث کا تو مطلب ہی نہیں ہوگا، کیونکہ بخاری شریف اور دورہ حدیث میں تو سونے کے علاوہ جتنے بھی اوقات ہیں تو ان تمام اوقات میں تو کتاب ہی پڑھائی جاتی ہے اس میں کوئی ایسا وقت نہیں ملتا ہے کہ اس میں دوسرے مضامین کی تعلیم ہوسکے جہاں تک بات ہوئی مشکوۃ شریف کی تو مشکوۃ شریف بھی مغرب کے بعد بھی عام طور پر پڑھائی جاتی ہے اور دیگر اور جگہوں میں اور کلاسیس میں چھوٹے چھوٹے کلاسیس اور جماعتوں میں، ظاہر سی بات ہے وہ طلباء جو اس لائق ہیں پنجم ششم میں طلباء جو معاش اور اقتصادیات کی اصطلاحات جو نئے انداز میں آئی ہیں ان کے بارے میں مختصر کتابیں اگر لکھ دی جائیں تو یہ بہتر ہے، ہمارے طلباء تو یعنی سلم اور دیگر عقود میں دلیل علمی، جزء الذین، جزء،صغری اور کبری تو یہ تمام چیزیں وہ سمجھتے ہیں لیکن کیا یہ چھوٹی چھوٹی باتیں یہ نہیں سمجھیں گے کہ جو سارے عالم کی باتیں کرتے ہیں اور منطق کی باتیں معمولی چھوٹے چھوٹے بچے سمجھتے ہیں ظاہر سی بات ہے کہ اصطلاحات ان کے لئے بہت آسان سی بات ہے، اور یہاں کل بھی ایک بات آئی تھی بار بار کہ اس میں تکرار ہے یعنی ہمارے نصاب میں تکرار ہے اسے حذف کرنے کی باتیں میرے خیال سے یہ تکرار عربی اول سے لے کر دورہ حدیث تک کوئی تکرار کہیں معلوم نہیں ہوتی کہ عربی اول سے لے کر عربی چہارم تک تو عربی اول میں یا تو نحو میر پڑھائی جاتی ہے نحو کے اعتبار سے اور صرف میں میزان وغیرہ پڑھائی جاتی ہے تو اس کا نحو میر میں یا میزان میں محض نفس مسئلہ یعنی فعل کیا ہے؟ اسم کیا ہے؟ حرف کیا ہے؟ اس کے آگے چلئے ہدایۃ النحو ہیں تو تھوڑی اس میں تفصیل بتائی

جاتی ہے اس کے اور آگے چلئے تو کافیہ میں یا کہیں شرح شذور الذہب ہیں وغیرہ وغیرہ میں مزید باتیں بتائی جاتی ہیں اس میں کوئی تکرار نہیں بلکہ انسان کے ذہن اور سطح سے بات کی جاتی ہے اسی طرح قدوری میں وہی مسائل ہیں اس کے بعد جو کتاب پڑھائی جاتی ہے یا تو کنز الدقائق اور اس میں تھوڑے دلائل بیان کئے جاتے ہیں اس کے آگے چلئے ہدایہ تو اس میں مزید نکات بیان کئے جاتے ہیں جو بچوں کے ذہنی سطح کے اعتبار سے بہت لازمی جزء ہے اور لازمی عنصر ہے اسے تکرار کا نام نہیں دیا جاسکتا اگر اس کا باضابطہ سب سے بہترین شکل جو میرے ذہن میں بات آئی ہے وہ اس سے پہلے ایک بات آئی تھی کہ مختصر انداز میں یعنی جو آج کے اصطلاحات کے اعتبار سے جو بات سمجھ میں آ گئی ہے یعنی مختلف اصطلاحات، اصطلاحات کے طور پر مختصر انداز میں تاکہ ہدایہ کے ساتھ یا مطالعہ میں ان کے ساتھ بیان کر دی جائے ہمارے مدرسہ دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد میں انگلش عصری تعلیم داخل ہے میں نے وہاں دیکھا ہے، اپنے تجربات کی روشنی میں میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو طلباء جن کے والدین یا تو انگلش سے وابستہ ہیں اسکول و کالجز سے وابستہ ہیں اور انہوں نے زور دیا کہ تم انگلش پڑھو تو میں نے دیکھا کہ عربی کتابوں میں ان کا نتیجہ صفر ہوتا ہے، کیونکہ ان کی مکمل توجہ پڑ گئی ہے اس کی طرف، یعنی مکمل اور اگر وہ طلباء انگلش میں نہیں پڑھتے صرف عربی پڑھتے ہیں تو آخر تک وہ انگلش بولنے پر بھی قادر نہیں ہوتے اس بنا پر اس کے لئے بہتر جگہ اور بہتر وقت ہے فراغت کے بعد جو ہے اس کے مکمل تخصص کا ایک شعبہ کھولا جائے اور اس میں ایک ادارہ ہو جہاں رجال سازی کی جائے اور وہاں سے مختلف مدارس میں مہیا کئے جائیں اور انشاء اللہ اس کے بہتر نتائج مرتب ہوں گے۔

مولانا عبدالباسط ندوی٭

اس وقت امت کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ ضرورت آپ مہیا کریں اور ہمیں اس

٭ المعہد العالی، پھلواری شریف۔

امید پر پورا اترنا چاہئے اس لئے کہ اس امت کے علماء نے امت کی ضرورت کو ہر دور میں پورا کیا ہے اور ہر چیلنج کو قبول کیا ہے اس لئے اس کو ہمیں قبول کرنا چاہئے اور پورا کرنا چاہئے اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جن علوم کو بھی امت کو ضرورت پڑی اور جن چیزوں کی بھی ضرورت پڑی ہے ہمارے اسلام میں اس کو فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے جس طرح عالم بننا، فاضل بننا، مفتی بننا، قاضی بننا فرض کفایہ ہے اسی طرح ڈاکٹر انجینئر، سائنسداں بننا بھی فرض کفایہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی نظیریں ملتی ہیں اور اس کے دلائل بھی ملتے ہیں، میں یہاں یہ عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ نصاب کے تعلق سے جو باتیں ہورہی تھیں تو امت میں ایک تو ضرورت ہے کہ ہم اپنی ضرورت کو پوری کریں اور ایک یہ کہ امت کی ضرورت پوری کریں۔ دونوں میں فرق ہے اپنی ضرورت کی حد تک کہ ہر طالب علم پڑھنے والا مدرسہ میں وہ اپنی ضرورت کی تکمیل کیسے کرسکتا ہے اس کے لئے ایک نصاب اور ایک نصاب ایسا ہو کہ امت کی ضرورت وہ کیسے پوری کرے گا جیسے ہم مفتی پیدا کرتے ہیں محدث اور فقیہ ومفسر ہیں الگ الگ پیدا کرتے ہیں اسی طرح ڈاکٹر انجینئر وسائنسداں بھی الگ الگ تخصصات کے مالک ہیں تو دیکھئے اسی طرح ہم اس کو پاجاتے ہیں یہ ایک نہج کہ ہر فرد اپنی ضرورت پوری کرے امت اپنی ضرورت پوری کرے اس کے لئے ہمیں جس طرح اقتصادیات کی ضرورت پیش کی جارہی ہے سیاسیات کی بھی ضرورت ہے سماجیات کی بھی ضرورت ہے انگریزی کی بھی ضرورت ہے تاریخ کی بھی ضرورت ہے حساب کی بھی ضرورت ہے اس سے روزمرہ ہمیں واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ میری ایک رائے ہے کہ اگر ابتدائی درجات سے نرسری سے لے کر میٹرک تک کے جو کورس ہیں اس میں عصری علوم تمام کے تمام شامل ہیں اگر اس کو دینی علوم کے ساتھ مربوط کردیا جائے۔ مکتب کی حد تک یہ چیزیں بعض اداروں میں مربوط ہیں، وہاں تجربے ہورہے ہیں اور بہتر نتائج آرہے ہیں، دینی علوم میں کسی کمی کے بغیر مکتب تک کے نصاب مرتب ہیں جو جاری ہیں۔ بعض اداروں میں اس کو آگے بڑھا کر اگر میٹرک تک کردیا جائے اور اس نصاب

کو شامل کر دیا جائے تو یہ دونوں طبقے بہترین انداز میں پڑھ سکتے ہیں عام طلباء اس سے استفادہ کر سکتے ہیں ان کی اپنی ضروریات پوری ہو سکتی ہے میٹرک کے بعد جو ڈاکٹر انجینئر بننا چاہیں وہ چلے جائیں اگر دینی علوم میں آنا چاہتے ہیں تو اس طرف آجائیں اور اس میں پڑھنے کے بعد اور پھر ماہرین کے لئے تخصصات کے شعبے اس پر گفتگو کی گئی ہے چاہے اس میں اقتصادیات ہو سیاسیات ہو سماجیات ہو یا انگریزی زبان ہو یا جس طرح مفتی افتاء اور قضاء کے شعبے ہوتے ہیں اسی طرح اس کو بھی قائم کیا جائے الگ الگ مدارس اس کے لئے منتخب کئے جاسکتے ہیں۔

دوسری چیز میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ عصری علوم کے دانشوروں سے یہ کہوں گا کہ عصری علوم میں جو چیزیں پڑھائی جاتی ہیں ابتداء سے لے کر انتہاء تک کے خاص طور سے وہ ادارے جو مسلمانوں کے زیر انتظام میں ہے وہاں کا کوئی حصہ بن سکے تا کہ وہ ایک ڈاکٹر بن جاتے ہیں انجینئر بن جاتے ہیں، سائنسداں بن جاتے ہیں، اونچے اونچے عہدوں پر بھی پہنچ جاتے ہیں لیکن دین میں استقامت نہیں ہو پاتی، یا دین کی وہ صحیح تشریح نہیں کر پاتے، دین کو واضح نہیں کر پاتے اصل مسئلہ دین کے غلبہ کا ہے۔ بنیادی طور پر ہمارے تمام عناصر پر دین کا غلبہ رہے آخرت کی فکر غالب رہے۔ یہ دنیا ضرورت کے لئے ہے اس کو ہم ضرورت کے بطور ہی حاصل کریں اور ضرورت کے بطور اس پر لگائیں تو سماجیات و اقتصادیات سے متعلق جو بھی تعلیم ہو اس میں ہم اس پہلو پر غور کریں ایک ہماری ذاتی ضروریات ہے ہر شخص کی اور دوسرے امت کی پوری ضرورت ہے دونوں پہلوؤں پر اگر ہم غور کریں گے تو انشاء اللہ مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

مولانا مظہر علی مدنی ٭

آج کے دور میں دنیا کو جن معاشی اور اقتصادی مسائل کا سامنا ہے اس سے نجات پانے کے لئے اگر دنیائے انسانیت کی نظریں ہمارے علماء کرام اور اسلامی مدارس کی طرف اٹھتی

٭ استاذ جامعہ فیض عام (مئو)۔

ہیں اور ہمارے علماء سے جو کچھ توقع اور امیدیں لگائے ہوئے ہیں تو یہ ہمارے لئے ایک نیک فال ہے کہ آج بھی ہمارے دین سے اور ہمارے ایمان سے ان کولگاؤ اعتقاد اور وابستگی ہے اور وہ علماء کرام سے معاملات میں رہنمائی اور قیادت چاہتے ہیں۔ یہ خوش آئند بات ہے۔ جہاں تک آج کے موضوع کا مسئلہ ہے ہندوستان کے اسلامی مدارس کے اندر اسلامی مالیات اور اقتصادیات کی تعلیم، اس کے تعلق سے جو باتیں میں عرض کرنا چاہتا تھا بہت حد تک ہمارے احباب نے رکھ دی ہیں۔ پھر بھی بنیادی طور پر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہر تعلیم کے پیچھے ایک فلسفہ ہوتا ہے، ایک مقصد ہوتا ہے، مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم کے پیچھے کیا مقصد اور کیا فلسفہ ہے؟ ہمیں اس کو سامنے رکھنا چاہئے اور پھر اس کے بعد نکتہ درنکتہ اس کو حل کرنا چاہئے میں جہاں تک سمجھتا ہوں ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی کی باتوں میں ان چیزوں کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ ہم دو مقاصد رکھ سکتے ہیں اسلامی مالیات اور اقتصادیات کی تعلیم کے پیچھے ایک تو یہ کہ ان مدارس کے اندر جو طلباء علوم شرعیہ حاصل کر رہے ہیں ان کو موجودہ دور کے معاشی مسائل سے واقفیت ہونی ضروری ہے۔ اس طور پر کہ عصر حاضر کے معاشی مسائل کے متعلق وہ اپنا نقطہ نظر پیش کرسکیں، اپنا موقف پیش کرسکیں، یا مفتی کی حد تک پہنچ چکے ہیں تو فتوی دے سکیں۔ یہ ایک مرحلہ ہے اور دوسرا مرحلہ وہ وقت کی ضرورت کے لحاظ سے معاشی ماہرین کا پیدا کرنا ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ اس مرحلہ اور اس مقصد کی توقع صرف اسلامی مدارس سے کرنا یہ ذرا مدارس کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ جہاں تک پہلا مرحلہ ہے کہ مدارس کے اندر پڑھنے والے طلباء جدید معاشی مسائل سے واقف اور آگاہ ہوں اس کے تعلق سے باتیں آچکی ہیں کہ ہمارے مدارس کے اندر اسلامی معاشیات اور مالیات کی تعلیم ہوتی ہے اور جیسا کہ کل کی نشست کے اندر محترم جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اشارہ بھی کیا کہ انتہائی دقت نظر کے ساتھ ہمارے فقہاء اور علماء نے ان مسائل پر بحث کی ہے۔ اس لئے وہ مسئلہ موضوع گفتگو نہیں ہے۔ موضوع گفتگو صرف آج کے جو

موجودہ مسائل ہیں جن کی ہم بار بار جدید اصطلاحات سے تعبیر کرتے ہیں، ان موجودہ مسائل کو اسلام کی روشنی میں سمجھنا کیسے ممکن ہو اس پر ہمیں گفتگو کرنی چاہئے۔ اس کے لئے طریقہ کار کیا ہو، ہم کیا طریقہ اپنائیں؟ اس پر گفتگو ہونی چاہئے، ظاہر بات ہے کہ اس کے لئے تجاویز بھی آئیں کہ قدوری اور ہدایہ کے مرحلوں میں ان مسائل پر گفتگو کی جائے لیکن ان مسائل پر گفتگو کو ان کے اساتذہ کریں گے، ظاہر بات ہے کہ اساتذہ کو جب تک ان کی تربیت حاصل نہیں ہوگی ان جدید معاشی مسائل سے واقفیت نہیں ہوگی، وہ درسگاہوں میں طلباء کے سامنے ان مسائل کو کیسے رکھیں گے۔ ایک تجویز میں صرف ان کی تائید کرنا چاہوں گا کہ قدوری وغیرہ کے مرحلہ میں ہم یہ جدید معاشی مسائل کو داخل نہیں کرسکتے اس لئے کہ اس مرحلہ میں تو ہمیں فقہی مسائل سے واقفیت اور پختگی حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جہاں تک جدید مسائل کا تعلق ہے اور اس کی تعلیم وتربیت وہ ہدایہ وغیرہ کے مرحلہ میں ہو اور اسی طریقہ سے وہ اساتذہ کی فراہمی وغیرہ کا مسئلہ آئے گا اس کے تعلق سے مولانا عبد القادر عارفی صاحب جو ایران سے تشریف لائے ہوئے ہیں انہوں نے بہت سی کتابوں کا حوالہ دیا جو اردو میں لکھی جاچکی ہیں ہم ان کتابوں سے استفادہ کرسکتے ہیں لیکن ہر استاذ اتنی طویل اور ضخیم کتابوں کو پڑھنے کی فرصت نہیں پائے گا اس لئے ضرورت ہے کہ ایسی مختصر نصابی کتاب تیار کی جائے جن سے استاذ رہنمائی حاصل کرسکے تاکہ مروجہ کتابیں پڑھائی جاتی رہیں، جو فقہ المعاملات پڑھائے جاتے ہیں ان کو اسی طرح پڑھایا جائے جیسے پڑھایا جاتا ہے صرف ہفتہ کے اندر ایک دن جدید مسائل کے شرعی پہلوؤں کی نصوص کی روشنی میں تشریح کی جائے اور تشریح کے لئے ہم ان کتب کا سہارا لے سکتے ہیں جو اس باب میں تصنیف کی گئی ہوں اور ایک دوسری تجویز آئی کہ علاقہ علاقہ کے اندر اس طریقہ سے منتخب اساتذہ کا ورکشاپ قائم کیا جائے تو اس سے بھی ہم بہت جلد اپنے مقصد کو حاصل کرسکتے ہیں جہاں تک دوسرے مرحلہ کا تعلق ہے اس وقت دنیا میں موجودہ اقتصادی ومعاشی نظام فیل ہورہا

ہے اور ہمیں ضرورت ہے اسلامی ماہرین معاشیات پیدا کرنے کی تو اس کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم مدارس کے اندر یہ کورس ڈپلومہ کا یا نصاب ہم رائج کریں اس کے لئے دیگر ادارے بھی ہیں۔ ہماری یونیورسٹیاں ہیں اور مسلم ادارے ہیں وہ بھی اس جانب پیش قدمی کر سکتے ہیں اور اس تعلق سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ صرف مدارس ہی کافی نہیں ہوں گے اس لئے کہ ہندوستان میں جب معاملات آئیں گے اس کی تطبیق کے اور عملی دنیا میں قدم رکھنے کا مرحلہ درپیش ہوگا تو اگر صرف ہمارے مدارس سے جو ماہرین معاشیات نکلیں گے ان کو انگلش زبان سے کماحقہ واقفیت نہیں ہوگی تو عملی میدان میں فیل ہوجائیں گے، اس لئے ضرورت ہے کہ عصری اداروں اور مدارس کے باہمی تعاون سے اس طریقہ کا کوئی ڈپلومہ کورس تیار کیا جائے جس کے اندر ان جدید مسائل میں مہارت اور واقفیت کے ساتھ ساتھ زبان کا بھی مسئلہ بھی حل ہوجائے تاکہ جب عملی میدان میں آگے بڑھیں تو ہمارے طلباء ماہر معاشیات بن کر نکلیں اور ہم دنیا کو کچھ دے سکیں واقعۃً اس کے لئے ذرا اور زیادہ لمبی کوشش کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں جو عرب ممالک میں مجمع الفقہ الاسلامی ہے چاہے جدہ میں ہوں چاہے مکہ مکرمہ میں ہوں اسی طرح البنک الإسلامی للتنمیة کی عملی پیش رفت سے بھی ہم استفادہ کر سکتے ہیں عربی زبان میں مصر وشام اور عربی کے بہت سے علماء نے اس میدان میں کتابیں لکھی ہیں ہم ان کا خلاصہ اردو زبان میں تیار کر سکتے ہیں اور اسی طرح سے ہمارے ملک میں انگریزی زبان میں جو معاشیات کا ذخیرہ موجود ہے دونوں کے درمیان تطبیق اور مطابقت پیدا کرنے کی کوششیں کی جاسکتی ہیں، تو میرا خیال ہے کہ اگر ہم ان دونوں رخ کو الگ الگ کر کے دیکھیں دونوں ضرورتوں کو الگ الگ کر کے دیکھیں اور دونوں مراحل کو الگ الگ کر کے دیکھیں تو ہمارے مسائل آسان ہوں گے اور ہمیں پیش رفت کرنے میں آسانی ہوگی اور ہم انشاء اللہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے، اللہ رب العزت ہمیں اس کی توفیق دے آمین۔

مولانا کاکا سعید احمد عمری

ہم سب نے کل سے خاص موضوع پر بہت ہی حکیمانہ ومدبرانہ باتیں سنیں ہیں ہمیں کچھ اضافہ کرنا نہیں ہے اب ہم کو صحیح معنی میں اقدام کرنا ہے، اقدام کے سلسلہ میں سوچنا ہے، کسی بھی کام کے کرنے کے سلسلہ میں ہم مفروضات پر نکلیں گے تو کام نہیں ہوگا یقینی طور پر ایک نیا کام ہے اس کے لئے کوئی خاص نمونہ نہیں ہے تو مشکلات تو پیش آئیں گی، مشکلات سے گھبرا کر کام سے رک جانا کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے، ان مشکلات پر قابو پانا ہے اور آپ اس قابل ہیں ان مشکلات کو آسانی کے ساتھ حل کرسکیں۔ ہم اس قابل ہیں کہ مطالعہ کریں اور اس کے ذریعہ ابتداء ہی سے طلباء میں اس ذوق کو پیدا کریں، اصطلاحات کا تعارف کرادینا اقتصادیات کی تعلیم نہیں ہے، یقیناً کتاب البیوع ہمارے پاس ہے اور معاملات کے سلسلہ میں حدیث اور فقہ کی تعلیم میں یہ تمام باتیں آتی ہیں، ان پر بھی اس سلسلہ میں ماہرانہ مشورہ ہم اسی وقت دے سکیں گے جب کہ ہم اس سلسلہ میں مطالعہ کر چکے ہوں، میں خود اپنی مثال پیش کرسکتا ہوں کہ ہمارے جامعہ میں آج سے پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ جب ہدایہ کی تعلیم ہورہی تھی ہمارے استاذ محترم جو کثیر المطالعہ اور خود ایک بڑے تجارتی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس کی وجہ سے وہ باتوں سے واقف تھے اور ان کا مطالعہ بھی تھا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہدایہ آخرین میں جتنے مباحث آئے ساتھ ساتھ انہوں نے جدید اصطلاحات کا تعارف کرایا اسی وقت پر ہمیں اندازہ ہوگیا کہ اس وقت کون کون سی باتیں ہیں کرنسی ہے اپیچ ہے فلاں ہے فلاں ہے بہت سی باتیں ایسی تھیں عام طور سے علماء واقف نہیں ہوتے لیکن ایک استاذ کی محنت سے یہ تمام چیزیں ہمیں حاصل ہوگئیں لیکن ہم ہر استاذ سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے لیکن بہرحال ہمارے استاذ محترم نے اس کا اہتمام کیا اس کو باقاعدہ ایسے ہی نہیں بتایا بلکہ اصطلاحات وغیرہ کا تعارف کرایا موجودہ دور میں اطلاق کی کیا صورت ہے صرف اصطلاحات بتانا کافی نہیں ہے۔ جدید اقتصادیات کا علم چند اصطلاحات

بتانے سے حاصل نہیں ہوگا۔ یہ ایک مستقل ادارہ ہے یہ نظام زندگی ہے۔ اس کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرنا ہو تو تخصص ضروری ہے، لیکن ہر شخص سے ہم تخصص کی توقع نہیں رکھ سکتے لیکن اس کے لئے جو استاذ ہوں گے ان کے لئے تو تخصص ہونا چاہئے اور استاذ کے لئے لازمی ہے کہ وہ انگریزی بھی جانے۔ انگریزی جاننے سے پہلے آپ تخصص کریں گے تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ دوسروں کی زبان سے ان کو دوسرے درجہ کی (سکنڈ ہینڈ) معلومات حاصل ہوں گی پہلے درجہ کی (فرسٹ ہینڈ) معلومات اسی وقت مل سکتی ہیں جبکہ اس کی زبان جو انگریزی ہے وہ جانیں جس طرح ایک عالم دین بغیر عربی کے صحیح معنی میں عالم دین نہیں ہوسکتا اس کی سکنڈ ہینڈ معلومات دوسری زبان سے آئی ہوئی معلومات ہیں وہ صحیح معلومات نہیں ہیں۔ خود وہ اس کی زبان سے ناواقف ہے اسی طرح وہ ہمارے ماہرین اقتصادیات اگر انگریزی کے بغیر ماہر کی حیثیت سے آئیں گے تو وہ صحیح معلومات حاصل نہیں کرسکیں گے اس لئے اس کی پہلی شکل یہ ہے کہ ہم ابتداء ہی سے طلباء کی تعلیم وتربیت میں انتظام تربیت اور طریقہ تعلیم میں ایسی تبدیلی لائیں کہ زندگی کے تمام مسائل میں نئے حالات کے تقاضوں سے اُن کو واقف کرائیں۔ یہ صرف اقتصادیات کی بات نہیں ہے بلکہ سیاسیات ہے اور سماجیات ہے۔ نئے مسائل کھل کر ہمارے طلباء کے سامنے آنے چاہئے تاکہ طلباء کو معلوم ہو ہمارے لئے کیا مسائل ہیں؟ ہمارے لئے کیا کیا چیلنج ہیں؟ ہم انہیں کیسے حل کرسکتے ہیں؟ ابتداء ہی سے اس کا ایک اہتمام ہونا چاہئے۔ چوتھی پانچویں جماعت سے اس کا اہتمام ہو تو بات صحیح شکل میں آسکتی ہے۔ ہم اساتذہ کو چاہئے کہ اپنا خارجی مطالعہ بڑھائیں۔ اب خصوصاً اقتصادیات کا معاملہ ہے شیخ قرضاوی ہیں، مفتی تقی عثمانی ہیں، خود ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی ہیں اور اس قسم کے کئی مصنفین ہیں ان کی کتابوں کا مطالعہ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ کریں اور ادھر اُدھر کا مطالعہ کریں گے تو اس کے ساتھ کوئی ٹھوس معلومات حاصل نہیں کرسکیں گے۔ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ مطالعہ کریں گے تو ہم اس وقت ایک بہت بڑی

خدمت انجام دیں گے۔ اس وقت دنیا سرمایہ دارانہ نظام سے مایوس ہوچکی ہے، اس کا متبادل آپ کو پیش کرنا ہے۔ جدید مدارس کے انگریزی تعلیم یافتہ ہیں دین پسند اصحاب ہیں وہ آپ سے توقع لئے بیٹھے ہیں کہ آپ ان مفسدات سے اُن کو نجات دلائیں تو آپ کو آگے بڑھنا ہے، کچھ ایثار کرنا ہے، کچھ محنت کرنی ہے، مطالعہ کرنا ہے، ایک ٹھوس مطالعہ کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچنا ہے اور دنیا کے اقتصادی نظام کو غیر اسلامی چیزوں سے نجات دلانا ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اگر ہم ایسا کر سکے تو ہم بہت بڑے ثواب کے مستحق ہو جائیں گے۔ اس وقت تک جب کہ ہم دنیا کو سودی نظام سے بچا کر غیر سودی نظام کی طرف لائیں یا کم سے کم ہم مسلمانوں کو اس پر آمادہ کریں۔ میرا تعلق ایک تجارتی گھرانہ سے ہے اور میں خود ایک تاجر ہوں میں جانتا ہوں کہ کتنی مشکلات ہیں۔ قدم قدم پر کیسی مشکلات ہیں صرف سود کا ہی ایک مسئلہ نہیں ہے۔ بہت سے تجارتی مسائل ہیں جس سے ہم ناواقف ہیں۔ وسیع مطالعہ کے باوجود بھی صحیح طور پر واقف نہیں ہیں تو ہم کو چاہئے کہ اس اقتصادی نظام سے، غیر اسلامی اقتصادی نظام سے اور سودی نظام سے ہم امت مسلمہ کو بچائیں۔ بلکہ انسانیت کو بچائیں اور انسانیت اس وقت تو انتظار میں ہے آپ کی طرف سے حل ہونے کی توقع ہے، آپ حل پیش کریں گے تو انشاء اللہ دنیا قبول کرنے کو تیار ہے۔ جیسا کہ آپ نے کل سنا تھا کہ تین سو پچاس بینک ایسے قائم ہو چکے ہیں جن میں اسلامی ونڈو (Window) موجود ہے۔ ابتداءً یہ اسلامی بینک خلیج العربی کے اسلامی ممالک میں شروع ہوئے۔ اسلامی طریقہ بینکنگ شروع ہو چکا ہے اور یورپ میں شروع ہو چکا ہے لیکن قریب کے دو تین سال میں یورپ وامریکہ میں تین سو پچاس بینک ایسے کھل چکے ہیں۔ خود ہندوستانی حکومت سنجیدگی سے اس مسئلہ پر سوچ رہی ہے جو تحقیقاتی کمیشن قائم ہوئی ان کو اس کمیشن کی طرف سے سفارش ہے کہ ایک بہت بڑا طبقہ ہمارا ایسا ہے جو سود کا قائل نہیں ہے اس لئے ان کو بچانے کے لئے ایسے بینک کی اجازت دینی چاہئے جس میں سود کے بغیر کام چلے یہ حکومت کی سرکاری تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ

ہے تو اس لئے ہمیں چاہئے اس طرح اس کے لئے ہم تیار رہیں، اپنے تجار کو آمادہ کریں، اپنے سرمایہ دار طبقہ کو آمادہ کریں، بینک قائم کرنے کے لئے اور سب سے بڑی اہم بات یہ ہے کہ سودی کاروبار سے بچنے کے لئے، فکر ہمیں ہونا چاہئے، ہم سے زیادہ عصر جدید کے علماء، عصر جدید کے فارغین، جو اسلام پسند ہیں ان کو فکر ہے، اس سلسلہ میں ان کی طرف سے کوشش ہو رہی ہے کہ ہماری طرف سے، سود سے بچنے کے لئے جیسی کوشش ہونی چاہئے، جیسے محنت ہونی چاہئے، جیسے منصوبہ بنانا چاہئے یعنی طبقہ علماء کی طرف سے، نہیں ہے اور انگریزی داں طبقہ سے یہ کوشش ہو رہی ہے اور وہ لوگ ہم سے توقع رکھے بیٹھے ہیں ہمیں چاہئے کہ اس توقع کو پورا کریں۔ دنیا کو غیر سودی نظام کی طرف لائیں۔ امت کو غیر سود سے بچائیں اور سود کی لعنت سے سود کے گناہ سے بچائیں تو ہم سب اس ثواب کے مستحق ہو جائیں گے، اور جس وقت یہ ہوگا وہ ٹرننگ پوائنٹ (Turning Point) ہے اس ٹرننگ پوائنٹ سے صحیح طور پر فائدہ اٹھا کر ہم یہ کام کریں گے تو ہم سب اس مجلس میں جتنے لوگ شریک ہیں اس ثواب کے مستحق ہوں گے ہمیں چاہئے کہ وہ ثواب اور آخرت کا ثواب، آخرت کی کامیابی، جنت کو حاصل کرنا، نار جہنم سے بچنا یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ ہم سب کوشش کریں اور یہ محسوس کریں کہ ہم میں ہمارے طریقہ تعلیم میں کچھ کمی ہے اس کمی کو دور کرنا ہے اگر ہم اپنے طریقہ تعلیم پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں تو کوئی کام نہیں چلے گا جس کمی کو لوگوں نے نہیں جانا اس کمی کو ہم دور کرنے کی کوشش کریں۔ ایسی کوشش کے نتیجہ میں انشاء اللہ یہ نتیجہ یہ صورتحال پیدا ہوگی کہ دنیا غیر سودی نظام کی طرف آئے گی ہم کو یہ شرف حاصل ہوگا کہ ہم دنیا کو اس گناہ سے بچائیں۔ یہ بہت بڑا شرف ہے ہم ثواب کے مستحق ہو جائیں گے اس کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے، منصوبہ بنانا چاہئے، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے غلط کاموں سے بچائے، سود کی لعنت سے بچائے، غیر اسلامی اقتصادیات سے بچا کر صحیح نظام زندگی ہمیں عطا فرمائے۔ آمین

چوتھی نشست

انتظامی اور مالی مسائل

صدر: مولانا سید نظام الدین (جنرل سکریٹری، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

ناظم اجلاس: مولانا عتیق احمد بستوی

مولانا صفدر علی ندوی ٭

بعض لوگوں نے کہا کہ اسلامی معیشت یا اسلامی اقتصادیات شروع سے پڑھائی جارہی ہے اس تعلق سے میری ایک گذارش یہ تھی کہ خاص طور سے ڈاکٹر اوصاف احمد، یا ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی سے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ فراغت کے بعد جو دو سال یا چار سال مدارس میں لگائے جائیں بہتر یہ ہے کہ مدرسے کی جو سرٹیفکٹ یونیورسٹی قبول کرتی ہیں عربی کے لئے یا اسلامک اسٹڈیز کے لئے تو اس سے فقہ المعاملات پڑھانے کی بنیاد پر B.Com یا BBA وغیرہ میں داخلے دیئے جاسکیں ٹسٹ کی بنیاد پر، اگر یہ ممکن ہوجائے تو پھر ان بچوں کو کہ وہاں اختصاص کریں اور دو چار سال یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کریں تو پھر اس کے پیچھے دلیل یہ ہے کہ ملازمت جہاں بھی ملتی ہے کہیں بھی جو پرائیوٹ مدرسے ہیں اس کی سرٹیفکٹ کی بنیاد پر کسی ادارے میں ملازمت نہیں ملتی اس کے لئے BA, MA وغیرہ کی سرٹیفکٹ کی بنیاد پر نوکریاں یا ملازمتیں ملتی ہیں خواہ یہ سرٹیفکٹ

٭ رفیق، اسلامک فقہ اکیڈمی، نئی دہلی۔

ملکی ہو یا غیر ملکی ۔ تو میرا یہ کہنا تھا کہ فقہ المعاملات یا ابواب المعاملات جو مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں اور پھر اس کو قبول کرلیا جائے عربی یا اسلامک اسٹڈیز شعبہ کی طرح اور ٹسٹ دلوایا جائے BBAیاB.Com کرنے کے لئے تو اس کی بنیاد پر اس کے کچھ اوقات بچ جائیں گے یہ گذارش کرنی تھی ۔

مولانا مجاہد الاسلام ٭

حضرات گرامی ہمیں جو باتیں پیش کرنی ہیں تقریبا وہ سب باتیں اس سے پہلے آچکی ہیں لیکن کچھ باتیں مزید تجویز کی شکل میں پیش کررہا ہوں، پہلی بات تو یہ کہ عالمیت یا فضیلت سے پہلے ہم اپنے طلبا کو فقہی اصطلاحات کو موجودہ اصطلاحات سے ڈھال کر ان کو پڑھایا جائے، تعارف کی حد تک ان کو بتایا جائے جیسے ہم کتاب البیوع کے شروع کرنے سے پہلے ہم یہ بتادیں موجودہ زمانہ کے لحاظ سے سرمایہ دارانہ نظام جسے راس المالیہ یا اشتراکی نظام جسے **الاشتراک الشیوعیۃ** کا نام دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں بھی ہمارے طلبا کو اس سے واقفیت ہونی چاہئے اور ہمیں واقف کرانا چاہئے دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں یہ بتلانے کے لئے ایسے اساتذہ کی بھی ضرورت پڑے گی جو خود معاشیات کے ماہر ہوں اور ان سے اچھی طرح واقف ہوں اس کے لئے جس طریقہ سے ہم تربیت قضا کے ورک شاپ کا انعقاد کرتے ہیں اسی طرح سے ہمیں اس سلسلہ میں بھی معاشیات و مالیات کے سلسلہ میں بھی ہمیں ورکشاپ یا اسی طرح تربیت کا انتظام کرنا چاہئے اس کے بعد عالمیت اور فضیلت کے بعد جو تخصصات کے کورس ہیں خاص طور پر ہمارے وہ ادارے جو **تخصص فی علوم القرآن یا تخصص فی علوم الحدیث یا تخصص فی الفقہ و الإفتاء** کا انتظام کرتے ہیں ہمیں ان اداروں کے لئے خاص طور پر ہمیں ان سے امیدیں وابستہ ہیں تو اس سلسلہ میں وہ کوئی پیش رفت کرسکتے ہیں ۔ جس طرح سے آج بھی بہت

٭ (شکریہ پورا الجروارہ)۔

سارے شعبے وہ قائم کئے ہوئے ہیں اسی طرح سے ایک شعبہ **تخصص فی الاقتصاد الإسلامی** کے نام سے یا **تخصص فی الشئون الإسلامیۃ** کے نام سے اگر قائم ہوجائے تو یہ انشاء اللہ اس سلسلہ میں ہماری پیش رفت ہوگی۔

ناظم اجلاس

یہ جو پچھلی نشست جس کا موضوع تھا "مدارس میں اسلامی اقتصادیات کی تعلیم اور تعلیمی مسائل" اس سلسلہ میں اظہار خیال مکمل ہوا اور یہ موجودہ نشست جس میں آپ تشریف فرما ہیں اس کا موضوع ہے، "مدارس میں اقتصادیات کی تعلیم انتظامی اور مالی مسائل" اور اس موضوع پر بہت سے حضرات اظہار خیال کرنے کے لئے ماشاء اللہ آپ کے سامنے آئیں گے آپ حضرات اپنا نام بھیج دیں جن کو اظہار خیال کرنا ہے، ایک بات تو یہ آپ کے سامنے آچکی ہے کہ یہ سب مسائل باہم پیوست ہیں تعلیمی مسائل، انتظامی و مالی مسائل، اب تک جو گفتگو ہم کرتے رہے ہیں اور مختلف تجاویز سامنے آتی رہی ہیں ایک بات تو یہ واضح ہوکر سامنے آئی کہ جو ہم اسلامی اقتصادیات کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، مدارس میں کتاب المعاملات کو بیوع وغیرہ کو اس میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ ان ابواب کا استعمال بعینہ یا کچھ تبدیلیوں کے ساتھ اسلامی مالیاتی اداروں میں، اسلامی بینکوں میں جو ہورہا ہے اس کا تعارف بھی طلبا کے سامنے آئے اور ان کی اصطلاحات سے بھی طلبا واقف ہوں، جو اصطلاحات من وعن ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہیں، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی نے ہمیں اصطلاحات کی ایک فہرست عطا کی تھی، اس سلسلہ میں ایک خاص تجویز یہ آئی ہے کہ اسلامی بینک کاری اور اسلامی مالیاتی اداروں میں استعمال ہونے والی نئی اصطلاحات کو ایک رہنما کتاب میں جمع کردیا جائے کہ استاذ متعلقہ باب کو پڑھاتے وقت ان نئی اصطلاحات سے بھی متعارف کرائے طلبا کو کہ قدیم اصطلاحات کا علم بھی رہے اس کے لئے، بہر حال ایک علمی کام کی ضرورت ہے علماء وفقہاء حضرات جن کی واقعی گہری نظر ہے اور جو ان

معاملات سے بھی واقف ہیں اور اسلامی معاشیات کے بعض ماہرین ہیں ان کی کمیٹی ایسی بنائی جائے جو اپنی جد وجہد اور کوشش سے سارے ابواب کا جائزہ لے کر متعلقہ اصطلاحات اور ان کی تشریحات کو مرتب کریں، تو گویا یہ کام تو نصاب میں شامل کرنا کوئی مشکل نہیں اگر ہم نے یہ کام کیا لیکن یہ کام کرنے کی ضرورت ہے اور کام جو کوئی اگر پیش کر دے گا اچھے انداز سے کوئی کمیٹی بن جائے گی تو ہم پیش کر سکتے ہیں کہ یہ چیز تیار موجود ہے اس انداز سے آپ سوچئے اور جہاں تک ان موضوعات پر توسیعی محاضرات کی بات ہے تو اس سے پہلے فقہ اکیڈمی نے اس طرح کے موضوعات پر کچھ محاضرات کا سلسلہ شروع کرایا تھا میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ کو آگے بڑھانا چاہئے ان سب اداروں کی طرف سے اسلامی معاشیات کے موضوع پر یا اسلامی سیاست یا سیاسیات وسماجیات کے عصری موضوعات ہیں جن میں کچھ بنیادی باتیں ہمارے فضلا کو معلوم ہونی چاہئے، کچھ توسیعی خطبات کا نظم اگر بڑے مدارس میں کیا جائے اس کے لئے ہمارے ادارے کچھ نظم کریں تو تعاون ہوگا، اور مدارس کے حضرات اس پروگرام کا استقبال کرتے ہیں تو ماہرین کی فراہمی، مالی مسائل جو بہت سارے ہوتے ہیں کم سے کم مرحلہ میں ضرورت ہوگی کہ کچھ ایسے ہمارے حضرات، اہل خیر اور کچھ مالیاتی ادارے اس پروگرام کو فائنانس کریں اور آگے بڑھیں جب وہ موضوع متعارف ہو جائے گا تو خود بخود ان شاء اللہ یہ بھی مرحلہ آئے گا کہ وہ اس کی افادیت کو سمجھتے ہوئے اپنے طور سے گویا کورسیز میں اور اپنے نظام میں اس کو شامل کریں گے اور ایک بات یہ بھی سامنے آئی کہ اساتذہ کی ٹریننگ جو اساتذہ پڑھاتے ہیں خصوصاً معاملات کے ابواب پڑھاتے ہیں ان کے لئے کوئی ایسا کورس ہونا چاہئے کہ ہم انہیں بتائیں کہ وہ کیسے نئے موضوع کو سمجھ سکیں اور ہم کیسے متعارف کرائیں کہ خود وہ ان اصطلاحات سے واقف ہوں، نئے نظریات سے واقف ہوں، اس کے لئے انہیں اپنے مطالعہ کو وسیع کرنا پڑے گا، مطالعہ میں وسعت پیدا کرنی پڑے گی، میں سمجھتا ہوں کہ بار بار جو زبان کی بات آئی ہے مجھے اپنی معلومات

کی حد تک عربی زبان میں اتنا سارا لٹریچر اسلامی معاشیات و اقتصادیات پر اسلامی مالیاتی اداروں پر اتنی بڑی تعداد میں جو آ چکا ہے اگر ان ہی کو ہم پڑھ لیں غور سے اس کے کسی بڑے حصہ کو تو ہم اس نظام سے واقف ہو سکتے ہیں۔ زبان کا مسئلہ تو ایک الگ مسئلہ ہے، جب آپ بینک میں کام کرنے جائیں گے تو وہاں ان ماہرین کے ساتھ بیٹھنا ہوگا تو وہاں یہ مسئلہ پیش آئے گا لیکن ایک بات میں عرض کردوں جہاں تک اس موضوع کی جو بنیادی چیزیں ہیں۔ جو نظریات ہیں، ان سے واقفیت کے لئے میں نہیں سمجھتا ہوں کہ انگریزی زبان سے واقفیت کے بغیر ہی آدمی اس سے واقف ہو، بہت سی چیزیں آ چکی ہیں عربی میں، خاص طریقہ سے اردو میں بھی کچھ کوششیں ہوئی ہیں، اس سلسلہ میں تو اساتذہ کو ان چیزوں کا مطالعہ کرنا چاہئے اور ٹھیک ہے کہ کمی ہے، اس کمی کو پورا ہونا چاہئے کہ ہمارے درمیان میں ایسے علماء بھی ہوں جو ان موضوعات پر انگریزی میں اظہار خیال بھی کر سکیں، اور ان چیزوں کو سمجھ بھی سکیں لیکن اس پر کام موقوف نہیں ہونا چاہئے اور مطالعہ سے، محنت سے ہمیں اس خلا کو پر کرنا چاہئے۔ جب عبرانی زبان میں سارے علوم کی پوری تعلیم مکمل ہو سکتی ہے، اہل جاپان اہل چین نے سارے علوم کی تعلیم اپنی زبان میں دی ہے، یہ الگ بات ہے کہ موجودہ حالات میں وہاں بھی انگریزی زبان کا غلغلہ ہے اس طرح کی چیزیں وہاں بھی چل رہی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہماری تعلیمی زبان عربی ہونی چاہئے یا اردو ہو۔ ہمیں کوشش کرنا چاہئے کہ علوم جو منتقل ہو اور ان زبانوں کے ذریعہ سے بھی اپنے ان نوجوانوں کو وہ علوم پڑھا سکیں جس سے واقف ہو جائیں، وہ عام اصطلاحات کی بات جہاں تک ہے ان اصطلاحات سے متعارف کرانا کہ یہ اصطلاح نئی زبان میں یہ ہے، اردو میں یہ عربی میں یہ ہے، یہ کوئی بہت مشکل کام نہیں ہے، ہمارے ماہرین ہیں انشاء اللہ اگر تھوڑی محنت کریں گے اور کچھ کوشش اس سلسلہ میں ہوئی بھی ہیں یہ فقہ اکیڈمی نے بھی کوشش کی ہے، اب اس سلسلہ میں جو اظہار خیال کے لئے نام آیا ہے پہلا نام احسان الحق صاحب کا ہے یہ پنجاب نیشنل بینک کے

سابق سینئر منیجر تھے جن کو عملی تجربہ ہے بینکنگ کا اور ماشاء اللہ بڑا اسلامی ذہن ہے بڑا اچھا مطالعہ ہے اسلامیات کا، انشاء اللہ وہ اب آپ کے سامنے بہت سے مفید پہلو رکھیں گے اور بھی جن حضرات کو اظہار خیال کرنا ہو وہ نام پیش کر دیں:

احسان الحق ٭

اسلامی بینک کاری کے معاملہ میں تقی عثمانی صاحب سے ملیشیا میں پوچھا گیا کہ اسلامی بینکنگ میں اسلامی مالیات کے سلسلہ میں کتنی ترقی کی گئی ہے آپ نے کہا کہ بہت ترقی کی اور کچھ بھی ترقی نہیں کی۔ سائل ہکا بکا رہ گیا، پھر آپ نے اس کی وضاحت فرمائی، جہاں تک ان مسائل کا معاملہ تھا جو پانچ سو سال سے دبے پڑے تھے اقتصادیات کے معاملہ میں اب ان بینکوں میں یہ مسائل اٹھ کر آئے اور ہمارے علماء میں اس کا چرچا ہوا اور ان کے اوپر گفتگو ہوئی اور فیصلے ہوئے اس لحاظ سے تو بہت ترقی کی۔ جہاں تک عملی معاملہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ۸۵ فیصد کاروبار وہ مرابحہ اور اجارہ کے اوپر چل رہا ہے، شرکت اور مضاربت ہے ہی نہیں اور شرکت اور مضاربت ہو بھی نہیں سکتی موجودہ نظام میں، کیونکہ جہاں قرآن کہتا ہے کہ ہم نے سود کو حرام کیا اور تجارت کو حلال کیا، وہاں بینکنگ قانون کہتا ہے کہ ہم نے سود کو حلال کیا اور تجارت کو حرام کیا، تو دنیا کا بینکنگ قانون جو اس پر چل رہا ہے اور بینکنگ کے نام سے جو ادارے قائم ہوتے ہیں وہ تجارت نہیں کرتے ہیں اور دوسرے ہی معاملات کرتے ہیں صرف ۱۵ فیصد شرکت اور مضاربت کے نام سے ہے اس میں بھی بہت ساری خامیاں ہیں۔ ایک کمپنی ہے وہ ۳۳ فیصد سودی قرض لے سکتی ہے یا نہیں لے سکتی ہے، ان ہاؤس کمیٹیاں جو ہیں اسلامک انسٹی ٹیوشن کی بہت ساری چیزیں پاس کر دیتی ہیں لیکن یہ چیزیں جو اوپن فارم میں آتی ہیں چاہے وہ اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ ہو، چاہے

٭ سابق سینئر منیجر، پنجاب نیشنل بینک۔

IDB کا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہو ان کا جوائنٹ اجلاس ہوا انہوں نے قطعی ان چیزوں کی اجازت نہیں دی تو ان فورم میں جو چیزیں ڈسکس ہوتی ہیں وہ چیزیں آئیں وہ چیزیں نصاب میں شامل ہو یہ تعلیم کا اچھا ذریعہ بنے گا اور وہی چیز قابل قبول ہوگی، اب رہا ایکسپرٹ تیار کرنا، تو فائنانشیل چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ کے لئے بیسک کتنی کوالیفیکیشن کی ضرورت ہے، فائنانشیل اینالسس کے لئے بیسک (Basic) کتنی تعلیم کی ضرورت ہے، گریجویشن بھی آج کا گریجویشن بھی معمولی نہیں رہا ہم کہتے ہیں کہ نصاب میں کچھ کم کریں کچھ بوجھ کم کریں اور نئی چیزیں تبھی داخل کرسکتے ہیں ایسا نہیں ہے جو چیزیں ہم MCom میں پہلے پڑھا کرتے تھے آج وہ انٹرمیڈیٹ میں ہی پوری ہو جاتی ہیں بچوں کی ذہانت کی سطح میں اضافہ ہورہا ہے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح علم کی وسعت دی ہے، اسی طرح ذہنوں کی استعداد دی ہے جو چیزیں پوسٹ گریجویشن میں پڑھتے تھے آج انٹرمیڈیٹ میں وہ بچے پڑھ لیتے ہیں، استعداد بچوں کی کم نہیں ہے اور نئی چیزیں اس طرح سے شامل کی جاسکتی ہیں۔

ناظم اجلاس

احسان صاحب کا بہت قدیم رابطہ ہے فقہ اکیڈمی سے اور جو کوششیں اسلامک فقہ اکیڈمی کے ذریعہ اسلامی مالیاتی ادارے یا اسلامی بینک کاری کے تعلق سے اس کا خاکہ تیار کرنے کے لئے ہوئی ہیں الحمدللہ اس میں ان کا نمایاں رول ہے ابھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس موقع پر مجلد کتاب شائع کردی گئی ہے۔ اکیڈمی نے جو کوششیں کی ہیں جس طرح سے ماہرین کو ماہرین معاشیات کو علماء جمع کرکے اور ہندوستان کے قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اسلامی مالیاتی اداروں یا اسلامی بینکنگ کے خیال کے امکانات پر رپورٹ تیار کرائی تو وہ غیر معمولی کوشش ہے اور اس وقت ہمارے ان ماہرین کا تاثر نہیں ہوا ہم سب کا تاثر ہوا کیونکہ جو موجودہ قوانین

ہندوستان کے ہیں ان کی موجودگی میں تبدیلیوں کے بغیر اسلامی بینک قائم ہو نہیں سکتا، ہاں اسلامی مالیاتی ادارے کا کچھ خدوخال بنایا جا سکتا ہے ہاں اس میں کچھ دشواریاں ہیں ضرور، ان دشواریوں کو عبور کیا جا سکتا ہے رفتہ رفتہ، اللہ کا فضل ہے کہ رفتہ رفتہ تبدیلیاں حالات میں آ رہی ہیں اور عالمی حالات کی بنیاد پر گویا خود ہماری حکومت اس کے لئے آمادہ ہو رہی ہے کہ ان قوانین میں کچھ تبدیلیاں کرے جن کی وجہ سے اسلامی بینک کاری کی راہ میں رکاوٹیں تھیں۔ بہر حال جو حالات آئندہ پیدا ہونے والے ہیں یا ہو چکے ہیں ان کے لئے ہمیں تیاری پہلے سے کرنی پڑے گی ہمارے علماء ہوں گے، ماہرین ہوں گے، اس موضوع کو اہمیت دے کر جب وہ تیار ہو کر بیٹھیں گے تو انشاء اللہ تعالی راستے اور کھلیں گے۔

ڈاکٹر اوصاف احمد

میں آپ کے سامنے صرف وہ چیزیں رکھنا چاہتا ہوں جن پر میں آپ کو دعوت دے رہا ہوں کہ آپ بھی غور فرمائیں! عام طور پر جب مدارس کا تذکرہ آتا ہے تو مالی مسائل پر گفتگو نہیں کی جاتی ہے لیکن ہم نے اس ورکشاپ میں مالی مسائل کو بھی رکھا ہے اس لئے کیونکہ اگر آپ کوئی بھی پروگرام کرنا چاہیں تو اس کے لئے تو وسائل کی ضرورت تو ہوتی ہے، اب اگر آپ ایک مدرسہ بنانے کے لئے اٹھیں تو آپ کو زمین چاہئے تو زمین آپ کو مفت میں مل سکتی ہے، ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب خیر دے دیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مفت آئی، اس میں صرف فرق اتنا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی اس کی ادائیگی کر رہا ہے، آپ اپنی جیب سے اس کی ادائیگی نہیں کر رہے ہیں اسی طرح سے اور دیگر معاملات میں قیاس کیا جا سکتا ہے، نئی چیزیں نصاب میں شامل کی جاتی ہیں اس کے کچھ نہ کچھ مالی مضمرات بھی ہوں گے ہم کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ وہ اس کے لئے وسائل کہاں سے اکٹھے ہوں گے، اساتذہ کے لئے تربیت کا کوئی کورس جاری کیا جائے چاہے وہ کثیر

المدت ہویا شارٹ ٹائم کورس ہی کیوں نہ ہو،لیکن اس کو بھی چلانے کے لئے چاہے وہ دو مہینے کا کورس ہو چاہے تین مہینے کا کورس ہوکئی لاکھ روپیوں کی ضرورت ہوسکتی ہے اور اسلامی مالیاتی اداروں میں سے بعض نے اس قسم کی دلچسپی ظاہر کی ہے کہ اگر اس طرح کی کوئی تجویز ہوتی ہے تو وہ فائنانس کرنے کو تیار ہیں۔ٹھیک ہے یہاں تک مسئلہ حل ہوجائے گالیکن کچھ تجربات پر بھی غور کرنا چاہئے پچھلے دنوں میرا جانا ہوا تھا جامعۃ الاسلامیہ شانتاپورم میں ان کا ایک ماڈل میں نے دیکھا جو کہ جس کا تذکرہ میں یہاں کرنا چاہتاہوں اور جس پر غور کیا جانا چاہئے، جامعہ اسلامیہ میں انہوں نے ایک نئی فیکلٹی بنائی ہے اس کی باقاعدہ اپنی عمارت ہے کلاس روم ہے سب کچھ ہے اور یہ سب کچھ جامعہ کے وسائل سے ہوا ہے لیکن انہوں نے جو کورس جاری کیا ہے پوسٹ گریجویشن ڈپلومہ ان اسلامک فائنانس اس کی وہ فیس لیتے ہیں جبکہ جامعہ اسلامیہ میں کسی دوسرے کورس کے لئے تخصص فی القرآن، تخصص فی الحدیث یا تخصص فی الفقہ بہت سے کورسیز ان کے یہاں جاری ہیں ان میں سے کسی کی کوئی فیس نہیں لی جاتی لیکن جو اسلامک فائنانس کا کورس ہے اس کی وہ فیس لیتے ہیں، اس کی فیس پندرہ ہزار روپے سالانہ مقرر ہے، بہرحال اب میں یہ عرض کررہا تھا کہ اگر خاص طور پر تخصص کا کورس اسلامی ادارے شروع کرتے ہیں تو اس کورس کے لئے کوئی لازم نہیں ہے کہ یہ کورس بھی بالکل اسی نہج پر جاری کیا جائے جس نہج پر آپ کا تخصص فی القرآن کا کورس ہے، تخصص فی الحدیث، تخصص فی الفقہ کا کورس ہے اس کے لئے آپ چارج کرسکتے ہیں اور چونکہ اس میں اسلامی مالیاتی اداروں کی اور میں یہ بات عرض کرنا چاہتاہوں کہ جو ہنرمندیاں آپ ان کو سکھائیں گے ان ہنرمندیوں کی انٹرنیشنل ڈیمانڈ ہے وہ باہر کی مارکیٹ میں بھی ان کو نوکریاں مل سکتی ہیں اس کا Return ہوسکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کے لئے قیمت لینا جائز نہ کیا جائے یہ کام اور یہ ادارے زکوۃ اور خیرات کے پیسے سے چلتا رہے اس کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ ایک ہنرمندی اختیار کررہے ہیں تو ان لوگوں کو اس ہنرمندی کے اختیار کرنے کے لئے مناسب قیمت چکانی چاہئے ہم یہ بھی نہیں کہہ رہے ہیں کہ اس کے لئے اس کو مدارس میں جلب منفعت کا طریقہ یا

حیلہ بنایا جائے۔ یہ بھی نہیں کہا جارہا ہے کہ آپ منافع کمانے والے ادارے بن جائیں۔ ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ جو خدمت فراہم کریں اس کی مناسب قیمت لیں، اکنامکس کے نقطۂ نظر سے مدارس کیا ہیں لوگ کہیں گے کہ سروس پروائیڈر رہیں، آپ ایک خدمت سپلائی کررہیں تو جب دنیا میں کوئی اور چیز فری نہیں ہے تو صرف یہ خدمت ہی فری کیوں ہو؟ اس کی کوئی معقول وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی، تو اس لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا نظام وضع کیا جائے کہ وہ لوگ جو کہ اس خدمت سے فائدہ اٹھائیں گے وہ اس کی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہوں یہ میری درخواست اور اس کے اوپر غور کرنے کی ضرورت ہے اس کے جو مراحل ہیں یعنی اس کے جو بہت سے پہلو ہیں ان پر غور وفکر کیا جاسکتا ہے اس کو سنبھال سکتے ہیں پھر اس کے بعد ایک ایسا نظام وضع کریں یہ نظام اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اسی طرح سے بنایا ہے کہ ایک آدمی کی حاجت دوسرے سے رفع ہوتی ہے تو ہم کو اس کو تسلیم کرنا چاہئے اور یہ کوشش کرنی چاہئے کہ یہ جو کورسیز ہیں خاص طور سے تخصص کا کورس جو آگے پہنچانے والا ہے اور جس کے لئے وسائل کی ضرورت ہوگی وہ جسے انگریزی میں کہاجاتا ہے سیلف فائنانسنگ (Self financing) کہ وہ اپنی مالی ضرورتوں کے بارے میں خودکفیل ہوسکے۔

ناظم اجلاس (مولانا عتیق احمد قاسمی)

اوصاف صاحب نے جو تجویز رکھی ہے کہ مدارس کے لئے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لئے بات ہونی چاہئے ظاہر بات ہے کہ جب آپ کام بڑھائیں گے تو مالی وسائل درکار ہوں گے اس کی راہیں اختیار کرنی پڑیں گی ان کی تجویز ہے یہ جو کورس جاری کیا جائے **تخصص في الاقتصاد الإسلامي** کا اس میں داخل ہونے والے فضلاء سے کچھ چارج کریں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی محل نظر چیز ہے ایک بات یہ ہے کہ شانتاپورم میں جو کورس جاری ہوا ہے کل کی گفتگو سے ہم کو معلوم ہوا کہ وہ اصلا کالج و یونیورسٹی وغیرہ کے تعلیم یافتہ

حضرات ہیں ان کے لئے وہ جاری ہوا ہے کوئی ایک عالم صاحب برائے نام پہنچ گئے، لیکن عصری مدارس کے یونیورسٹی یا کالجوں کے طلباء اس میں زیر تعلیم ہیں، نوعیت یہ ہے کہ مدارس کی صورتحال وہاں کے طلبا کی صورتحال سے ہم خوب واقف ہیں، میں ندوۃ العلماء میں پڑھاتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ جتنا اچھا تناسب وہاں خوش حال طلبا کا ہے وہ شاید کہیں اور مشکل سے ملے لیکن تب بھی میرے ذہن میں آتا ہے کہ ۲۵ یا ۳۰ فیصد سے آگے ایسے طلبا نہیں ہیں جو اپنے اخراجات خود اٹھاتے ہوں باقی طلبا ۷۰ رفیصد ۷۵ فیصد وہی ہیں جن کا تکافل ندوہ کررہا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ایک بڑی تعداد فضلاء کی ایسے گھرانوں کی ہے جو معاشی لحاظ سے کمزور ہیں جو تخصصات کا کورس شروع کیا ہے مختلف مدارس میں مختلف ادارے بھی قائم ہوئے ہیں وہاں تو ہم اس ذہن کے ساتھ چل رہے ہیں کہ لڑکے نے 8 سال گذارا، دس سال گذارا، فارغ ہوا، اب اگر فارغ ہونے کے بعد ہم مزید کسی کورس میں داخل کرنا چاہتے ہیں تو چاہے افتاء کا ہو، چاہے قضا کا ہو، تو اتنا ہم اس کے لئے کرسکیں کہ اپنے اخراجات ہم اس کے لئے پوری کرسکیں، کھانے پینے کے علاوہ اتنا ضرور کچھ دیا جائے اس کو پانچ سو ہزار جس سے اس کی ضرورت پوری ہوجائے تو وہ بار نہ ہو اپنے گھر والوں کے لئے، اور گھر والوں کو بار نہ ہو کہ اب بھی ان کو اخراجات برداشت کرنے پڑرہے ہیں، واقعی صورتحال یہ ہے کہ ہم کوشش کرتے ہیں اور اب تک جو ہمارے ادارے قائم ہیں اس میں یہی رخ ہے کہ یہ مان کر طلبا ایسے ہیں کہ مالی اعتبار سے مستحکم نہیں ہیں، اگر مزید ہمیں ان کو تعلیم دینا ہے اور یہ ملت کی ضرورت ہے تو ان کی بجائے اس کے کہ ہم صرف مصارف یعنی آپ جو بھی اس کے قائل ہیں دیں ایسے طلبا بھی ہیں جو کہ امکانات تو دور میں پیشکش بھی ہو تب بھی وہ نہیں لیتے ہیں قبول نہیں کرتے ہیں کہ ہمارے پاس وسائل ہیں الحمدللہ، لیکن اکثریت ان فضلاء کی ہوتی ہے جن کی صورت حال یہ نہیں ہوتی ہے اور ہمیں ان کے لئے وسائل فراہم کرنے پڑتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ ملت کی ایک ضرورت ہے ایسے علماء کی تیاری جو اسلامی

اقتصادیات پر گہری نظر رکھتے ہوں اور موجودہ اقتصادی نظام سے واقف ہوں، اگر ہم نے کوئی کورس شروع کیا اس طرح کا اور ہم نے اس میں کوئی شرط لگادی کہ اسمیں ہم باقاعدہ اس کی فیس لیں گے تعلیمی فیس لیں گے کھانے پینے کا بھی خرچ وصول کریں گے، تو مجھے خطرہ ہے کہ جس صلاحیت کے ہمیں فضلاء چاہئیں وہ ہم کو دستیاب نہ ہوں، ہمیں دیکھنا اس کو چاہئے کہ جن حضرات کو ہم اس مرحلہ میں لیں واقعتاً وہ اس کے اہل ہوں اور ان علوم کو گہرائی سے پڑھا ہوا نہوں نے، اگر دو سال مزید ہم ان کو موقع فراہم کرتے ہیں تو واقعی وہ تیار ہو جائیں گے اس کام کے لئے جو کام ہمارے اس میں ہم کامیاب نہیں ہوں گے ضرور جو فضلاء اس طرح کے ہیں ان کے گھر والے صاحب حیثیت ہیں وہ دے سکتے ہیں لیکن سب کے لئے لازم کرنا یہ ظاہر بات ہے کہ یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ پیدا کردے گا بہر حال یہ میری اپنی رائے ہے۔

مولانا ارشد فاروقی ٭

اس وقت مجھے حضرت شاہ وصی اللہ کا ایک وعظ یاد آتا ہے جس کا نام انہوں نے رکھا ہے ''مآل العلم المال'' کہ علم کا مقصد جو ہے مال ہے جب میں نے یہ عنوان پڑھا تو مجھے بہت تعجب ہوا کہ ایک ایسا عالم جو تصوف اور تقشف میں مشہور ہے وہ ایسی بات فرما رہے ہیں جب میں مکمل وعظ پڑھا معلوم ہوا کہ تو انہوں نے یہ فکر دینے کی کوشش کی ہے کہ والدین عام طور پر اپنے بچوں کو جو تعلیم دلاتے ہیں وہ مالی وسائل حل کرنے کے لئے چاہے وہ کوئی بھی علم ہو، تو انہوں نے یہ فکر دیا ہے کہ دینی مدارس میں پڑھانے والے اساتذہ کی تنخواہ کم سے کم کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ کے برابر ہونی چاہئے۔ تو جس طرح دنیا پڑھا رہے ہیں اسی طرح دین پڑھائیں گے۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ تقسیم کیسی ہے۔ اس وقت تو مالی مسائل کا مسئلہ چل رہا ہے تو ادھر توجہ ہوئی کہ مال کی طرف سب کا میلان ہوتا ہے۔ یہ گفتگو کہ مالی وسائل اس مسئلہ کے لئے اقتصادیات پڑھانے

٭ جامعہ امام انور (دیوبند)۔

کے لئے مدرسوں میں کیسےفر اہم کئے جائیں تو جواب تو بالکل واضح ہے مدارس کا سارا نظام توکل علی اللہ اور تبرعات مسلمین قائم ہے تو الگ سے کوئی نظم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح ہم مفتی اور محدث پیدا کر لیتے ہیں اسی طرح یہ صلاحیت ہے ماہر معاشیات پیدا کر سکتے ہیں، پھر اس وقت ایک بات مجھے اور عرض کرنی ہے کہ ابھی بار بار تذکرہ آیا کہ مختلف بینکوں میں اسلامی ونڈو (Islamic Window) قائم ہو چکے ہیں تین سو سے زیادہ کی تعداد بتائی گئی تو اس وقت خاص طور پر دینی ذہن رکھنے والوں کے سامنے ایک سوال اٹھ کر آتا ہے کہ ان بینکوں میں جو خالص دین کا نظام، ہمارے ہاتھ میں، یعنی اسلام کے ہاتھ میں نہیں ہے اس میں اسلامی ونڈو اسلام کا نام ونڈو کے ساتھ لگا دینے سے کیا واقعی وہاں اسلامی نظام رائج ہو جاتا ہے؟ تو جو ہمیں اطلاعات ہیں وہ خدشات سے پر ہیں کہ اس پردے میں اسلام کا نام استعمال کر کے وہ بینک خود فائدہ تو اٹھانا نہیں چاہ رہے ہیں اور بھی جو تجزیاتی مطالعہ ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ جو افر اد براہ راست وہاں متعین ہیں یا نمبر ایک کے لوگوں کے علاوہ تو ان کے بھی حالات کچھ اس طرح کے ہیں کہ وہ دونوں طرف شامل ہو سکتے ہیں تو ان خدشات کو دور کرنا بھی ضروری ہے پھر یہ بات بھی بالکل طے شدہ ہے کہ کوئی بھی مالیاتی ادارہ جب تک ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر اسلام کا قبضہ نہ ہو اس وقت تک رائج کرنا ناممکن ہے، لیکن اھون البلیتین دو بری چیزوں میں سے ایک کو اپنانے کی بنیاد پر سارے مالیاتی ادارے اسلامی چاہے ہندوستان میں فنڈ بیت المال فلاں فلاں اسی بنیاد پر چل رہے ہیں، ایک بات کل کی نشست میں مزید آئی تھی فاضل عالم مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے فرمایا تھا کہ اقتصادیات ومعاشیات سب کچھ ہم پڑھتے پڑھاتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ طریقہ کو بدل دیا جائے میں نے ان سے دوسری نشست میں سوال کیا کہ محترم یہ تجویز تو آپ نے رکھ دی کہ طریقہ کو بدل دیا جائے اس طریقہ کو بدلنے میں کتنی جد وجہد اور ایسے اساتذہ کہاں سے لائیں گے ہر شخص سلمان ندوی یا خالد سیف اللہ اور عتیق بستوی تو نہیں ہو سکتا تو اتنی بڑی تعداد میں

اساتذہ جو کہ رویہ اور طریقہ کو بدل کر طلبا کو سمجھائیں ان کالانا مشکل ہے اور اس لئے وہ توسیعی خطبات اور مختلف فلاحی تجاویز سامنے آئی ہیں دورہ حدیث کے سلسلہ میں بہت اہم بات آئی کہ ان کے ہاں ایک دم ایک لمحہ کا وقت نہیں ہے بالکل وقت ہے، ہمارے ماہر اساتذہ جب کتاب البیوع پڑھائیں تو شیخ تقی عثمانی نے صحیح مسلم تکملہ کی پہلے جو ہے تقریبا ۲۰،۲۵ صفحہ کا مقالہ لکھا ہے جس میں اقتصادیات کی ساری چیزوں کو سارے الزام کو واضح کیا ہے تو اس طرح کی چیزوں کو تشریحات کے ذریعہ دورہ کے طلبا کو بھی معاشیات، عصر حاضر کی معاشیات سے واقف کرایا جاسکتا ہے پھر اس سے ان کے لئے توسیعی خطبات بہت مفید ہوں گے۔

ناظم اجلاس

مولانا ارشد فاروقی صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن کی اپنی اہمیت ہے ظاہر ہے کہ مالیات کا مسئلہ انشاء اللہ اللہ تعالی ہی حل کرے گا، وسائل کی فراہمی کے لئے کوششیں ہوتی ہیں اور ہوں گی انشاء اللہ۔ اگر یہ ضروری ہے اس موضوع کا نصاب میں شامل ہونا اس کے لئے انتظامات کرنا تو نظم ہوگا انشاء اللہ۔ یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے، جہاں تک مختلف بینکوں میں جو ونڈوز کھل رہی ہیں اسلامی بینک کاری کے تعلق سے میں سمجھتا ہوں کہ صحیح صورتحال جو کچھ بھی ہے ہمارے ماہرین ہیں اس کی وضاحت کریں گے اس میں اختلاف رائے بھی ہے بعض چیزیں سامنے آرہی ہیں بس ہمارے لئے خوش آئند بات یہ ہے کہ خدشات تو ہیں اور ہونے چاہئیں لیکن کچھ خوشی کی بات بھی ہے تو بہر حال عالمی سطح پر اس کا اعتراف ہورہا ہے کہ جو بھی مالیاتی نظام آزمائے جارہے تھے اور جو حاوی تھے اس دنیا میں اور رفتہ رفتہ ان مقاصد کو پورا نہیں کر پارہے ہیں جو عدل کا مقصد ہے۔ سماج میں برپا کرنے کا اور وہ بینک اور وہ محفلیں جہاں اسلام کا نام لینا اسلامی معاشیات کا نام لینا بھی ایک مشکل کام تھا خود اس کے یہاں یہ موضوع زیر گفتگو ہے اور خود محنت کررہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ونڈوز کی کیا نوعیت ہے وہ سب مخلوط ہیں دوسرے سے یا

الگ ہیں کس حد تک اس کا اختلاط ہے اور کس حد تک نہیں ہے ایک فنی چیز ایک ٹیکنکل چیز ہے جس پر ماہرین اظہار خیال کر سکتے ہیں، ہمارے یہاں یہ موضوع نہیں ہے لیکن جب ہم آگے بڑھیں گے تو ان چیزوں کا ہمیں جائزہ لینا پڑے گا جو مالیاتی ادارے کام کر رہے ہیں یا بہت سے بینک اپنے ونڈوز کھول رہے ہیں اس کا بھی ہم جائزہ لیں اس کے بارے میں رائے قائم کریں۔

ڈاکٹر محمد منظور عالم ٭

مجھے چند باتیں آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرنی ہیں، میں ایک طالب علم کی حیثیت سے اپنی بات رکھ رہا ہوں، اور چند باتیں ابھی اسلامک بینکنگ اور کچھ فائنانس کے سلسلہ میں آئی تھیں۔ قبل اس کے کہ میں اس کے مالی پہلو کے سلسلہ میں اپنی بات رکھوں مولانا عتیق صاحب نے یہ بہت صحیح کہی ہے کہ ان دنوں کم از کم آج کل اسلامی بینکنگ اور فائنانس کی بات اسلام کے لفظ سے شروع ہوگئی لیکن یہ بھی ذہن میں رکھنا ہے کہ جتنے بھی سماجی علوم ہیں ان میں گذشتہ ۳۰ سالوں سے کسی موضوع پر کام ہوا ہے تو صرف معاشیات پر ہوا ہے اور وہ معاشیات جس میں بینک کاری اور مالیات بھی شامل رہا ہے تو آج جو دنیا بات کر رہی ہے وہ صرف اس لئے نہیں کہ یکا یک کوئی نظام پر چوٹ پہنچی ہے اور اس کے نتیجہ میں لوگ بات کر رہے ہیں بلکہ اس پہ لگاتار مسلسل کام ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کام ہوا ہے اور کوئی چیز اگر چوٹ کھاتی ہے تو متبادل کے طور پر کچھ دوسری چیزوں کی طرف بھی لوگ دیکھ رہے ہیں، دوسری بات یہ بھی ہے کہ جہاں تک کہ اس وقت کی صورتِ حال کا ہے یہ ایک الگ سے موضوع ہے جس پر بہت طویل گفتگو کی ضرورت ہے لیکن میں اس وقت صرف اتنی بات کہوں گا کہ ہاں! ہم مسلمان اس پر بہت خوش ہیں کہ سود کی لعنت کی وجہ سے بھی یہ بات ہوئی ہے وہیں یہ بات میں ضرور کہنا چاہوں گا کہ ہمیں بہت زیادہ خوش ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے یہ کہنا کہ وہ صرف اور صرف سود کی وجہ

٭ چیئرمین- انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز، نئی دہلی۔

سے ایسا ہورہا ہے یہ صحیح تجزیہ نہیں ہے تفصیل کے لئے وقت درکار ہے لیکن اس میں میں دو باتیں رکھنا ضرور چاہوں گا کہ لیجئے کچھ ماڈرن بینک سسٹم ہے اس میں ریگولیشن کا فیلیور ہے چونکہ وہ گورنمنٹ کی طرف سے اس پر کوئی کنٹرولنگ میکنزم نہیں تھا جس کے نتیجہ میں بہت سی بے قاعدگیاں پیدا ہوئی ہیں اور اب جو اوبامہ نے باضابطہ اس کے بورڈ بنائے ہیں اس میں گورنمنٹ آف امریکہ کی طرف سے دو نمائندے اس میں رکھے گئے ہیں تاکہ اس کے ریگولائزیشن کو کنٹرول کیا جائے مزید برآں اس میں کچھ ایسی بھی چیزیں ہوئی ہیں جو کافی طویل گفتگو چاہتی ہیں لیکن پھر بھی ایک بڑا حصہ سود کے غلط استعمال اور سود کی وجہ سے بھی ہے اس وقت ضرورت ہے جس طرح کے حالات ہورہے ہیں اور کچھ اعداد وشمار اکٹھا کئے جارہے ہیں جس سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ جہاں ہم لوگ یہ دیکھ رہے ہیں کہ دس فیصد کے حساب سے اسلامی بینکنگ لیکن ٹوٹل میکنزم ٹرانسزیکشن ہے اس کی روشنی میں دیکھیں تو ہم لوگ ابھی پانچ فیصد سے زیادہ کو کور نہیں کرسکے ہیں تو (Highest) پر دے رہے ہیں وہ دس فیصد پر جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری جو فائنانشیل ٹرانزیکشن ہے آپریشن ہے ایکٹی ویٹیز ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ فیلیور سے ہم کتنا دور جانا چاہتے ہیں ابھی ۹۰ فیصد متبادل ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو اس سے بہت سارے آپریشن کی ضرورت ہے کام کی ضرورت ہے، اور ان حالات میں نئے لٹریچر کی بھی ضرورت ہے صرف علمائے کرام کی طرف سے نہیں بلکہ جو لوگ بینکنگ فائنانس کے مامور ماہرین ہیں وہ بھی عملی پہلوؤں پر اپنی پوری توجہ نہیں دے سکے جو بینک کاری کی فوری ضرورت ہے ٹیکسٹ کے طور پر دے سکیں کہ ان کا مینول ہے ایک دوسرا پہلو اور بھی ہے کہ سارے جگہوں پر جو بینکنگ یا سنٹرل بینکنگ نظام ہے اسلامی بینکنگ اب تک جتنے بھی بنے ہیں اس کا کوئی سنٹرل بینکنگ آپریشنل سسٹم نہیں ہے ہر جگہ اس کے الگ الگ بینکنگ آپریشن ہیں جس کے نتیجہ میں بہت ساری اس کی کامیابی وناکامیاں ہیں......ان باتوں سے ہٹتے ہوئے چونکہ یہ بات آرہی

ہے کہ دینی مدارس میں جب یہ کورسیز داخل کئے جائیں گے تو اس کے اخراجات، میں اس سے اتفاق رکھتا ہوں جو اوصاف صاحب نے مولانا نانوتوی صاحبؒ کی مثال دی اور زیادہ تر مدارس ایسے ہی قائم ہوئے ہیں اور اسی طرح سے آگے بڑھتے ہیں مگر زمانہ بھی بہت تیزی سے تبدیل ہوا ہے اور زمانے کی تبدیلی کے ساتھ یہ مالی مسائل اپنی جگہ پر اہمیت رکھتے ہیں اور خاص طور پر ایسے سبجیکٹ دیکھئے ایک نفسیات ہے اور وہ نفسیات یہ ہے کہ جب کوئی مدرسہ میں قرآن وحدیث وتفسیر پڑھتا ہے تو یہ بھی ایک نفسیات رہتی ہے مدد کرنے والوں کو بھی اس سے جنت کچھ قریب ہوجائے گی، وہاں بھی کچھ نفسیات کی وجہ سے پڑھتے ہیں لیکن جب ایسے سبجیکٹ کے انٹروڈکشن کی بات ہوتی ہے تو خود عطیہ دہندگان کی بھی نفسیات پر اثر پڑتا ہے کہ پتہ نہیں یہ جو ہم کام کررہے ہیں قربت الٰہی کا ذریعہ بنے گا یا نہیں؟ ایک واقعہ میں سناتا ہوں اس کے بعد میں اپنی بات پر آجاؤں گا کہ سعودی عرب کے سب سے بڑے بینکر راجحی سے میری بالمشافہ ملاقات ہوئی اور ہم نے کئی چھوٹی چھوٹی نشستیں رکھیں اور ہم نے ان کے سامنے کچھ ایسے پروگرام رکھے کہ آئندہ ۲۰، ۲۵ سالوں میں دنیا کے اندر جو تبدیلی آرہی ہے اس کے سلسلہ میں کچھ نئے پروگرام قائم کیا جائے، انہوں نے کہا کہ کل کس نے دیکھا ہے اگر ہم کسی مسجد کو بنائیں جہاں کم سے کم حفظ قرآن اور قرآن کی تعلیم کل سے شروع ہوجائے گی تو کم سے کم اپنی آنکھوں سے ہم دیکھیں گے تو اطمینان ہوگا کہ میں جنت میں جاؤں گا، جو تم کہہ رہے ہو کہ کل تو ہم تو کل دیکھ ہی نہیں پائیں گے اس لئے اس پر ذرا بھروسہ کرنا مشکل ہے، یہ ایسے بڑے آدمی جو کروڑہا کروڑ کا عطیہ دیتے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات پائی جاتی ہے آپ کے سامنے یہ ایک تجویز رکھتا ہوں کہ چند بڑے مدارس جن کے اثر ورسوخ ہندوستان میں بھی بڑے بڑے تاجروں کے ساتھ ہیں اور ملک سے باہر بھی، اگر ہم یہ کوشش کریں کہ ایک وقف کی تعمیر کریں صرف اسی بینکنگ اور مالیاتی فائنانس میں بڑھانے کے لئے اور وہ وقف معروف جگہوں پر انویسٹمنٹ کرے اس سے جو آمدنی آئے

اس سے اس کو چلائے جوفری آف کاسٹ بھی ہوگا اور جس ماحول میں تعلیم دی جا رہی ہے اسی ماحول کا وہ جز ہوگا میں اس سے بالکل اتفاق کر رہا ہوں جسے مولانا عتیق صاحب نے کہا کہ ممکن نہیں ہے کہ آپ پورے مدرسہ میں ایک جدا ماحول بنائیں اور جسے لوگ قبول کر لیں ناممکن ہے اس لئے اس کے ماحول کے اندر رہتے ہوئے ایک ایسا نظام قائم کیا جائے اور اگر مدارس کی طرف سے یہ تجویز جائے جو معروف مدارس ہیں اور جن کے رابطے ہر جگہ ہیں اس کے لئے صرف ایک مناسب پروجیکٹ کی ضرورت ہے کہ وہ پروجیکٹ بنے اور اس میں ایسے افراد کے دستخط ہوں اور واقعی جن کا اثر ورسوخ ہو تو میرا سو فیصد یقین ہے کہ ایسا وقف وجود میں آجائے گا جس کی آمدنی سے یہ تمام کورسیز چلائے جا سکتے ہیں اور دھیرے دھیرے آگے بڑھائے جا سکتے ہیں، قبل اس کے کہ میں اپنی بات ختم کروں ایک اور چیز ہے ماشاءاللہ ہر ریاست میں جو بڑے شہر ہیں اس میں دو چار پانچ ایسے بڑے بڑے مسلم بزنس مین بھی ہیں اور جو اس طرح کی مانگ ہے ابھی بینکنگ فائنانس کا وہ صرف یہی نہیں بلکہ صرف ہندوستان میں نہیں چونکہ بہت سارے سرکاری نیم سرکاری ادارے بھی چاہتے ہیں کہ ایسے افراد انہیں ملیں جو اسلامی مالیات کے بارے میں جانتے ہوں وہ بھی اور جو بینکنگ تجار ہیں اگر ان کے سامنے تعاون ہو کہ یہاں ہم اس کو ٹریننگ دے رہے ہیں آپ اگر اس طرح مالیاتی ادارے میں کام کرنا چاہتے ہیں یا فائنانس انسٹی ٹیوشن میں ڈیولپ کر رہے ہیں تو یہاں کے پروڈکٹ کو آپ وہاں شامل کریں اور ساتھ ہی ساتھ جیسے اورینٹیشن پروگرام ٹریننگ پروگرام ہوتا ہے اس کا جو جاتے ہیں ایک مہینہ کے لئے دو مہینہ کے لئے اس کلوبریشن سے یہاں کے بچے وہاں پر جا کر ٹریننگ لے لیں تو ایک ساتھ دو کام ہو جائے گا چونکہ اس کا ٹریننگ کا ایکسپوزر رہوگا جو خود اس کو اپائنٹمنٹ کا راستہ ملے گا اور دوسرا ان کا خود اس سے دلچسپی پیدا ہوگی جو مزید وقف کو آگے بڑھانے میں کوشش کریں گے آخری بات یہ ہے کہ یہ بات کسی صاحب نے بہت اہم کہی تھی کہ آپ نے ڈگری بھی دے دی مدارس سے اور اس کے

بعد اس کو ریکوگنیشن نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ وہ عملی طور پر انہیں نوکری ملنے میں دشواری ہوگی خاص طور سے بڑے ادارے میں یعنی بڑے فائنانشیل ہاؤسیز میں گورنمنٹ سیکٹر میں جیسے کہ بہت سی یونیورسٹی ابھی تو ریکوگنیشن دے رہی ہیں کوشش کرنی چاہئے مستقبل میں کہ اس سلیبس کو یونیورسٹیز ریکوگنائز کروے اس کی بنیاد پر اس کی ڈگری قبول ہوجائے گی میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کو دہراتے ہوئے کہ میرا ابھی جو پرپوزل سب سے زیادہ اہم اس میں ہے کہ ہمیں وقف اس کام کے لئے تعمیر کرنا چاہئے وہ کسی مدارس یا کلیکشن آف مدارس میں اور ہم اس کو پروپرلی آرگنائز کر کے اس کے فائدہ سے اس کام کو انجام دے سکتے ہیں۔

ناظم اجلاس

ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے بہت ہی اہم تجویز پیش کی آپ کے سامنے، جہاں تک موجودہ کساد بازاری کی بات ہے اور مالیاتی نظام کے فیل ہونے کی بات ہے یہ مستقل ایک موضوع ہے کہ اس کے اسباب کیا ہیں اور واقعی یہ ایک اہم موضوع ہے اس پر بھی سمپوزیم رکھنا چاہئے ماہرین کے ساتھ اس کے اسباب کیا ہیں اور موجودہ جو عالمی مالیاتی حالات ہیں پھر اس تعلق سے ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک مدت سے کام ہورہا ہے اسلامی بینک کاری پر آپ کے ریسرچ کی بہت سی کتابیں ہمارے سامنے آئی ہیں اب بھی کافی ضرورت ہے اس موضوع پر کام کرنے کی اگر عالمی طور پر اس نظام کو متعارف کرانا ہے اور برپا کرنا ہے تو اس کے لئے بڑی کوششیں اور کاوشیں ہمارے ماہرین کو اور ہمارے علماء کو مل کر کرنی پڑے گی تب جاکر یہ نظام برپا ہوگا انشاء اللہ اور پوری دنیا پر چھا جائے گا، ڈاکٹر صاحب نے جو تجویز رکھی ہے کہ اس مقصد کے لئے وقف کے قیام کی اچھی تجویز ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس تجویز کو ہم آگے بڑھانا چاہیں گے اگر ایسی کوئی شکل بن جاتی ہے کہ اس طرح ادارے یا اداروں کے لئے اوقاف قائم ہوجائیں بشرطیکہ ہمارے اوقاف کی طرح برباد نہ ہوں خدا نہ کرے، اوقاف تو ہمارے بہت

سارے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وہی اوقاف جوموجود ہیں پہلے سے اور جس کا ہم انتہائی غلط استعمال کر رہے ہیں، غیر مسلموں کی بات چھوڑیئے ،خود مسلمانوں کے ہاتھ سے جو بربادی اوقاف کی ہورہی ہے، اگر ہم تو جہ کریں اور اس کا صحیح استعمال ہوتو ایسے بہت سے کاموں کے لئے ان ہی سے ہم کو رقم فراہم ہوسکتی ہے لیکن نئے اوقاف کا بھی قیام ہونا چاہئے اور مسلمانوں کی تاریخ میں جب بھی کوئی اس طرح کی ضرورت پیش آئی ہے نئے خرچ کی ضرورتیں پیش آئی ہیں تو مسلمانوں نے اوقاف قائم کئے چھوٹے بڑے کاموں کے لئے ، یہ بھی بڑا دینی وملی کام ہے اس کے لئے اوقاف قائم کرنے کی تحریک ہونی چاہئے ایک بات میں عرض کردوں ڈاکٹر احسان صاحب سے میری بات ہورہی تھی کہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے ہمارے علماء کی ہم سب کی یہ جو سودی ذہن بنا ہوا ہے ہمارے عوام کا اس میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، یعنی مالیاتی ادارے اگر قائم ہوتے ہیں جو تجربہ مالیاتی اداروں کا ہندوستان میں ہے، باہر میں ہے ہندوستان میں خاص طریقہ سے کئی ادارے ناکامی کا شکار ہوئے ، اس میں کوتاہیاں بھی ہوسکتی ہیں، احتیاطیں نہ کرنے کی بنیاد پر، لیکن میرا اپنا خود احساس ہے کہ ہمارے عوام کا ذہن سودی ذہن بنا ہوا ہے کہ چاہے وہ کہتے ہوں کہ اسی بات کو کہ ہم حلال طریقہ سے کمائی چاہتے ہیں، جائز طریقہ سے کمائی چاہتے ہیں لیکن کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ۔ وہ چاہتے ہیں مالیاتی ادارے جو اسلامی بنیادوں پر قائم ہوں شرکت مضاربت کی بنیاد پر، مرابحہ کی بنیاد پر، اس میں بھی ہمارا نفع یقینی ہو وہ کسی حالت میں کوئی خطرہ ہمیں پیش نہ ہو وہ ذہن بنا ہوا ہے سودی ذہن ہے کہ یہ محنت کے بغیر کوئی خطرہ مول لئے بغیر، کچھ نفع حاصل ہو، تو ہمیں اپنے مسلم عوام کی سرمایہ داروں کی ذہن سازی بھی کرنی پڑے گی کہ وہ اسلام کا جو صحیح تصور ہے گویا اسلامی نظام کے تعلق سے، اسلامی معاشیات کے تعلق سے، اس کو ہم کو برپا کرنا پڑے گا لوگوں کے ذہن میں یہ چیز بیٹھانی پڑے گی اور اس سلسلہ میں ہمارے جو علماء، خطباء ہیں اور ائمہ مساجد ہیں وہ بڑا اچھا رول ادا کرسکتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ

اگر اسلامی مالیاتی اداروں کی بات ہے ادارے قائم ہورہے ہیں اور قائم کرنے کی کوشش ہوتو اسے کنٹرول کرنے کے لئے ایسے کوئی گویا ادارہ یا ایسی کوئی کمیٹی ضرور ہونی چاہئے کہ ہمیں بہت سے اداروں کے بارے میں بات معلوم ہوئی تفصیل سے کہ ایسے لوگوں پر اعتماد کیا جو اس میدان کے نہیں تھے کہ مال حاصل ہوا، جائز کمائی کے نام پر حلال کے نام پر، جن لوگوں کو اس میں شامل کیا گیا بہت سے لوگ ایسے تھے جو اس میدان کے نہیں تھے، کسی کو کچھ قرض دے دیا۔ لمبا معلوم ہے کہ وہ شخص قرض ادا نہیں کرسکتا لیکن تعلقات فلاں سے ہے اس لئے دے دیا۔ اس طرح کی باتیں بھی پیش آئی ہیں تو گویا ان مالیاتی اداروں کے کنٹرول کرنے کا مسئلہ بھی ہے اور ساتھ ساتھ اس طرح کی سودی ذہنیت کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے، میں مالیات کی بات کررہا ہوں، تو اس سلسلہ میں جو موضوع چل رہا ہے اتفاق ایسا ہے کہ علماء کا ذہن شاید مالیات میں تیز چلتا نہیں۔

ڈاکٹر محمد منظور عالم

جو خدشہ وقف کے سلسلہ میں مولانا عتیق احمد صاحب نے پیش کیا ہے وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس کا حل یہ ہے کہ اس وقت بہت سارے بڑے بڑے کام ٹرسٹ کے تحت ہوتے ہیں تو کسی سرکاری ملکیت میں اس کو نہیں دے دیا جاتا بلکہ وقف ٹرسٹیز کے کنٹرول میں ہوگا اور اگر ٹرسٹیز اچھے ہیں تو محفوظ رہے گا۔ خطرہ البتہ ضرور ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ٹرسٹیز بھی خاندانی جائداد بنالیتے ہیں اپنی اجارہ داری قائم کرلیتے ہیں۔ اس کا خطرہ باقی ہے اس میں بھی لیکن اس وقت کے حالات میں حفاظت ٹرسٹ کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے اور کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے۔

مشتاق احمد ایڈوکیٹ

میں جو اپنے دل کی بات کہنا چاہتا تھا وہ مفتی ارشد فاروقی صاحب نے کہہ دی اور جو تھوڑی بہت بات میرے دماغ میں آرہی تھی اس کی بڑی حد تک وضاحت ڈاکٹر منظور عالم

صاحب نے کردی، میں شعر ضرور پڑھوں گا اور شعر پڑھوں گا مفتی ارشد فاروقی صاحب کے حوالہ سے جنہوں نے یہ بات کہی کہ جس طریقے سے مدرسے قائم ہوتے ہیں ہم لوگ تو دلی میں ہیں اور بہت سالوں سے سوچ رہے ہیں کہ ایک اسکول قائم کریں نہیں کرپائے لیکن اسی دلی میں اور آس پاس میں یہ دیکھتا ہوں کہ ایک مولانا نے دو یا تین بچوں کو پڑھانا شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے تین چار سالوں میں ایک مدرسہ قائم کرلیا اور وہ مدرسہ بہت صحیح ڈھنگ سے چل رہا ہے حالانکہ ہماری طرح ان کی کوئی سوچ نہیں ہے اقتصادیات، فائنانس، یہ سب کچھ نہیں ہے تو اسی کے تعلق سے میں یہ شعر سنا رہا ہوں:

خرد مندوں کو صحرا میں کوئی رستہ نہیں ملتا
چلے مجنوں، ہوجاتے ہیں لاکھوں رہ گذر پیدا

اور مدرسے والے یہی لوگ ہیں یہ مجنوں ہیں اور مجنوؤں کی طرح یہ لوگ چلتے ہیں، کام کرتے ہیں تو وہ اللہ پاک راستہ مہیا کردیتا ہے تو ارشد فاروقی صاحب نے جو بات کہی اس کو قلیل المدت حکمت عملی کے طور پر لیا جاسکتا ہے اور ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے جو بات کہی ہے طویل مدت کے لئے وہ تو ایک بہت ہی عمدہ بہت ہی اچھا چل ہے، میں اس سے ہٹ کر کے ایک بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بھی ڈاکٹر منظور عالم صاحب کے تعلق سے کہ آج سے دس پندرہ سال پہلے جب سے یہ اسلامی بینکنگ وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوا تو چونکہ میں (IOS) سے بھی جڑا ہوا ہوں تو قریب قریب ہر سمینار میں ہم رہے ہیں تو آج سے دس سال پندرہ سال پہلے، اسلامی بینکنگ سے ہمیں ہی ایک عجیب طرح کی وحشت ہوتی تھی اور خاص طور سے جب ۱۹۹۵ / ۱۹۹۴ء میں جب پاکستان شریعہ فیڈرل کورٹ کا فیصلہ آیا تھا۔ بہت بڑا فیصلہ تھا جس میں انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ سود حرام ہے اور اس میں پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق تھے اس وقت انہوں نے ایک ٹائم ٹیبل بھی دیا تھا کہ اتنے وقت میں سودی نظام کو یہاں سے ختم کردینا چاہئے تو

اب جو ہے ادھر دس پندرہ سالوں میں بہت بڑی تبدیلی میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے سپریم کورٹ میں بھی کچھ غیر مسلم وکلاء ہیں وہ کہتے ہیں کہ اسلامی بینکنگ کیا چیز ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ تو ہم ان سے صرف یہ کہتے ہیں کہ آپ کم سے کم آج کل کا جو اکنامک سسٹم (معاشی نظام) ہے جو ورلڈ اکنامک آرڈر (دنیا کا معاشی نظام) ہے اس میں ایک الٹرنیٹو کنسپٹ (متبادل تصور) وہ پیش کر رہا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا اس کو پڑھنا چاہئے، دیکھئے اس میں ان کی دلچسپی ہو جاتی ہے، ہم اس میں نہیں جاتے ہیں کہ اسلامی بینکنگ صحیح ہے یا غلط، ہم صرف جب ان سے یہ کہتے ہیں کہ آپ آج کے ورلڈ اکنامک آرڈر میں یہ ایک الٹرنیٹ کنسپٹ پیش کرتا ہے تو وہ پر جوش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو پڑھنا چاہئے اس کا مطلب ہے کہ آج کی تاریخ میں اسلامی بینکنگ ایک ایسی چیز ہو گئی ہے جس کو ہم سننا چاہتے ہیں اور پڑھنا، نیز دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا چیز ہے، اب اس سے اس کو تھوڑا سا آگے بڑھاتے ہوئے ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ اب تک IOS کے جتنے بھی سمینار ہوئے ہیں اس میں حصہ لئے ہیں اب لوگ مجھ سے خاص طور پر سوال کرنا شروع کر دیتے ہیں، لیکن میں ان خاص سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا ہوں کیونکہ میں ڈاکٹر اوصاف صاحب اور ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نہیں ہوں نہ ہی میں ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب ہوں، میں محسوس کرتا ہوں کہ ایسا کوئی (Orientation Program) ہو جس میں کہ اس طرح کی بنیادی باتیں بتائی جائیں تو اس کی مدد سے ہم ان سے بات کر سکیں۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں لانگ اسٹوری شارٹ، ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے جو بات کہی ہے تو میری اپنی ایک تجویز ہے کہ IOS ہی کی طرف سے ایک اسلامی بینکنگ پہ جو اس کی بنیادی چیزیں ہیں اس سلسلہ میں ایک چھوٹا سا انسٹی ٹیوٹ ایک چھوٹی سی کوشش آپ شروع کریں جس میں کہ کم سے کم دلی کے اطراف کے ہم جیسے لوگ ہیں پہلے ہم ہی لوگ آ کر کے اس میں ٹریننگ لیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کا ادارہ اگر ڈاکٹر منظور عالم صاحب اور یہاں پر جو اور سارے حضرات ہیں اگر یہ IOS کے بینر تلے چھوٹے

پیمانے پر یہ بات شروع ہوتی ہے تو وہ کم سے کم یہ ہوگا کہ اس وقت جو اس کو پڑھنا چاہ رہے ہیں جو اس کے بارے میں فرسٹ ہینڈ انفارمیشن لینا چاہتے ہیں ان کو بہت مدد ملے گی اور اسی سے پھر وہ ساری چیزیں حاصل ہوں گی جس کا تذکرہ ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے کیا ہے جواب مدارس میں یہ اقتصادیات کی تعلیم کے سلسلہ میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی ادھر دو تین دنوں سے میں ایک کتاب پڑھ رہا ہوں اور کتاب کا نام ہے (What the rich fathers tell the children, what the poor father tells the children) امیر باپ اقتصادیات کے سلسلے میں اپنے بچوں کو کیا بتاتا ہے اور غریب باپ اقتصادیات کے سلسلہ میں اپنے بچوں کو کیا بتاتا ہے تو اس میں کچھ چیزیں ہم کو ایسی ملی ہیں کہ جنہوں نے میرے ذہن کو کھول دیا مثلاً مصنف نے ایک تصور انہوں نے استعمال کیا ہے کہ فائنانشیل لٹریسی اور وہ یہ کہتا ہے کہ یہ فائنانشیل لٹریسی یا اکنامک لٹریسی (معاشی یا مالی خواندگی) فائنانشیل ایجوکیشن یا اکنامک ایجوکیشن اس کی تعلیم بہت شروع میں ہی بچوں کو تھوڑا بہت دے دینا چاہئے اس حد تک کم سے کم یہ سمجھ میں آئے کہ ایسیٹ (اثاثہ) کیا ہوتا ہے لائبلیٹی (ذمہ داری) کیا ہوتی ہے، بیلنس شیٹ (کھاتہ) کیا ہوتا ہے تو وہ سوچے گا کہ بھائی ہمارے پاس انٹرم آف ایجوکیشن ایسیٹ کیا ہے تو وہ کہے گا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اگر اس کے پاس کوئی ڈپلومہ ہے کوئی ڈگری ہے تو وہ سوچے گا کہ ہمارے پاس یہ ایک ایسیٹ (اثاثہ) ہے تو بات یہاں پر آتی ہے کہ اکنامک لٹریسی یہ بہت ضروری چیز ہے ہر جگہ یہ ہونا چاہئے اسکولوں میں ہونا چاہئے میں خود اپنی بات بتا رہا ہوں کہ میں سائنس کا بہت اچھا طالب علم تھا لیکن اکنامکس اور کامرس سے مجھے کوئی تعلق نہیں تھا۔ جب دہلی میں آیا تب جا کر کے یہ ایسیٹ لائبلیٹی یہ ساری چیزیں ہم کو معلوم ہوئیں اگر یہ چیز بہت پہلے مجھے معلوم ہو جاتی تو شاید جو ہے اس کا مجھے بہت فائدہ ہوا ہوتا۔ تو میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ مدرسہ میں اس چیز کو ضرور شامل کیا جائے مدرسے کے لڑکوں کو اور آج کے مدرسے کے آپ جانتے ہیں صاحب کہ کوئی آئی اے

ایس بن رہا ہے ایک آئی ایس سامنے آ گئے تو ہم کومعلوم ہے لیکن آج کے مدرسوں سے ایسے ایسے طلبا نکل رہے ہیں جو کہ ان مدرسوں سے باہر جاتے ہوئے جو سیکولر اور ماڈرن ایجوکیشن حاصل کرتے ہیں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ باتیں کر رہے ہیں کیونکہ ان کو ماڈرن ایجوکیشن کے بارے میں سب معلوم ہے وہ انگریزی اخبار بھی پڑھ رہے ہیں اور جو کورسیز ہیں یہ اکنامک اور سوشل کورسیز ہیں ان پر بھی ان کی نگاہ ہے تو اپنی بات میں یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ یہاں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہر گھر میں ہر اسکول میں ہر جگہ جو ہے تھوڑی بہت اکنامک، بنیادی سطح کی تعلیم ہونی چاہئے اور مدرسہ میں بالکل ہونا چاہئے اور اس کے لئے دو تجویز بہت اچھی آئی ہیں مولانا ارشد صاحب کی کہ صاحب جس طریقے سے ہم چندہ لیتے ہیں جس طرح سے وہ مدرسہ چلا رہے ہیں اس میں تھوڑی اور کوشش کر دی جائے اللہ پاک مدد کریں گے تو یہ اقتصادیات کا ایک شعبہ بھی کھل جائے گا ہم لوگوں کے پاس۔ میں مدرسہ کا بہت بڑا حامی ہوں، میرے پاس اگر مدرسے سے کوئی آتا ہے تو بغیر پوچھے ہوئے جو کچھ بھی میں دے سکتا ہوں دے دیتا ہوں اب اگر مدرسہ کا کوئی آ کر کے چندہ مانگتا ہے کہ صاحب ہم اپنے مدرسہ میں ایک اکنامکس کا یا اقتصادیات کا بھی ایک شعبہ قائم کرنا چاہتے ہیں آپ کچھ زیادہ مدد کیجئے میں سمجھتا ہوں کہ ہر مسلمان اس میں مدد کرے گا اور اس میں مدد ملے گی اور وہ کامیاب ہو جائے گا، دوسری بات ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے کہی ہے ویسا اگر ہو تو بہت ہی اچھا ہے لیکن ایک بات یہ میں کہنا چاہوں گا کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ٹرسٹ کے ذریعہ، ٹھیک ہے ہوسکتا ہے بالکل صحیح بات ہے آج میں آپ کو بتاؤں کہ ہندوستان میں نئے اوقاف قائم ہونا بالکل بند ہو گئے ہیں اور کئی سالوں سے آج کی تاریخ میں بہت امیر مسلمان ہیں اور وہ اوقاف قائم کرنا چاہتے ہیں ہم لوگوں کے پاس آتے بھی ہیں کہ صاحب آپ وقف ڈیڈ (وثیقۂ وقف) بنا دیجئے ابھی ہمارے ہی علاقے میں ایک صاحب ہیں ان کا میں نام نہیں لوں گا وہ وقف ڈیڈ بنانے کے لئے آئے تھے لیکن انہوں نے یہ کہا کہ اچھا

صاحب میں اتنا بڑا وقف بنا رہا ہوں لیکن یہ تو وقف بورڈ ہی اس کو دیکھے گا تو پھر جب وہ ٹرسٹ پر آ گئے، صرف ایک جملہ میں اپنی بات ختم کروں گا کہ ہم کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وقف ایکٹ میں ترمیم کروائیں جس میں کہ واقف کو یہ حق دیا جائے کہ وہ وقف نامہ لکھے کہ ہم جو وقف قائم کر رہے ہیں یہ جو وقف بورڈ ہے یا وقف ایکٹ کے تحت یہ نہیں آئے گا اس سے الگ رہے گا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ رکاوٹ اگر ہٹ جائے تو ہمیں ٹرسٹ کی ضرورت نہیں ہے، نئے اوقاف قائم بھی ہوں گے اور اس کے تحت کام بھی ہوں گے۔

مولانا مفتی صادق محی الدین

ڈاکٹر اوصاف احمد نے جو تجویز پیش فرمائی تھی کہ مدراس دینیہ میں تخصص کی تعلیم کے لئے معاشیات کے بارے میں طلباء سے فیس لیا جائے اس پر کافی مباحث ہو چکے ہیں، یہ ایک بات ہے جس پر غور کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جو مستطیع طلبا ہیں ان کو تو آپ زحمت دے سکتے ہیں ان کے والدین اس کام کے لئے تیار ہوسکتے ہیں لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ ایک طالب علم بہت زیادہ ذہین ہے اور اس میں آگے بڑھنے کی بڑی صلاحیت محسوس کرتے ہیں کہ جیسے دیگر طلبا کی مدد کرتے ہیں زکوۃ وغیرہ کے ذریعہ سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے اور کسی بھی صاحب خیر کو متوجہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کار خیر میں وہ اپنا حصہ ادا کریں زکوۃ ہی کے عنوان سے کیوں نہ ہو وہ کر سکتا ہے اور ایسے آج کل لوگوں کا ذہن بنا ہوا ہے کہ جہاں ہمارے ملت کو ضرورت ہے اچھے اچھے ڈاکٹرس کی انجینئرس کی ایسے معاشیات کے ماہرین کی اور وہ لوگ جانتے ہیں کہ ایسے کام میں پیسہ لگانا بھی انشاء اللہ اجر وثواب کا باعث ہے، ان کو متوجہ کیا جا سکتا ہے، ہمارے دینی مدارس میں آپ حضرات جانتے ہیں کہ سابق میں ایک رواج تھا کہ جب طلبا داخلہ لیتے ہمارے پاس طعام خانوں کا بھی نظم نہیں تھا ہر ایک کے لئے گھر سے ان کے کھانے کا بندوبست کر دیا جاتا تھا اور پھر ان کا داخلہ منظور کر لیا جاتا تھا تو ظاہر ہے کہ ہمارے دینی کام اور اسلام کے کام اس طرح سے آگے بڑھے ہیں،

انشاء اللہ اس پر غور کیا جا سکتا ہے اور اس طرح سے طلبا سے فیس لی جا سکتی ہے جو طلبا دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کے لئے دوسرے اور ذرائع سے مدد کی جا سکتی ہے۔ ایک آخری بات ابھی ہمارے مولانا عتیق بستوی صاحب نے فرمائی کہ موجودہ وقت میں ہمارے پاس ملت کا جو ذہن ہے وہ ایک سودی ذہن بنا ہوا ہے ان کا، تو یقیناً ان کے ذہن سے کھرچ کر نکالنے کی ضرورت ہے، لیکن عملی طور پر ہم چونکہ ہندوستان میں رہتے ہیں غیر اسلامی ملک ہے اس غیر اسلامی ملک میں ایک شخص چاہتا ہے کہ وہ سرمایہ رکھتا ہے لیکن تجارت کے ذرائع سے یا اس کے رنگ ڈھنگ سے واقف نہیں کہ کیسے تجارت کی جاتی ہے ظاہر ہے کہ وہ اپنا سرمایہ شریک کرنا چاہتا ہے لیکن دین و دیانت اس وقت یک گونہ مفقود ہوتی جا رہی ہے بہت سے حضرات حلال نفع دینے کے عنوان سے آگے آتے ہیں اور سرمایہ کو لوٹ کر لے جاتے ہیں اور یہاں پر چونکہ کوئی قانونی گرفت بھی نہیں ہوتی ہے تو سب چیزوں کے پس منظر میں جب تک کہ مال کا تحفظ عوام کو نہیں دیا جائے گا اس وقت تک وہ سمجھے کسی تجارت میں سرمایہ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے تو سودی جو ذہن ہے وہ ایک مجبوری کی صورت ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ بینک میں جمع کر دینے سے ہمارے سرمایہ کا تحفظ تو ہے اور یہ حضرات تجارت میں شریک کرتے ہیں تو نفع دینے کے عنوان سے اصل سرمایہ کو ختم کر دیتے ہیں تو چونکہ اس کا تحفظ نہیں ہے اس لئے یہ جو سودی ذہن بنا ہوا ہے اس کی اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کے تحفظ کے ذرائع بھی فراہم کئے جائیں اور ہمارے غیر اسلامی ملک میں اسلامی بینکنگ نظام قائم ہوتا ہے تو اس میں دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک تو یہ کہ ایسی حکومت سے ایسے قواعد و ضوابط منظور کئے جائیں کہ اگر اس کے اندر یہاں کوئی بد دیانتی ہوتی ہے تو گرفت ہو سکے اور پھر اس شعبہ میں ان لوگوں کو بھی ضرور آگے لانا چاہئے، دینی مدارس میں جو دین و دیانت تو سمجھ لیجئے کہ جو ذمہ دار ہوتے ہیں یہ چند باتیں میرے ذہن میں تھیں اگر موضوع سے مناسبت رکھتی ہوں تو آپ قبول فرما لیجئے اور اگر یہ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی بات موضوع سے ہٹ کر ہے تو درگذر فرما دیجئے۔

ناظم اجلاس

ہمارے بزرگ محترم نے بہت ہی مفید باتیں پیش فرمائیں ہیں اور بڑی اہم تجاویز رکھی ہیں ظاہر بات ہے کہ سودی ذہنیت کا خاتمہ بھی ضروری ہے لیکن سودی ذہنیت کیوں بن رہی ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مالیاتی ادارے جو ہمارے قائم ہو رہے ہیں اسلام کے نام پر، ان پر صحیح کنٹرول یہ بھی ضروری ہے۔ تبھی اعتماد پیدا ہوگا، تبھی یہ چیزیں ہوں گی، اگرچہ اب تو انہیں اعتبار تھا بینکوں پر وہ بھی مجروح ہو رہا ہے بڑی حد تک کہ کب دیوالیہ ہو جائے کیا صورتحال ہو جائے فی الوقت دونوں طرف کوشش ہونی چاہئے تھی تو ازن پیدا ہوگا۔

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

اس نشست میں گفتگو مالیات کے متعلق ہو رہی ہے یعنی اسلامی مالیات کی تدریس کے لئے مالیات کا انتظام کیونکر ہو اس سلسلہ میں ایک تجویز آئی سیلف فائنانسنگ کورس شروع کرنے کی، میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی مناسب تجویز ہے عمل کرنا چاہئے ہمارے دوست کی تجویز پر کافی سخت ردعمل ہوا لیکن ایسا کچھ نہیں ہونا چاہئے اور مجھے یاد آتا ہے اس وقت میں کوئی حوالہ نہیں دے سکتا کہ کسی زمانے میں غالباً پریکٹس تھی یا عمل تھا یا کسی نے جواز کا فتوی دیا تھا کہ فتوی کی یعنی اجرت لی جاسکتی ہے اس وقت میں ان سب کا حوالہ نہیں دے سکتا لیکن مجھے یاد ہے بعد میں اگر کسی کو ضرورت ہو تو میں مہیا کردوں گا کہ باجرت فتوی جاری کیا جاسکتا ہے تو اگر اجرت لے کر پڑھایا جائے بچوں سے خاص طریقے سے یعنی سیلف فائنانسنگ طریقے سے تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس کا ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ خلیج میں اس وقت تقریباً ایک لاکھ لوگ اسلامی مالیات میں ملازم ہیں، اسلامی مالیات کے اداروں میں اور ۲۰۲۰ء تک یہ تعداد دوگنا ہونے کی امید ہے اس بات کا اندازہ ہے یہ صرف خلیج کی بات ہے اور جو حالات چل رہے ہیں

اس میں اس بات کے خاص امکانات ہیں کہ ہمارے ملک میں بھی اس طرح کے ادارے قائم ہوں یہاں اس طرح کے ماہرین کی ضرورت پڑے مختلف حیثیت سے یعنی ایک تو اس حیثیت سے کہ وہ اس میں عملی طور پر کام کرے ہر صلاحیت کے لوگ ہوتے ہیں اور یعنی کہئے کہ ہر فکر اور سمجھ کے لوگ ہوتے ہیں کچھ لوگ تو اسی پر قناعت کریں گے کہ ہم اس میں کام کریں ان کو اس کی ضرورت ہوتی ہے کچھ لوگ اس سے زیادہ آگے جانا چاہیں گے وہ اس کے شیئر ہولڈر ہوسکتے ہیں مشورہ دے سکتے ہیں اور بینکوں کو بھی ضرورت ہوتی ہے ایسے لوگوں کی کہ خدمات حاصل کریں چونکہ صحیح رہنمائی کرسکیں، میں سمجھتا ہوں کہ جو آج کل بہت سے غلط کام ہو رہے ہیں اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی رہنمائی فراہم کرنے والا نہیں ہے۔

آخری نشست

صدر: مولانا مفتی محمد صادق محی الدین مفتی جامعہ نظامیہ (حیدرآباد)

کنوینر: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

احسان الحق

اس سے پہلے بھی میں فقہ اکیڈمی نئی دہلی کی خدمات کے بارے میں اپنے احساسات بیان کر چکا ہوں، اس اجلاس میں انہوں نے اور زیادہ لوگوں کو شامل ہونے کی کوشش کی اور جو مسائل اس محدود حلقے میں ڈسکس ہوتے تھے ان کی اہمیت یہاں بیان کی گئی کہ وہ عمومی طور سے ہمارے مدارس میں ان مسائل پر غور ہونا چاہئے اور اس کا علم ہمارے طلبا کو ہونا چاہئے بہت ساری تجاویز اس پر پیش کی گئی ہیں لوگوں نے اور بہت سارے مشورے دیئے ہیں اور بہت اہم مشورے ہیں اور انشاء اللہ ان مشوروں کی بنیاد پر جو یہاں تجاویز منظور کی جائیں گی، اس سے ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ آگے بڑھے گا اور ہمارے مدارس کے طلبا اور اساتذہ ان معاملات میں جواب تک کہ دبے ہوئے تھے ادھر جن کے بارے میں کم گفتگو ہوئی تھی ان کے اوپر زیادہ غور کریں گے جیسے کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ تخصص کے لئے تو بہت بڑے علم کی ضرورت ہے، بہت بڑی بنیادی تعلیم کی ضرورت ہے اور جو ہمارے فائنانشیل ایکسپرٹ ہوتے ہیں ان کی بنیاد اور ان کے معیار بہت اونچی سطح کے ہوتے ہیں اس میں ہم تخصص کی توقع نہیں کر سکتے جب تک کہ اس درجے کی تعلیم ہمارے علماء کو نہ ہو لیکن جو عام معاملات زندگی میں آتے رہتے ہیں، وہ، جس طرح حضرت اشرف علی تھانویؒ نے اپنی

گھر کی بچیوں کے لئے ایک کتاب بہشتی زیور لکھ دی، آج تک میں اس سے استفادہ کرتا ہوں اور اس پر آج تک بھی میں پروڈکٹس کو تولنے کی کوشش کرتا ہوں تو یہ معاملہ اتنا پیچیدہ ہی نہیں ہے کہ ہمیں ہم یہ سوچ کر رہ جائیں اس میں بہت بڑے علم کی ضرورت ہے اور ہم اس میں آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں ایک آپ کو نظیر پیش کرتا ہوں کہ ہمارے یہاں اسلامی اداروں میں ایک پروڈکٹ جو ہے وہ اصول ودیعت پر بنا ہے اور اس کو سیونگ فنڈ کے متبادل کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس ودیعت میں کیا ہے کہ جمع کار اپنی رقم بینک میں جمع کر دیتا ہے اگر وہ بینک میں جمع کرے اور اس کا ڈپازٹ ہی مان جائے تو پہلے ہی دن سے قرض لینے والے قرض دینے والے کا رشتہ دونوں میں قائم ہوجاتا ہے اب اس میں کچھ بھی بینک ادا کرے گا ظاہر ہے کہ وہ سود ہوجائے گا اس کو نظر انداز کرنے کے لئے ہمارے اداروں نے یہ کیا ہے کہ ودیعت کا طریقہ اختیار کرلو کہ ایک بار رقم دے دی اور پھر اس کو کہہ دیا کہ اب بینک کو اس کو استعمال کرنے کا اختیار ہے اور بینک نے اس کو اختیار کرلیا اور اس کے بعد بینک نے اپنی صوابدید میں جو سمجھا مناسب وہ اس کا اوپر دے دیا تو کہتا ہے کہ اس کو عطیہ ہوا یہ اس کا سود نہیں ہوا، حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب میں بچیوں کے لئے لکھا ہے کہ اگر کوئی ایک سائل ایک دوسری عورت تیرے پاس کوئی رقم جمع کر کے چلی گئی اور تجھ سے کہہ دیا کہ تو اس کو بوقت ضرورت استعمال بھی کرسکتی ہے اور اگر تو نے اس میں سے جب تک کہ رقم جیسی کی تیسی رکھی رہی تب تک تو وہ امانت ہے اور اگر تو نے اس میں سے روپئے نکال کر استعمال کرلیا تو وہ فوراً قرض بن جاتی ہے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ ودیعت جو ہے یہ وہی قرض خواہ اور مقروض کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے بہر حال یہ مسئلہ جو ہے آپ لوگوں کے لئے غور وفکر کا ہے تو اس میں کوئی رائے نہیں دے سکتا لیکن میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کتاب لکھی بھی گئی ہے مغربی یوپی کی دیہاتی زبان میں اب پھل بیچنے والی کو کنجڑی کے نام سے کہا گیا ہے ایک کنجڑی آئی ٹوکری میں پھل لائی اس طرح کی زبان اس میں استعمال ہوئی ہے اور اس کتاب سے ہم آج بھی استفادہ کرتے ہیں۔ اسلامک فائنانشیل انسٹی

ٹیوشن کے پروڈکٹ کوکس طرح سمجھ لیں اورکوشش کرلیں، اسی طرح مسئلہ آیا تھا کرایہ داری کا اور وہ سودکا تو ایک صاحب نے پاکستان سے مضمون لکھ دیا کہ جس طرح سے کہ رقم کے اوپر اضافہ لینا سود ہے اسی طرح اثاثہ کے اوپر بھی اگر کوئی اجرت مل جائے تو وہ بھی سود بن جاتی ہے اس کے متعلق بھی غورکیا، توبھی میں نے بہشتی زیور سے استفادہ کیا کہ رقم یا اجناس جوکہ جزک ہوتی ہیں یہ کس طرح کی ہوتی ہیں گیہوں ہے چاول میں اس کو آپ قرض لے سکتے ہیں لیکن گاڑی ہے مکان ہے یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ قرض میں جوچیز دی جاتی ہے اس جیسی چیز واپس مل جاتی ہے اور کرایہ پر جوچیز دی جاتی ہے وہ اس جیسی چیز واپس نہیں کی جاتی بلکہ وہی چیز واپس کی جاتی ہے جوکرائے پر دی جاتی ہے تو اس پر میں نے ان کے جواب میں بہشتی زیور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مضمون لکھا اور اس میں میں نے یہ بتلایا کہ قرض الگ ہے اور اجارہ الگ ہے تو یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ بھی نہیں کہ جس کے لئے الگ سے بہت بڑے کورس کی آپ لوگوں کوضرورت ہو بہر حال جو مسائل ہیں فقہ اکیڈمی چاہے یہاں دہلی کے ہوں جدہ کے ہوں وہ عام آدمی بھی سمجھ سکتے ہیں وہ پاکستان کے کراچی کے ہوں اس کوبھی سمجھ سکتے ہیں جو مسائل وہاں آتے ہیں وہ وہی مسائل آتے ہیں جو سماج میں پوچھے جاتے ہیں جتنی زیادہ پوچھ ہوتی ہے اسی حساب سے ان مسائل کا انتخاب کرتے ہیں ان ہی مسائل کو جو ہے ہم اپنی کتابوں میں درج کرتے چلے جائیں گے تو یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا جائے گا اس میں دلچسپی کا معاملہ ہے اور تجاویز انشاء اللہ یہاں پاس ہوں گی اور اس میں ہر طرح سے دیکھا جائیگا کہ مالی امداد بھی کس طرح سے بڑھائی جاسکتی ہے تو اس اعتبار سے میں امید کرتا ہوں کہ یہ اجلاس بہت کامیاب رہا ہے اور آگے تجاویز پاس ہونے کے بعد اور زیادہ اس کی افادیت محسوس ہوگی۔

مولانا محمد یٰسین ٭

کل سے الحمدللہ اس مجلس میں مختلف تجاویز مختلف آراء اور تفصیلات کے ساتھ سننے کا

٭ جامعہ نذیریہ کاکوسی، گجرات۔

موقع ملا یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دانشور حضرات جو ہمدردان قوم ہیں اہل علم اور اہل فکر حضرات جن پر امت کو اعتماد حاصل ہے، ان دونوں کے سنگم والی مجلس ہے اور جب تبادلہ خیالات ہوں گے تو جانبین کے اندر قرب پیدا ہوگا، اس وقت اسلامی معاشیات کے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کی طرف سے ایک بات مسلسل آتی رہی کہ مدارس عربیہ میں اول سے آخر تک یہ تعلیم دی جارہی ہے من وجہ یہ بات صحیح بھی ہے اور من وجہ یہ بات ہم نہیں کہہ سکتے کہ کلی طور پر یہ صحیح ہے، ہمارے دانشوران قوم اس بات کے متمنی ہیں اور متقاضی بھی اور ان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس وقت جدید معاشی نظام جو چل رہا ہے اس کی اصطلاحات، اس کی تفصیلات اور اسلامی نقطۂ نظر سے اس کا کیا حکم ہے اس پر روشنی ڈالنا یہ اہل علم کا مقصد ہے، عموماً اس بات کا اعتراف کرنا بہت ضروری ہے کہ ہمارے مدارس عربیہ میں اسلامی معاشیات کے سلسلہ میں ایک زمانے سے ایک نہج کے ساتھ تعلیم دی جاتی رہی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے لیکن موجودہ معاشی نظام کو واضح کرنا ان کی اصطلاحات کو بیان کرنا ان سے واقفیت پیدا کرنا تقریباً معدوم کے قریب ہے اس اجلاس کی وجہ سے ہمیں مستقبل میں یہ بات نظر آرہی ہے کہ جو کمی قدرے ہمارے دانشوران محسوس کر رہے ہیں کچھ ان حضرات کی بھی ذمہ داریاں ہیں کہ اہل علم سے قریب ہوکر کچھ ایسے کتابچے ایسے رسائل اور لٹریچر تیار کریں کہ اہل علم حضرات اردو زبان میں اس کو آسانی سمجھ سکیں اور اپنے طلبا کو اس سے واقف کرا سکیں۔ چونکہ اس زمانے میں موجودہ دور کے معاشی حالات سے واقفیت کے بغیر ہم اپنے طلبا کو اس سے نہیں واقف کرا سکتے اساتذہ کا واقف ہونا ضروری ہے۔ اس میں مدارس عربیہ میں تین عنصر ہیں ایک طلبا، ایک نصاب اور ایک مدرسین، سب سے زیادہ عنصر اس میں جو ہے یہ مدرسین کرام ہیں، مدرسین کا جو ذوق ہوگا وہی ذوق سپلائی ہوگا، اگر مدرسین کا کیمپ قائم کیا جائے، ہمارے ان بزرگوں کی ماتحتی میں اور دور حاضر کے معاشی نظام کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے اس کے مثبت اور منفی دونوں پہلو کو واضح کیا جائے تو انشاء اللہ جب ہمارے مدرسین

کا ذوق بنے گا تو میں یہ سمجھتا ہوں نور الایضاح سے پہلے بھی بچوں کی بساط کے مطابق دورِ حاضر کے مسائل کی طرف روشنی ڈالتے چلے جائیں گے تو ہدایہ تک انشاء اللہ کافی مواد ہمارے طلبا کے سامنے آجائے گا لیکن اس کے لئے دو باتیں بہت اہم ہیں ایک تو یہ کہ مدرسین کے لئے ایسے کیمپ لگائے جائیں اور انہیں اس لائن کی ٹریننگ دی جائے ان کی زبان سے قریب ہوتے ہوئے اور واقفیت دی جائے اور تیسری بات ضروری یہ ہے کہ اس لائن کے لٹریچر، کتابیں اور رسائل مہیا ہونے چاہئیں کہ طلبا اور اساتذہ اپنی ذہنی بساط اور اپنے درجات کے مطابق اسے اخذ کر کے اپنا طلبا کے ذہنی مزاج کے مطابق ان کو دے سکیں اور اس سے آغاز کرسکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام اگرچہ بہت اہم ہے جلدی سے یہ کام نہیں ہوسکتا ہے لیکن اس طرح پہلے دانشور جو ہمدردانِ قوم ہیں اور اہل علم اور اہل فکر کا اگر اجتماع ہوتا رہے گا، گاہے بگاہے نشستیں ہوتی رہیں، تبادلہ خیال ہوتا رہے تو انشاء اللہ کسی نہ کسی زمانے میں کسی نہ کسی قدر کامیابی ہمیں انشاء اللہ حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ ہماری اس مجلس کو کامیاب بنائے اور ہمارے ان بزرگوں کا جو مقصد ہے اس کو بارآور فرمائے۔

مولانا محمد ہاشم قاسمی ٭

اس مجلس کے اندر مختلف جہات سے گذشتہ کل سے رائے پیش کی جارہی ہیں، تجاویز بھی ہمارے سامنے آنے والی ہے ان ساری نشستوں کے پس منظر کو دیکھتے ہوئے ہمیں کافی امید ہے، اسلامی مالیات کا جو نظام ہے اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ ہماری فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اس کو ذکر کیا گیا ہے، لیکن تغیر پذیر دنیا کے اندر اصطلاحات جیسے بدلتی رہتی ہیں ضرورتوں میں تغیر آتا رہتا ہے ان اصطلاحات کے ذریعہ سے اور وقتی ضرورتوں سے ہمارے نونہالانِ قوم وملت مدارس میں پروان چڑھتے ہیں ان کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے اور اس میں شک نہیں

٭ جامعہ قاسمیہ دکن پور، بناس کانٹھا، گجرات۔

کہ جن متون سے یعنی وہ قدوری ہو یا ہدایہ ہو، خواہ فقہ کا کوئی بھی متن ہو کئی سالوں سے ہمارے مدارس میں اس کو پڑھایا بھی جاتا ہے اور اس کی شروحات بھی لکھی جاتی ہیں اور لکھی جارہی ہیں شروحات کا ہر زمانے میں وجود میں آنا یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ پچھلی شرح جو ہے وہ کسی زمانے میں ہماری ضرورت پوری کرتی رہی ہوں گی، اور اب اس زمانے کے اندر نئے انداز سے شرح لکھنے کی ضرورت ہے، گویا ہمارے مقاصد تو وہی ہیں، متن ہمارے وہی ہیں، ہمارے ماخذ وہی ہیں صرف انداز بدل جانے کی ضرورت ہے جیسے زمانے کے بدل جانے سے پرانی شرح کے مقابلہ میں ایک نئی شرح کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے یہ اسی قبیل سے بات ہے اللہ تعالی ہمارے ان بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس کی طرف ہمیں متوجہ کیا اور اگر ہم اس پر بھی توجہ دینا شروع کریں گے تو انشاء اللہ مستقبل قریب کے اندر اس کا نتیجہ بھی ہم دیکھیں گے کہ ہمارے مدارس کے طلبا اور اساتذہ اس سے مستفید ہوں گے۔

مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی ٭

ہم سب کے لئے یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ یہ اجلاس ایک اہم موضوع پر منعقد کیا گیا، جس میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے علماء کرام اور صاحب نظر حضرات تشریف لائے ہیں اور اس موضوع پر ہمیں اپنے سوچنے سمجھنے کا اور اظہار خیال کا موقع ملا ہے اس کے لئے ہمارے وہ ادارے جنہوں نے باہم مل کر تعاون کے ساتھ یہ اجلاس منعقد کیا ہے وہ ہمارے شکریے کے اور مبارکباد کے مستحق ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشی طاقت ایک بہت ہی بڑی طاقت ہے اور ہم سب حضرات اس سے واقف ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں کے مالیات پر غلبہ تھا یہودی حضرات کا، تو حضور نبی کریم ﷺ نے جہاں دوسری اصلاحات نافذ کیں، اس اہم گوشہ کی طرف بھی آپ

٭ مالیر کوٹلہ، پنجاب۔

ﷺ نے پوری توجہ فرمائی اور ایک آزاد منڈی قائم کی، احادیث میں اس کی تفصیلات آتی ہیں کہ حضور پرنور ﷺ بذات خود اس منڈی کی نگرانی فرماتے تھے وہ آزاد منڈی تھی، کوئی آزاد شخص وہاں کاروبار کرسکتا تھا شرط یہ تھی کہ کاروبار دیانتداری کے ساتھ ہو۔ بار ہا ایسے واقعات ہوئے کہ خود آپ نے منڈی کا دورہ فرمایا اور ہدایت دی اور اگر دیکھا کہ کوئی اس کے اندر کمی وبیشی ہے تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد بھی فرمایا کہ آپ کو چیز پوری اور صحیح ملنی چاہئے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ گیہوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا آپ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو اوپر سوکھا تھا اور اندر گیلا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دھوکہ بازی ہے جیسا مال اوپر ہو ویسا مال اندر ہو وہ منڈی کامیاب رہی اور یہ ایک مثبت قدم تھا مسلمانوں کی معاشی حالات کو درست کرنے کا، بجائے اس کے کہ آپ یہودیوں سے ان کے خلاف کوئی پروپگنڈہ کرتے یا ان کی کمیوں کو ظاہر فرماتے اس کے بجائے آپ نے بددیانتی کے مقابلہ میں دیانت داری اور اندھیرے کے مقابلہ میں ایک روشنی کا چراغ جلا دیا تا کہ لوگ محسوس کریں کہ کیا چیز اچھی ہے اور کیا چیز بری ہے۔ ہمارے حضرت مولانا سالم صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں ایک بات کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ بڑا قیمتی اشارہ تھا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اسلام کی بنیاد فقر پر ہے اسلام کی بنیاد فقر پر نہیں بلکہ غنا پر ہے، لیکن غنا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم لوگ اس کو اپنا مقصد بنالیتے ہوں بلکہ وہ بہت اہم ذریعہ ہے جس سے بعض اوقات زندگی کے دوسرے گوشے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ آج جو دنیا کے اندر سیاسی حالات کی تبدیلی اور تغیر یہ سب پیش آتا رہتا ہے اس میں بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے وہ لوگ کاروبار کررہے ہیں اور پوری دنیا میں ان کا کاروبار اس طرح سے پھیلا ہوا ہے کہ کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے کہ جو مجبور نہ ہوں اس کا مال لینے اور اس کو آگے بڑھانے پر۔ میں ایک مضمون پڑھ رہا تھا بڑی حیرت ہوئی کہ عرب ملکوں میں صرف امریکن سگریٹ جو بکتے ہیں وہ ستاسی ہزار ڈالر، وہ سرمایہ عرب ملکوں سے منتقل ہوکر یہودیوں کے

تجوریوں میں پہنچ جاتا ہے تو معاشی طاقت کو ہمیں سمجھنا چاہئے۔ ہمارے صاحب افتاء حضرات جانتے ہیں کہ ہمارے پاس جو سوالات آتے ہیں ہم ان میں سے وہ سوالات جو قدیم اصطلاحات سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کا جواب دیدیتے ہیں لیکن اب جو نئی نئی کمپنیوں کی نئی نئی اسکیمیں آرہی ہیں جب ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو ہمیں بہت مشکل پیش آتی ہے ان کو سمجھنے میں اور لوگوں کو سمجھانے میں، کم سے کم اتنا ہوسکتا ہے کہ ہم کچھ اصطلاحات عام حضرات کے لئے چھوٹے چھوٹے پمفلٹ کی شکل میں مرتب کرکے عام کریں اور بڑے بڑے مدارس جس طرح افتاء کا ایک تخصص فی الافتاء، اسی طرح تخصص فی الاقتصاد الاسلامی کے نام سے ضرور ہم شروع کرنے کی پوزیشن میں ہیں اس کے لئے جو ہماری رہنمائی اس وقت جو اس کانفرنس کے ذریعہ ہوئی ہے وہ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ان تمام تجاویز کو جو ابھی آپ کے سامنے پیش کی جائیں گی اور تمام بحثیں اور مقالات جو ہمارے سامنے آئے ہیں وہ بڑے قیمتی مقالات آئے ہیں ان سب کو سامنے رکھ کر ہم ایک نچوڑ خلاصہ نکال کر قابل عمل تجاویز اس طرح لاسکتے ہیں کہ ہم اس پر عمل کرسکیں اور اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔ میں بہت ہی مختصر اشارات کرتے ہوئے آپ حضرات کو مبارکباد دیتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ بہت ہی اچھا قدم اٹھایا گیا ہے اور انشاء اللہ مستقبل کے لئے یہ نیک فال ثابت ہوگا۔ اس کو یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم اس وقت جو قدم ہے میں اس کو عبادت کے دائرے میں ہی سمجھتا ہوں۔ جس طرح ہم عبادات کی اہمیت اور اس کے فضائل اور اس کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہیں، اسی طرح اس وقت ضرورت ہے کہ معاشیات کے مختلف گوشے ہمارے سامنے آئیں اور اس کی جو پیچیدگیاں ہیں وہ بھی ہمارے سامنے آئیں اس سے جو ہمیں معاشی طور پر بھی نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ سیاسی طور پر بھی اور سماجی طور پر بھی نقصانات پہنچ رہے ہیں اس کا صحیح اندازہ لوگ لگا سکتے ہیں جن کو پتہ ہے کہ وہ باہر کے ملکوں میں کیا ہورہا ہے اور یہاں پر کیا ہورہا ہے۔ تو یہ بہت اچھا قدم ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ اس مجلس کو اور ہم

سب کو توفیق دے کہ ہم قدیم وجدید کے قصے میں پڑنے کے بجائے نافع اور غیر نافع کو سمجھیں۔ اصل میں اکثر وبیشتر ہم دیکھتے ہیں جب بحثیں ہوتی ہیں کہ بھائی یہ پرانا ہے یہ نیا ہے، میں تو کہتا ہوں کہ ہر چیز جو نئی ہے وہ پرانی ہو جاتی ہے، کل وہ پرانی ہو جائے گی، یہ آج ہم نے کپڑا پہنا کل وہ پرانا ہو جائے گا، تو اصل تو تقسیم جو کی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے کہ اللہ مجھے بچائیے اس علم سے جو غیر نافع ہو تو یہ نافع اور غیر نافع کی تقسیم ہے جو علم نافع ہے وہ یقیناً ہمارا اپنا ہے، الحکمۃ ضالۃ المؤمن ہمارا وہ اپنا سرمایہ ہے تو اگر کوئی قیمتی بات اور کام کی بات اور ضروری بات جس سے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں اور فائدہ اٹھا سکتے ہیں مل کے، تو ضرور ہم کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

مولانا ضیاء الدین صاحب ☆

کل سے اور آج تک معاشیات و اقتصادیات کے موضوع پر دانشور طبقہ اور علماء کا طبقہ ان دونوں حضرات کی ملی جلی رائیں ہیں، مدارس میں معاشیات کے داخل کرنے کی اس کے مضمرات اور اس کی مشکلات یہ تمام چیزوں کو سننے کے بعد بہر کیف بڑی اہم معلومات ہم اہل مدارس کو ہوئی ہیں۔ میری رائے سب سے پہلے تو یہ ہے کہ نصاب تعلیم میں داخل کرنے سے پہلے ہم مصادر اور مآخذ قدیم اور جدید دونوں کا موازنہ کریں اور جو قدیم اصطلاحات ہیں اس کو جدید اصطلاحات میں منتقل کیا جائے اور ایک ایسا مواد جمع کیا جائے کتابی شکل میں جو مدارس کے لئے لائق قبول ہو پھر اہل مدارس سے رابطہ قائم کیا جائے پھر اس پر ایک کمیٹی ہو اور اس پر بحثیں ہوں، کون سی چیزیں کس انداز میں نافذ کی جائیں، ابتدائی طور سے نصاب میں داخل کرنے کی گنجائش سمجھ میں نہیں آتی ہے اس لئے کہ جو نصاب چل رہا ہے وہ خود ہی اتنا بوجھل ہے کہ مزید کسی نئے نصاب کا اضافہ کرنا نہایت ہی دشوار گذار ہے ہاں! جو قدیم کتاب نور الایضاح سے لے کر ہدایہ تک پڑھائی جاتی ہیں ان کے پڑھانے والے جو اساتذہ کرام ہیں ان اساتذہ کرام کا ایک

☆ مدرسہ حسینیہ، جونپور، اتر پردیش۔

ورکشاپ ہو ان کی تدریب ہو جو مدارس والے ان کو کچھ وقت دے کر مہینہ دو مہینہ کے لئے وہ بھیجیں، ایسا کیمپ قائم کیا جائے، فقہ اکیڈمی کی طرف سے یا کسی ادارے کی طرف سے جو ان ماہرین کے ذریعہ ان کو جدید اصطلاحات سے واقف کرائیں پھر وہ طلبا کی ذہن سازی کرتے ہوئے وہ قدیم اصطلاحات کے جدید اصطلاحات سے روشناس کرائیں اور آخر میں چل کر کے ایک ایسا شعبہ قائم کیا جائے جو کسی بڑے مدرسہ یا چند بڑے مدرسوں میں اس کو رکھا جائے اور مدارس کے ذمہ دار حضرات اپنے یہاں سے ان طلبا کو بھیجیں دو لڑکے تین لڑکے جو دلچسپی رکھنے والے ہوں اور ان کے خرچ کو وہ برداشت کریں، جو مدارس کا نظام چلتا ہے اس نظام کے تحت وہ چلتا ہی رہے گا لیکن اضافی طور سے ان کو ایک اسکالرشپ دیں اور ان کو یہ امید دلائیں کہ اگر تم اس میں مہارت حاصل کرلو گے تو اپنے طور سے جو بھی ہم سے کوشش ہوگی تمہاری ملازمت کے لئے بھی ہم کوشش کریں گے لیکن اصل مقصد ملازمت نہیں بلکہ اسلامی نظام معیشت کو عوام تک پہنچانا ہے۔ یہ تو کوشش بڑی اچھی ہوسکتی ہے۔ لہذا باضابطہ شعبہ تو آخری سال میں رکھا جائے اور ابتدائی دور سے ہی ان کی کچھ ذہن سازی کی جاتی رہے اس انداز سے اگر کوئی کمیٹی بنے اور جائزہ لیتی رہے کہ جدید عربی میں انگریزی میں جو کتابیں ہیں اس میں ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے جو کہا، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی اور ڈاکٹر اوصاف صاحب نے جو رائے دی ہے، ان حضرات نے تجربات کی روشنی میں بڑی اہم باتیں اور بڑے اہم خطوط، رہنما اصول ہمیں دیئے ہیں، اس پر چونکہ عام طور سے مدارس کے اساتذہ جس نظام کے تحت پڑھاتے ہیں خاص کتابیں خاص موضوعات، خاص پرانی اصطلاحی جو تعریفات ہیں اسی کو بولنے کے وہ عادی ہیں جدید اصطلاحات سے وہ واقف نہیں کراپاتے ہیں اور جو نئے نئے مسائل آتے رہتے ہیں تغیر پذیر دنیا میں اصطلاحات بدلتی رہتی ہیں تو اس کے لئے یہ نظم کرنا پڑے گا اور کوشش کرنی پڑے گی کہ معاشیات کا یہ موضوع جو ہر فرد کا موضوع ہے دیگر موضوعات سے نہایت اہم ہے تو میری یہی ایک رائے ہے کہ اس کو نصاب میں داخل نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد منظور عالم ☆

چونکہ سورہ اخلاص سے اس نشست کا آغاز ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ سورہ کی جو آخری آیت ہے اس کو بھی پڑھنا پڑے میں زیادہ وقت نہیں لوں گا لیکن شاید پانچ منٹ یا سات منٹ ہوجائے میں اس وقت تاریخ کے کچھ اوراق پلٹنا چاہ رہا ہوں اور اس موقع پر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کو یاد کر رہا تھا جب میں وہاں بیٹھا ہوا تھا اور بہت سے لوگ یہاں موجود ہیں جنہیں میں کچھ یاد دلانا چاہتا ہوں آج سے تقریبا ۲۰ سال پہلے اسی ہال میں جس میں آپ تشریف فرما ہیں اسلامک فقہ اکیڈمی کے دو پروگرام ایک سال کے اندر ہوئے تھے اور اس پروگرام کو جیسے کہ ابھی انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز نے اپنے اشتراک کو پیش کیا لیکن اس سے پہلے ۱۹۸۶ء کے اواخر میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ سے ہماری ملاقات مسجد نبوی میں ہوئی اور قبل اس کے کہ ان سے ملاقات گرچہ وہ بہت پہلے ہمارے گاؤں سے تقریباً ۹ کیلومیٹر کی دوری پر تھے میری ملاقات طالب علمی کے زمانے میں ہوئی تھی جب میں آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا تو اس لئے میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور اس موضوع پر بہت سی جگہوں پر جانے کا اتفاق ہوا اس وقت کی تین اہم شخصیات نے جب یہ عصری علوم اور دینی یعنی تمام پہلو پر جو بات چیت ہورہی تھی اس میں تینوں کے تینوں مرحوم ہوچکے ہیں ایک مولانا علی میاں ندوی، مولانا ابو اللیث اصلاحی ندوی اور مولانا ابو السعود باقوی صاحبؒ ان تینوں سے اس موضوع پر ہم نے گفتگو کی اور یہ عجیب ہی حسن اتفاق تھا کہ انہوں نے کہا کہ یہ کام اگر کوئی شخص انجام دے سکتا ہے تو صرف اور صرف قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، اور اس کے بعد میری ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی اور اس موضوع کے تمام تفاصیل پر گفتگو ہوئی میں یہ واقعہ اس لئے سنا رہا ہوں کہ جب وہ کانفرنس ہوئی تھی تو وہ واقعہ بہت اہم ہے اس کا افتتاح حضرت علی میاںؒ نے کیا تھا اور آپ لوگوں کو یاد کراتا

☆ چیئرمین، انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹو اسٹڈیز، نئی دہلی۔

چاہ رہا ہوں کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ میں اس وقت ۶۰ سال کی عمر رکھتا ہوں ۲۰ سال اس میں سے کم کردو میری طالب علمی یا جوانی کے لیکن اس کے بعد ۴۰ سال گذر گئے ہیں ایسی مجلس نہیں دیکھی جس میں اس وقت کے تمام ہی علماء ایک محفل میں جمع تھے دوسری بات کہ دوسری جب کانفرنس ہوئی تو اس میں مولانا سعید پالنپوری صاحب بھی آئے تھے پہلے، تیسرے اور چوتھے میں بھی آئے اس کے بعد سے نہیں آرہے ہیں اور اس وقت زر کے مسئلہ پر کانفرنس تھی، خاص طور سے آپ لوگوں کو یاد ہی ہونا چاہئے تو اس وقت ڈاکٹر عبدالحسیب صاحب نے جو ریزرو بینک آف انڈیا کے ڈائریکٹر انہوں نے منی کیسے کریٹ ہوتا ہے منی کریٹ ہونے کے طریقہ کار کیا ہیں اس کی تفصیل انہوں نے پیش کی ان کے فوری بعد مولانا سعید پالنپوری صاحب کو بلایا گیا اور وہ ڈائس پر آئے اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ عبدالحسیب صاحب نے ابھی بیان کیا ہے میرے علم میں یہ بات نہیں تھی بلکہ میرے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی اس لئے مزید کوئی بات نہیں کروں گا جب تک کہ میں مطالعہ نہ شروع کردوں، یہ دو واقعہ اہم ترین اس لئے میرے نزدیک کہ علم کا ہمیشہ تبادلہ اسی طرح ہوتا ہے ہم جو سیکھ رہے ہیں آپ سے، ہم آپ کو سکھانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں لیکن معلومات تو فراہم کر ہی سکتے ہیں، اور اسی موقع پر آج میں بے حد خوش ہو کر مسرت ہے مجھے کہ جب میں نے قاضی صاحبؒ سے قیام سے پہلے یہ سوال کیا کہ کیا عصری علوم مدارس میں داخل ہو سکتے ہیں تو انہوں نے جو لفظ استعمال کیا وہ بالکل آج ان کے خواب کی تعبیر ہے، تو انہوں نے کہا کہ ۲۰ سال صبر کرو، ۲۰ سال بعد یہ سب چیزیں شروع ہو جائیں گی اور تقریبا اس ادارے کو بھی بیس سال ہونے جارہا ہے، اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائیں ان پر رحمت نازل کرے، تو میں نے یہ تاریخ اس لئے دہرائی کہ جو موضوع آپنے آج اٹھایا ہے یہ دوسرا اہم ترین قدم ہے اور میرا یقین ہے کہ ان کی دعاؤں کے ساتھ جو انہوں نے ہمارے لئے وراثت میں چھوڑا ہے یہ قدم آپ کا بہت دور لے جائے گا اور صرف ہندوستان کے لئے نہیں بلکہ پورے

عالم کے لئے ایک نمونہ بننے کے امکان ہیں اس لئے کہ یہ ملک بھی بڑا ہے آبادی بھی ہماری بڑی ہے ضرورت بھی بہت ہے میں صرف اتنی بات کہتے ہوئے اپنی بات ختم کروں گا کہ انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نے بہت پہلے کوشش شروع کی تھی کہ اردو میں عصری علوم کی کتابیں آئیں اور اس سے اسلامی سیاست یعنی سیاست پر ایک کتاب آئی تھی چاہے اصطلاحات اور اس کے جو تمام سیاست جو آج رائج ہیں وہ کتاب بھی جغرافیہ میں کیا تبدیلی آئی ہے جغرافیہ پر پہلی کتاب جو آئی تھی جب سوویت یونین کا انہدام عمل میں آیا تھا سماجی علوم پر کتاب آچکی ہے اور کئی ایسے مسودے ہیں جو کہ رکھے ہوئے ہیں لیکن چونکہ اس کی پذیرائی مدارس میں نہیں ہوئی اس لئے تھوڑا اس کو روکا گیا مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالی اس طرح کے جب اجلاس ہوں گے تو اس کی ضرورت پر بھی اور اس کی افادیت پر روشنی پڑے گی اور شاید اس سے لوگوں کو اور ہمیں بھی ہمت ہوگی کہ مزید ایسی کتابیں تیار کریں۔

ناظم اجلاس

اکیڈمی کے سیمناروں میں دسیوں موضوعات ایسے آئے ہیں جو اصل میں اسلامی بینکنگ ہی سے متعلق ہیں مرابحہ کا موضوع آیا، بیع بالتقسیط کا موضوع آیا، بینک انٹرسٹ کا موضوع آیا، غیر سودی قرض سوسائٹیوں کا موضوع آیا، کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ آیا اور کئی مسئلے ہیں جو اس عنوان سے جڑے ہوئے مسائل آئے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اکیڈمی کے سیمنار میں یا کسی بھی ادارے میں یا کسی اجتماع میں ایک دو مسئلے پر ہی گفتگو ہوسکتی ہے زیادہ اس سے بڑی ضرورت اس وقت یہ ہے کہ ایسے افراد کار تیار کئے جائیں جو اس میدان میں مستقل طور پر امت کی خدمت انجام دے سکیں اسی مقصد کے تحت ان تینوں اداروں نے باہمی اشتراک سے اس وقت آپ حضرات کو مدعو کیا اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ ماشاء اللہ یہ بہت نمائندہ اجتماع رہا۔ آپ سب

حضرات نے جس صبر وسکون اور تحمل کے ساتھ ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہوئے سنا اور اپنی بات سنائی اور اپنے مسائل پیش کئے یہ بڑی اہم بات ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ اتنے بڑے عالم کیسے ہوگئے تو فرمایا کہ میں نے استفادہ میں کبھی خجالت سے کام نہیں لیا فائدہ اٹھانے میں کبھی شرم و عار کو رکاوٹ نہیں بننے دیا اور ہم نے افادہ میں اور علمی فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا تو یہ مجمع ہمارا ماشاء اللہ اس کی ایک مثال ہے کہ اس میں ایک دوسرے سے استفادہ میں نہ کوئی شرم و عار کو حجاب بننے کا موقع ملا اور نہ اس میں کسی بخل سے کام لیا گیا آپ حضرات نے جو تجاویز پیش کیں ہیں جو مختلف حضرات نے تحریری طور پر پیش کیں یہاں کے پروگرام میں زبانی طور پر پیش ہوئی ان میں سے کچھ باتیں تو وہ بھی تھیں جو ہیں بہت مفید لیکن اس ورکشاپ کے موضوع سے ہٹ کر ہیں چونکہ اس ورکشاپ کا موضوع ہے ''دینی مدارس میں اسلامی معاشیات کا نظم'' تو کچھ ایسی تجاویز جو مطلق اسلامی معاشیات سے متعلق تھیں آئی ہیں دوستوں کی بعض ایسی تجاویز ہیں جو مطلقاً مدارس کے نصاب سے متعلق آئی ہیں بڑی مفید ہیں، بڑی نافع باتیں ہیں، لیکن چونکہ اس وقت ہمارے موضوع کے دائرے سے باہر ہے اس لئے ان کو شامل نہیں کیا جاسکا ہے بقیہ جو باتیں آئیں اور جس پر لوگوں کا عمومی طور پر اتفاق رائے محسوس ہوا ان تجاویز کو اس میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ایک کمیٹی کی بھی تشکیل دی گئی ہے، اصل میں نصابی کتاب کا مسئلہ بڑا نازک رہتا ہے ہمارے مدارس کے نصاب پر عام طور پر متون داخل کئے جاتے ہیں اور متون وشروح اور حواشی میں فرق یہ ہوتا ہے کہ شروح اور حواشی میں پختہ ناپختہ کچاپکا ہر طرح کا مواد شامل ہوتا ہے ہر طرح کے اقوال شامل ہوتے ہیں اور جو متون ہوتی ہیں ان میں بالکل چھنا ہوا مواد ہوتا ہے، اس لئے ارباب افتاء جانتے ہیں کہ ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ متون کی کتابوں پر فتوی دینا چاہئے شروح اور حواشی کی بنیاد پر فتوے نہیں دینا چاہئے۔ تو Text Book جو ہوتی ہے نصابی کتاب وہ اصل میں متن کا درجہ رکھتی ہے

جس میں پوری تمام مباحث کا مطالعہ کر کے پھر مرتب انتخاب کرے کہ ان میں سے کون سی چیزیں لائے جانے کے لائق ہیں داخل کئے جانے کے لائق ہے کون سی چیزیں وہ ہیں جو لوگوں کے نزدیک، اہل علم کے نزدیک قابل ترجیح ہیں اور ایک بات جو عام طور پر محسوس ہوتی ہے ڈاکٹر صاحب نے بھی ذکر فرمایا کہ بہت سی کتابیں مرتب ہوئیں مدارس کے نصاب کے لئے لیکن اس کی وہ پذیرائی نہیں ہوسکی جس کی وہ حقدار تھی جس کی ضرورت تھی۔ اس کی ایک وجہ ناواقفیت بھی ہے اور ہم لوگوں کی بے توجہی بھی۔ اس کا ہمیں اعتراف کرنا چاہئے، کچھ یہ بھی ہے کہ ہمیں نصاب کے مرتب کرنے سے پہلے باضابطہ ورک آؤٹ کرنا چاہئے کہ کس مضمون کے لئے مدارس کتنا سال وہ ہم کو وقت دے سکتے ہیں، سال میں وہ کتنے گھنٹے ہم کو دے سکتے ہیں اور پھر ہم نصابی کتاب ایسی تیار کریں کہ اتنے گھنٹے میں وہ کتاب پڑھائی بھی جاسکتی ہو بلکہ اگر کچھ ہوم ورک ہو تو اس کو بھی کیا جاسکتا ہے تو انشاء اللہ اس موضوع پر اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا اور مختلف ادارے مل کر اس کام کو کر پائیں تو ان تمام پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے انشاء اللہ اس کام کو کرنے کی کوشش کی جائے گی تا کہ وہ قابل قبول بھی ہو اور قابل عمل بھی ہو، انشاء اللہ، تو جو تجاویز ہیں آپ حضرات نے اس کے لئے ایک کمیٹی کی منظوری دی تھی عصر بعد ان کی نشست ہوئی اور وہ پڑھی جارہی ہے آپ کے سامنے ہوسکتا ہے کہ الفاظ کی نشست میں کہیں کچھ تھوڑی بہت تبدیلی کی ضرورت ہو تو انشاء اللہ بعد میں اس کی اصل روح کو باقی رکھتے ہوئے عبارت کے نوک و پلک درست کر دیئے جائیں گے:

تجاویز:

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز (نئی دہلی)، اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (جدہ) کے مشترکہ تعاون سے اسلامی مدارس میں اسلامی مالیات اور دوسرے متعلقہ مضامین کی تدریس کے امکانات کا جائزہ لینے کے لئے مؤرخہ

۲۵-۲۶/اپریل ۲۰۰۹ء مطابق ۲۹-۰۳/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ بروز ہفتہ، اتوار، کنونشن سینٹر جامعہ ہمدرد (نئی دہلی) میں ایک قومی ورکشاپ کا انعقادعمل میں آیا۔ جس میں پورے ملک سے ممتاز ومعروف دینی جامعات بہ شمول دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم (وقف) دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ نظامیہ حیدرآباد، جامعہ دارالسلام عمرآباد اور جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ کے نمائندے شریک ہوئے اور درج ذیل قراردادیں منظور ہوئیں:

۱- یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام ایک جامع نظام حیات رکھتا ہے، جو ہر جہت سے عالم انسانیت کی صلاح وفلاح کا علم بردار ہے، اس نے ایک عادلانہ معاشی نظام بھی انسانیت کے لئے پیش کیا ہے، جس کی افادیت اور مصالح سے ہم آہنگی صدیوں کے عملی تجربات سے ثابت ہوچکی ہے، جہاں قرآن وحدیث نے اس سلسلہ میں اصول ومبادی کی رہنمائی کی ہے، وہیں فقہاء کی اجتہادی کاوشوں نے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق اقتصادی میدان میں بھی پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے، اس طرح مدون ہونے والی اسلامی معاشیات دینی مدارس کے نصاب کا اہم ترین حصہ ہے اور ہمیشہ اس کو خصوصی اہمیت دی جاتی رہی ہے۔

۲- صنعتی انقلاب کے بعد جو معاشی ترقی وجود میں آئی اور مختلف معاشی ادارے قائم ہوئے، گذشتہ نصف صدی کے دوران ان اداروں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے اور شریعت اسلامی کی منصفانہ تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے کی قابل تحسین کاوشیں سامنے آئی ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی فقہ ترقی یافتہ معاشی اداروں کو محرمات سے پاک کرتے ہوئے زیادہ بہتر صورت میں پیش کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

۳- ہر عہد میں جو مسائل پیدا ہوں اور دین وشریعت سے ان کا تعلق ہو، ان کی نوعیت سے واقف ہونا اور ان پر احکام شریعت کو منطبق کرنا علماء وارباب افتاء کا فریضہ ہے، اس دور میں سرمایہ کاری کے بعض نئے طریقے مروج ہوئے ہیں، اسی طرح پوری دنیا میں اسلامی مالیاتی

اداروں نے بھی جائز متبادل کے طور پر شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے استثمار کے بعض نئے طریقے وضع کئے ہیں، مدارس کے فضلاء کو عموما اور افتاء کرنے والے طلبہ کو خصوصا اس سے واقف ہونا ضروری ہے؛ اس لئے دینی مدارس سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے یہاں بقدر ضرورت جدید معاشی تصورات اور اسلامی اصول معاشیات نیز ان کی عملی تطبیقات پر مشتمل تعلیم کا انتظام کریں۔

۴-مدارس میں معاشیات و مالیات کی تعلیم کا ایک عمومی مرحلہ ہونا چاہئے جو فضیلت سے پہلے ہو، اس میں معاشیات پر کوئی ایسی مختصر و آسان کتاب شامل کی جائے جس میں تعریفات، اصطلاحات، بنیادی تصورات، مختلف مالیاتی اداروں سے فراہم کی جانے والی خدمات نیز اسلامی فائنانس، اسلامی بینکنگ اور اسلامی انشورنس میں استعمال ہونے والی جدید مروجہ شکلوں کا تعارف اور ہماری کتب فقہ میں آنے والے مباحث سے ان کا ربط واضح کیا گیا ہو۔

۵-مدارس میں معاشیات کی تعلیم کا دوسرا مرحلہ فضیلت کے بعد ہونا چاہئے جو ایک سالہ یا دوسالہ ہوسکتا ہے، جس میں معاشیات اور فقہ المعاملات کو پوری اہمیت کے ساتھ داخل نصاب کیا جائے، نیز اس نصاب میں معاشی نظریات کی عملی تطبیقات اور کسی مالی ادارہ میں کم سے کم دوماہ کے عملی تجربات کو بھی شامل رکھا جائے، اس پس منظر میں حسب ضرورت انہیں انگریزی زبان کی بھی تعلیم دی جائے، مرکزی دینی جامعات سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھائیں اور اپنے یہاں انہیں خطوط پر "**اختصاص فی الاقتصاد الاسلامی**"کا شعبہ قائم کریں۔

۶-جن اداروں میں تربیت افتاء یا تخصص فی الفقہ کے شعبے قائم ہیں، ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے یہاں معاشیات سے متعلق بنیادی معلومات اور جدید مالیاتی اسلامی اداروں کے طریقہ کار سے متعلق فقہی مباحث کو بھی نصاب میں شامل کریں؛ تاکہ موجودہ

دور کے مالی معاملات کو سمجھنے میں انہیں سہولت ہو۔

۷-موجودہ حالات میں دینی تحقیقی اداروں خصوصاً اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز دہلی سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ دینی مدارس میں اسلامی معاشیات کی تعلیم کے دونوں مرحلوں کے لئے علماء فقہ اور ماہرین معاشیات کے باہمی تعاون سے نصابی کتابیں تیار کریں اور اس میں عالم اسلام اور عالم عرب کے وقیع لٹریچر سے خاص طور پر استفادہ کریں؛ کیونکہ اسلامی معاشیات پر عربی زبان میں تیار ہونے والا مواد براہ راست اسلامی مآخذ سے مستفاد ہے، نیز اس میں خاص طور پر معاشیات کے میدان میں مروج انگریزی مصطلحات کو بھی واضح کیا جائے؛ تاکہ اس کورس کو مکمل کرنے والے فضلاء آسانی جدید مالیاتی اداروں کو شرعی امور کے بارے میں مشورے دے سکیں۔

۸-طلبہ کو معاشیات اور خاص کر اسلامی معاشیات سے واقف کرانے کے لئے ماہرین کے توسیعی خطبات کا نظم کیا جائے، یہ انتظام حسب سہولت مدارس اپنے طور پر بھی کر سکتے ہیں، اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا سے بھی گذارش کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں کوشش کرے؛ کیونکہ یہ اس کے اغراض ومقاصد میں داخل ہے۔

۹-اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ جب تک باضابطہ اسلامی معاشیات کی تعلیم کا نظم نہ ہو جائے، اساتذہ فقہ اور ارباب افتاء کے لئے اس موضوع پر تربیتی کیمپ رکھے جائیں؛ تاکہ وہ صورت مسئلہ سے اچھی طرح واقف ہو سکیں اور اس کی روشنی میں احکام شرعیہ کو منطبق کریں۔

۱۰-جن اساتذہ سے فقہ کے اسباق متعلق ہیں، ان سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ فقہی ابواب کو پڑھاتے ہوئے ان ابواب سے متعلق پیدا ہونے والے نئے مسائل کا بھی طلبہ کے سامنے تعارف کرائیں اور ان پر روشنی ڈالیں۔

۱۱- یہ اجتماع، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز اور اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ جدہ، سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اسلامی معاشیات کو دینی مدارس کے نصاب میں شامل کرنے کے لئے نصاب کی تیاری، ماہرین کی فراہمی اور اساتذہ کی تربیت کا ایک منظم پروگرام بنائیں اور اس سلسلہ میں جلد سے جلد عملی پیش رفت کریں۔

۱۲- یہ اجتماع منظور ہونے والی تجاویز کو روبہ عمل لانے کے لئے درج ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل کرتا ہے؛ تا کہ جلد از جلد بہتر طور پر یہ اہم کام آگے بڑھ سکے:

۱- ڈاکٹر محمد منظور عالم ۲- ڈاکٹر اوصاف احمد

۳- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۴- مولانا عتیق احمد بستوی

۵- جناب امین عثمانی

۱۳- یہ ورکشاپ مسلم ملکوں اور غیر مسلم ممالک میں موجود مسلمانوں کے زیر انتظام اداروں کے ذمہ داروں سے خواہش کرتا ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اسلامی مالیات، اسلامی معاشیات اور ان کے متعلقہ علوم کو متعارف کرانے کی سعی کریں، ان اداروں سے یہ بھی درخواست ہے کہ وہ اسلامی بینک اور دوسرے مالیاتی ادارے قائم کریں؛ تا کہ اسلام کے معاشی اقدار اور اصولوں کے مطابق عمل اور اخلاقی بنیادوں پر مسلمانوں کی مالیات کی تنظیم ممکن ہو سکے۔

۱۴- اردو تصنیفی اداروں اور ناشرین سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ موجودہ ضرورت کے تحت اسلامی معاشیات سے متعلق لٹریچر کی تالیف و اشاعت پر خصوصی توجہ دیں اور اس کو اپنی ترجیحات میں شامل کریں۔

۱۵- یہ اجتماع اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز دہلی اور اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ جدہ کا شکرگزار ہے کہ انہوں نے وقت کے نہایت اہم موضوع پر مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں کی یہ مشاورتی نشست رکھی اور غور وفکر اور مذاکرہ کا

خوشگوار ماحول فراہم کیا، یقیناً ان کا یہ قدم دوررس اثر کا حامل ہوگا اور انشاء اللہ تعالی اس سے ہندوستان میں سود وقمار سے پاک معاشی اداروں کو وجود میں لانے میں مدد ملے گی۔

ناظم اجلاس

ابھی آپ نے تجاویز سنی، اب میں جناب ڈاکٹر اوصاف صاحب جن کی بڑی محنتیں اور کاوشیں اس پروگرام کے تعلق سے رہی ہیں اور اس کو منزل تک پہنچانے میں شامل ہیں ان کا تو شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ شرکائے اجلاس کا شکریہ ادا کریں:

ڈاکٹر اوصاف احمد

مجھے حکم ہوا ہے شکریہ ادا کرنے کا، پروگرام میں بھی کلمات تشکر لکھا ہوا ہے لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میں آپ سے آپ کو ایک راز میں شریک کروں اور وہ راز میں شریک کرنا یہ ہے کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ سیمینار کے آخر میں یا کسی بھی کانفرنس کے آخر میں شکریہ ادا کرنا ایک رسم بن گیا ہے؟ اور نہ جانے کیوں ایک کافی طویل عرصہ سے مجھ کو یہ رسم نبھانی بھی پڑ رہی ہے، بڑی الجھن ہوتی ہے، کوشش تو میں یہی کرتا ہوں کہ جہاں جہاں شکریہ ادا کرنے کی بات آئے تو میں کسی اور کو یہ کام کرنے کو دے دیتا ہوں لیکن یہاں کچھ ایسے واقعات پیش آئے اور اس پر سے مولانا کا حکم، غالباً مجھ کو ایسا خیال ہوتا ہے کہ میری یہ عادت، عادت ہی کہہ لیجئے یا الجھن یہ کس سبب سے کہ غالبا اردو کے شاعر تھے غالب دہلوی اسی شہر کے رہنے والے تھے اور میں ان کو بہت پسند بھی کرتا ہوں اس وجہ سے کیونکہ غالب کو تو وبائے عام میں مرنا بھی گوارا نہیں تھا اور فرماتے تھے۔

ہیں اہل خرد کس روش خاص پہ نازاں
وابستگیِ رسم و رہِ عام بہت ہے

یہاں تک کہ ان کا جنون اتنا بڑھا کہ اردو شاعری میں دو کریکٹر ہو گئے ایک تو فرہاد اور

دوسرے مجنوں تو فرہاد کو پسند نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ

تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد
سرگشتۂ خمارِ رسوم وقیود تھا

تو اس رسوم وقیود میں پڑنے کی مجھے للک ہوئی نہیں، ابھی گذشتہ دنوں میں جب سے میرا فقہ اکیڈمی سے رابطہ ہوا تو ایک حدیث ہماری نظر سے گذری "**لم یشکر اللہ الذی لا یشکر الناس**" تو یہ کہ اللہ کا ناشکرہ بندہ بننے سے بہتر ہے کہ انسانوں کا شکریہ ادا کردیا جائے چنانچہ ہم یہ شکریہ ادا کرتے ہیں، اور جب شکریہ ادا کرنے کے لئے یہ بات شروع ہی ہوئی ہے تو سب سے پہلے تو اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ بے سان وگمان اس نے اپنی بے کراں رحمت سے اور بے پایاں قدرت سے ایسے سامان مہیا کئے کہ یہ سمینار جو ایک خواب تھا ایک حقیقت بن گیا اور آپ حضرات یہاں تشریف لائے اور یہ کامیابی ہوئی ،لیکن صرف سمینار کے انعقاد کے لئے ہی اللہ کا شکر ادا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اور بہت سی نعمتیں ہیں جن کے لئے ہمیں اللہ تبارک وتعالی کا شکر گذار رہنا چاہئے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر کے بعد ان اداروں کا تذکرہ کرنا چاہئے جن کی کوشش اور کاوش سے یہ ورکشاپ منعقد ہوا، سب سے پہلے میں اسلامک فقہ اکیڈمی اور اس کے رفقاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس وقت یہ معاملہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے بعد انہوں نے دوبارہ پلٹ کرنہیں سوچا اور کھلے دل سے اس کا استقبال کیا اور مولانا امین عثمانی ندوی صاحب سے لے کر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور مولانا عتیق احمد قاسمی سب نے کھلے دل سے اس کا استقبال کیا اور فقہ اکیڈمی کے تمام وسائل اور تمام سہولتیں انہوں اس کے لئے رکھیں، اسی طرح انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز کے چیرمین جناب ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب یہاں پر موجود ہیں انہوں نے انسٹی ٹیوٹ کے جو وسائل تھوڑے بہت بھی ان کو میسر ہیں وہ سب کچھ حاضر کردیا،

سب سے زیادہ شکریہ ادا کرنا ہے اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ جدہ کا کہ اسلامی ڈیولپمنٹ بینک کا گروپ ممبر ہے انہوں نے ایک فیاضانہ عطیہ عنایت کیا جس کی مدد سے اس ورکشاپ کا انعقاد ممکن ہوسکا۔ ان کا ہم بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد ہم افراد کی طرف آتے ہیں سب سے پہلے جن علماء کرام نے اس ورکشاپ کے مختلف نشستوں کی صدارت فرمائی، افتتاحی اجلاس کے صدر جناب حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند کے ہم شکرگزار ہیں کہ اس ضعیف العمری میں انہوں نے اتنے سخت موسم میں دیوبند سے دہلی کا سفر اختیار کیا اور کل بہت وقت دیا، اسی طرح سے ہم شکرگذار ہیں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب کے کہ انہوں نے بھی سخت موسم میں علی گڑھ سے دہلی تک کا سفر کیا، تشریف لائے، کلیدی خطبہ دیا، میں ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں، اس کے بعد پہلی نشست کے صدر حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں، حضرت مولانا مفتی نعمت اللہ اعظمی صاحب جنہوں نے دوسری نشست کی صدارت فرمائی تھی ان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں، اور تیسری نشست کے صدر حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب کے بھی ہم شکرگذار ہیں، اور حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر صادق محی الدین صاحب جو اس نشست کی صدارت فرمارہے ہیں، اور حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا بھی میں بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں، اس کے علاوہ ان تمام لوگوں کا جنہوں نے مختلف موضوعات کے اوپر تحلیلی اور تنقیدی مقالے لکھے، ان مقالوں کو پیش کیا ہمارے دوست ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب جو یہاں موجود ہیں جو جدہ سے تشریف لائے، اسی طرح سے ہمارے دوست جناب سراج الحق صاحب اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں کام کرتے ہیں وہ بھی تشریف لائے آئی ڈی بی نے نامزد فرمایا تھا آپ دونوں کو یہاں پر آنے کے لئے۔ اس اجتماع میں ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے مدارس کا یہ نمائندہ

اجتماع ہے اور وہاں سے لوگ طرح طرح کی مصیبتیں اور تکالیف برداشت کرکے انہوں نے دودن کے لئے اس ورکشاپ کے لئے اپنا وقت دیا اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس موضوع پر یہ ورکشاپ منعقد کی گئی اس موضوع کی کتنی اہمیت ہے اس کو ہر آدمی نے یہاں ڈائس پر آکر اس کا اعتراف کیا کہ یہ ایک اہم موضوع ہے اور اس موضوع پر ورکشاپ کا انعقاد ایک خوش آئند قدم ہے ایک جرأتمندانہ کوشش ہے اور انشاء اللہ اس کا نتیجہ بھی بہت اچھا نکلے گا، میں آپ سب حضرات کا بہت شکرگذار ہوں بعض اداروں کے نام رہ گئے ہیں اور ان کے کارکنان کے بھی، مثلاً دارالامور کرناٹک سے لوگ تشریف لائے، یہ باغ سراج صاحب تشریف رکھتے ہیں، اسی طرح سے جامعہ اسلامیہ شانتاپورم سے محمد پلاتھ کیرالہ سے آئے ہیں، یہ لوگ یہی کہ ہندوستان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کی نمائندگی یہاں پر نہ ہوئی ہو بہت ہی تہہ دل سے آپ سب حضرات کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں ان کے بغیر یہ ورکشاپ اس نتیجے تک پہنچ نہیں سکتی تھی میں اپنے فرض میں ناکام رہوں گا اگر میں انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے ان کارکنان کا تذکرہ نہ کروں جن کی شب وروز کی محنت نے آپ کو جو کچھ ہوسکا وہ پہنچایا اور اس ورکشاپ کے انعقاد کو ممکن بنایا۔ بہت بہت شکریہ۔

ناظم اجلاس

جزاکم اللہ، آپ نے دیکھا کہ ہمارے ڈاکٹر اوصاف صاحب نے کتنا خوبصورت شکریہ ادا کیا اور اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو شاید ایک دو جملے سے زیادہ نہیں بول پاتا لیکن ان کی محبت کی بات ہے ۔

کیونکہ ایک حرف محبت کا اتنا سا فسانہ ہے
سمٹے تو دل عاشق اور پھیلے تو زمانہ ہے

انہوں نے اس کو پھیلایا ہے ماشاء اللہ اس موقع سے ہمارے ایک بزرگ عالم دین

حضرت مولانا عبدالقادر عارفی صاحب جوایران سے تشریف لائے ہیں اور وہاں کے تعلیمی وتحقیقی ادارے سے وابستہ ہیں اور اکیڈمی کے سمیناروں میں ہم لوگ ان سے استفادہ کرتے رہتے ہیں ان کے بھی ہم لوگ شکرگذار ہیں، ڈاکٹر صاحب کی طرف سے بھی شکرگذار ہیں جب بہت سے نام لئے جاتے ہیں تو ایک آدھ زبان سے رہ جاتا ہے اور واقعی یہ بڑا نمائندہ اجتماع ہوا، یعنی ہم لوگوں کی توقع سے بھی بڑھ کر جس سے اہل مدارس کی اس موضوع سے دلچسپی اور اس کی ضرورت واہمیت اور اس کی افادیت وناقعیت کے احساس کا اظہار ہوتا ہے اللہ تعالی امت کے مسائل کے لئے ہم لوگوں کو اس یکجہتی کو قائم رکھے، ہم آپ حضرات سے یہ امید رکھتے ہیں کہ اب جو اس کے آگے عمل کا مرحلہ ہوگا اس میں بھی آپ حضرات کی تائید وتقویت ان اداروں کو حاصل رہے گی یہ بات میں اس لئے عرض کررہا ہوں کہ ہم اکیڈمی کی طرف سے بار بار مدارس کے لوگوں کو خطوط لکھتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے یہاں ماہرین کے محاضرات رکھیں خطبات رکھیں چند دنوں کا ورکشاپ رکھیں فلاں فلاں صاحب اکیڈمی کی طرف سے جائیں گے لیکن بعض دفعہ اس خط کی کوئی رسید بھی نہیں مل پاتی تو ہوسکتا کہ انتظامی مسئلہ ہو ہمیں تو حسن ظن سے کام لینا چاہئے کہ انتظامی مشغولیات کی وجہ سے ہوتا ہو لیکن اس موضوع کی نزاکت اور اس کی اہمیت کو جس طرح آپ حضرات نے محسوس کیا ہے ہمیں امید ہے کہ اب جب آپ حضرات سے اس سلسلہ میں پیش کش کی جائے گی تو انشاء اللہ آپ کا بھرپور تعاون ساتھ رہے گا تاکہ اس کام کو آگے بڑھایا جاسکے میں آخر میں بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ اس نشست کے صدر محترم جناب حضرت مولانا مفتی صادق محی الدین صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے خطاب عالی سے ہم سب کو مستفید فرمائیں اور اپنی دعا پر اس مجلس کو ختم فرمائیں:

مولانا مفتی ڈاکٹر صادق محی الدین

ہم اور آپ سب جانتے ہیں کہ ہندوستان ایک غیر اسلامی ملک ہے یہاں اسلام

کا نور کچھ اللہ کے نیک بندوں کے ذریعہ سے آیا اور اسلام کی روشنی ہندوستان میں پہنچی اور جیسے جیسے اسلام آگے بڑھتا گیا اور اس کی روشنی پھیلتی گئی۔ مختلف ادوار میں کچھ تجدیدی اور اصلاحی ضرورتیں بھی لاحق ہوئیں تو اللہ تعالی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے علماء وصالحین کو پیدا فرمایا اور ان سے دین کا کام لیا اور اس کے کچھ عرصے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اشخاص کے بجائے یہ کام اللہ تعالی نے اداروں، جماعتوں، تنظیموں سے لیا۔ الحمدللہ یہ کام پھیلتا رہا اور ہندوستان کے اندر ہمارے دینی اداروں نے بڑا اہم رول ادا کیا اس کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان کے اندر اسلامی تعلیمات کا تحفظ اور مسلمانوں کے دینی شعور کی بیداری میں ہمارے دینی مدارس نے جو اہم رول ادا کیا ہے وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، اور پھر یہی نہیں ان کا ایثار ان کی قربانی اور پھر ان کا امت کے ساتھ دردوتڑپ کا معاملہ یہ ساری چیزیں جو اخلاص پر تھیں وہ رنگ لائیں۔ احقر بھی بچپن میں ایک چھوٹے سے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتا تھا وہاں کے ماحول میں جو چیز میں نے محسوس کی تھی کہ اساتذہ اس قدر بے نیاز تھے، ان کی تنخواہیں بالکل معمولی، پچاس روپے، ساٹھ روپے یہ 1960 کی بات میں عرض کرر ہا ہوں اور خود میرے استاد محترم تھے نابینا حافظ صاحب جو بچوں کو حفظ کراتے تھے اور بیچاروں کی تنخواہ ۵۰-۶۰ روپے سے بڑھ کر نہیں تھی لیکن الحمدللہ ان کے جذبہ اخلاص کی وجہ سے اللہ نے ایسی برکت دی تھی کبھی ہم نے ان کی پیشانی پر شکن محسوس نہیں کی۔ کبھی انہوں نے کوئی شکایت وشکوہ نہیں کیا کہ میری زندگی میں کوئی تنگی وتکلیف ہے، الحمدللہ ایسی خوشحالی سے، اور ایسی سمجھئے کہ جذبات مسرت سے وہ زندگی گذارتے تھے۔ اب ان کا عالم یہ تھا کہ مدرسہ کے اوقات مقرر تھے وہ تو اپنی جگہ تھے لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے بس بچوں کی فکر رکھا کرتے تھے میں اپنا واقعہ عرض کرر ہا ہوں کہ بچے جانتے ہیں آپ لوگ کہ مختلف کھیل کھیلتے ہیں وہاں ہمارے دکن کے علاقہ میں بیر گلی ڈنڈا کا ایک کھیل رائج ہے احقر بھی جب نو دس سال کی

عمر تھی تو بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو اس کی گلی کی نوک احقر کی آنکھ میں لگ گئی اور آنکھ خون سے سرخ ہوگئی، استاد محترم کو جب اطلاع ہوئی تو اس قدر درد مند ہوئے اور فکر مند ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر مجھے لے جا کر گرم چاول میں گھی ڈال کر ایک پوٹلی بنا کر انہوں نے نابینا ہونے کے باوجود میری آنکھوں کو سینکا تو اس طرح الحمدللہ میری تکلیف دور ہوئی ہمارے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے جو اساتذہ ہوتے ہیں وہ ایسی محبت ایسی شفقت رکھتے تھے کہ ماں وباپ بھی کیا اپنی اولاد سے اتنی الفت ومحبت رکھتے ہوں گے تو یہ جذبات ان کے جو اخلاص پر مبنی تھے اس کی وجہ سے اسلام کی روشنی باقی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک باقی رہے گی۔تو میں عرض کر رہا تھا کہ ان مدارس کا بڑا اہم رول ہے اور پھر یہ بات ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے جو فارغین ہیں الحمدللہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں امت کی رہبری ورہنمائی کرتے رہے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ جو شعبہ مالیات کا ہے، اقتصادیات کا ہے، یہ شعبہ بھی انشاءاللہ علماء کی رہبری ورہنمائی سے خالی نہیں رہے گا، آج اس عظیم مقصد کے لئے ہم سب یہاں جمع ہیں اور پھر ہمارے اسلامک فقہ اکیڈمی کے ساتھ جن اداروں نے تعاون عمل کیا ہے اور پھر ہمارے علماء وفضلاء اس گرما کے موسم میں سفر کر کے دشواریوں کو اٹھاتے ہوئے یہاں تک آئے اور اس اہم مقصد کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں تو انشاءاللہ ہمارا یہ جمع ہونا خالی نہیں جائے گا۔

ہمارے علماء کا یہ سر جوڑ کر بیٹھنا، اتحاد اور آپس میں ایک دوسرے کا تعلق ضرور رنگ لائے گا، یہ دینی مدارس سے معاشیات واقتصادیات کی تعلیم کے اندر ہمارے علماء اختصاص کے ساتھ آگے بڑھیں گے اور قوم وملت کی رہبری ورہنمائی کریں گے، میں شکرگزار ہوں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اور فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں وکارکنان کا کہ انہوں نے اس موقع پر اس حقیر کو یاد کیا، یہ دراصل اس قسم کی جو مجلسیں ہوتی ہیں جہاں علماء کے مل بیٹھنے کا موقع ملتا ہے یہ دراصل ہمارے لئے ایک روحانی غذا ہے، ہمارے استاد محترم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی طالب علم

رات میں مطالعہ نہیں کرتا اور صبح میں آتا ہے درس میں اور کوئی بات صحیح طور پر جواب نہیں دے پاتا تو وہ مولانا فرماتے تھے ایک مثال دے کر کہ رات آپ کے ساتھ دُلہن تھی اور آپ نے اس کا گھونگھٹ تک نہیں اٹھایا۔ یہ حضرت مولانا مفتی سعید صاحبؒ بڑے دردمند عالم دین تھے مدراس کے تھے اور مدراس میں انہوں نے مدرسہ بھی قائم کیا، مدراس کے قریب چنگل پیٹ ایک مقام ہے اور وہیں وہ آرام فرما ہیں، بہر حال یہ ہے کہ اساتذہ کے اندر جو شفقتیں اور محبتیں تھیں وہ تربیت بھی کیا کرتے تھے اپنے بچوں کی اور واقعہ یہی ہے کہ جس کو علم کا ذوق ہوجائے، چسکا لگ جائے تو ظاہر ہے کہ اس کو کسی اور چیز میں وہ لذت حاصل نہیں ہوسکتی جتنی کہ علم کے سیکھنے میں اور سمجھنے میں ہوتی ہے اور پھر اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو اور غور و تحقیق کے بعد وہ مسئلہ حل ہوجائے تو جو روحانی مسرت ایک عالم کو ایک مفتی کو ایک دیندار انسان کو ہوتی ہے وہ دنیا کی کسی چیز میں وہ لذت نہیں مل سکتی۔ تو آج ماحصل یہ ہے کہ انسان کی جسمانی لذتیں کچھ ہیں، روحانی لذتیں کچھ ہیں، یہ میں سمجھتا ہوں کہ درسیات سے ہمارا تعلق جو پڑھنے پڑھانے کا ہے اور جن سے ہمارا ہماری نسبت قرآن پاک سے احادیث پاک سے اور فقہاء امت کے جمع کردہ ضابطوں اور قوانین سے ہے یہ ہمارے لئے بہت بڑی قیمتی روحانی غذا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس اجتماع میں شریک ہو کر بھی میں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے اور پھر یہ ہے کہ علم سیکھنے کی کوئی انتہا نہیں ہے مرنے کے وقت تک علم کے چشمے جو ہیں انسانوں کو سیراب کرنے کے لئے مل سکتے ہیں، یہاں بڑے علماء ذی وقار اور اہل علم اور اہل دانش تشریف لائے اور پھر بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس اجتماع میں ہمارے دانشور اور موجودہ دور کے ماہرین اقتصادیات و ماہرین معاشیات بھی تشریف فرما ہیں اور ان کو بھی سننے کا اور استفادہ کا موقع ملا۔ اس طرح ہمارا یہاں آنا میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لئے خاص طور پر میں اپنے لئے محسوس کرتا ہوں کہ میرے لئے روحانی غذا کا ذریعہ بنا ہے، میں شکر گذار ہوں اکیڈمی کا بھی اور دیگر ذمہ داروں کا بھی جنہوں نے اس موقع پر مجھے یاد کیا اور آخر

میں ہمارے محترم ڈاکٹر اوصاف صاحب نے جتنا پیارا شکریہ ادا کیا ہے طبیعت چاہتی ہے کہ ان کا بھی شکریہ ادا کیا جائے، اب اس مجلس کو اختتام کی طرف پہنچنا چاہئے !

دعا کے بعد ورکشاپ اختتام پذیر ہوئی۔

وثائق

1- پیغام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی *

مکرم وعزیز ومحترم جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ
جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، دہلی

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

آپ کا دعوت نامہ برائے شرکت ورکشاپ ملا، آپ کے اجتماع میں شرکت میرے لئے خوشی کا بھی باعث ہوتی ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ ثواب کا بھی کام ہے، لیکن میں اپنی صحت کی برداشت وموسم کے لحاظ سے مجوزہ نشست میں شرکت نہیں کر رہا ہوں، اور ہمارے یہاں سے نمائندگی بھی ہورہی ہے، جو انشاء اللہ کافی سے بھی زیادہ ہے، رہا میرا خیال اور رائے تو آپ کو اندازہ بھی ہوگا، میں نے اپنے خط میں کچھ اشارہ بھی کیا تھا، جس کو آپ نے پسند فرمایا اور سراہا۔

میں نے یہ بات اس لئے عرض کی تھی کہ اسلام کے ذہن میں اور موجودہ مغربی ذہن میں معاشیات کے متعلق بہت بین فرق ہے، اگرچہ اسلام میں بھی زندگی گزارنے کے لئے جتنی فکر کی ضرورت ہے، اس کو انجام دینے کی تاکید ہے، اور اس کی دو مثالیں نمایاں ہیں: ایک تو یہ کہ حضور ﷺ نے ایک طالب حاجت کو اس کے گھر کے پیالے کو منگوا کر نیلام کر کے ایک درہم اس کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دیا اور دوسرے درہم میں کلہاڑی خرید کر اپنے دست مبارک سے دستہ لگایا اور کہا کہ لکڑی کاٹو اور بیچو اور اس سے کام چلاؤ، دوسرے حج کے موقع پر ایک

---

* ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

صحابیؓ نے پیشکش کی کہ وہ اپنی ساری ملکیت اللہ کی راہ میں دے دیں، آپ ﷺ نے منع فرمایا، انہوں نے کہا: نصف دے دیں، آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا، انہوں نے کہا کہ ثلث دے دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ثلث بھی بہت ہے، لیکن کر سکتے ہو، اور دیکھو اپنے بچوں کو بے سہارا چھوڑنے کے بجائے ان کے لئے انتظام کر کے جاؤ۔

ان دو مثالوں سے آپ ﷺ نے ہم کو یہ اصول دیا کہ ضرورت کے لئے معاشیات کی فکر صحیح ہے، لیکن مغربی اصول یہ ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ مل سکے چاہے دوسرے کا پیٹ کاٹ کر ملے، اس کی کوشش کی جائے۔ انسان کا پیٹ ایک حد رکھتا ہے، اور دوسرے انسان بھی انسان ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کو اگر ایک میدان بھر کے سونا مل جائے تو وہ چاہے گا کہ دوسرا میدان بھی بھر کے مل جائے، اور دوسرا بھی مل جائے تو تیسرے کی خواہش کرے گا، اور فرمایا کہ انسان کا پیٹ مٹی ہی بھرے گا۔ مغربی معاشیات اسی انسان کی مثال ہے، اس کے نتیجہ میں کچھ لوگ بے انتہا دولت مند ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ دو وقت کے کھانے کے بھی محتاج ہو جاتے ہیں، یہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہوتا ہے، اور کمیونسٹ معاشی نظام میں تو ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ معاشی حصول کی کوشش خود اختیاری نہیں رہی اور محنت کرنے والے کو کام کے جذبے سے محروم کر دیا گیا، اسلام میں دونوں نقائص سے بچنے کا انتظام ہے، لہذا ان دونوں نظاموں سے ہٹ کر جو صورت اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہے اس کو بنیاد بنا کر ہم کو اسکیم سوچنی ہے۔

اللہ تعالی نے اسلام میں بطور خاص زکوۃ کا بہت اچھا نظام بھی رکھا ہے، اگر اس کا استعمال صحیح ہو تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہو سکتی، اگر زکوۃ کا نظام بھی کافی نہ ہوا ہوتا تو اللہ تعالی علیم و خبیر ہے، اس سے زیادہ کا اصول مقرر فرماتا، وہ فرماتا ہے: "وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللّٰهِ، وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ زَكوٰةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ" (الروم: ۳۹) (اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو، تو خدا کے

نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوۃ دیتے ہو اور اس سے خدا کی رضامندی طلب کرتے ہو (تو وہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو) دوچند، سہ چند کرنے والے ہیں)، پھر سود کی جو شناعت بتائی گئی ہے اور اس کو اللہ تعالی سے جنگ کرنے کی صورت قرار دی گئی ہے، تو اس کی حیثیت سانپ کی ہے جس کو دیکھ کر آدمی ڈر جائے اور اس سے بھاگے، نہ کہ اس کے قریب ہونے کی کوشش کرے اور اس کے چکنے چکنے جسم پر ہاتھ پھیرے۔

اسلام ایک جامع مذہب ہے، اس میں زندگی کے سارے پہلوؤں کو سمیٹا گیا ہے، اسے صرف عقائد اور عبادات ہی تک محدود نہیں رکھا گیا ہے، بلکہ اس میں زندگی کے ان پہلوؤں کی بھی رعایت رکھی گئی ہے جو انسان کی جائز اور فطری جائز ضرورتوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کا معاشیات سے بھی خاصا تعلق ہے، لہذا اس کی فکر کرنا اسلام میں صرف جائز ہی نہیں، بلکہ بعض موقعوں پر ضروری قرار دی گئی ہے، لیکن اسلام کی اس جامعیت کے ساتھ اس میں مناسب لحاظ رکھنے کو بتایا کہ کون چیز کتنی زیادہ ضروری ہے اور کون چیز کم ضروری ہے، اس کو مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے، کہ ایک بار حضور ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، بڑا تجارتی کارواں آیا اور کاروبار سے تعلق رکھنے والے اس کی طرف متوجہ ہوکر اس طرف جانے لگے، اس پر اللہ کی طرف سے گرفت آئی کہ اللہ کی عبادت کی طرف بلایا جارہا ہے، اس کو چھوڑ کر فوری طور پر مالی منفعت کی طرف توجہ کی جانے لگی، لہذا اس پر تنبیہ ہوئی، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا کہ تم نماز ادا کرلو اور پھر جاؤ اور اپنی مادی ضرورت کی طلب میں لگو، یہ نہیں کہا گیا کہ ہر حال میں صرف ایک ہی پہلو میں محدود رہو: ''يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ'' (سورۃ الجمعۃ:۱۰)

(مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی

نماز) کے لئے جلدی کرو، اور (خرید و) فروخت ترک کردو، اگر تم علم و سمجھ رکھتے ہوتو یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کا فضل تلاش کرو)

تو اس میں ترتیب بتادی گئی کہ کس کی اہمیت کتنی ہے، لہذا ہم کو دونوں کی فکر کرنا ہے، دوسری مثال حضرت ابوبکرؓ کی ہے کہ وہ بڑے تاجر و کاروباری تھے، جب وہ خلیفہ ہوئے تو اپنے کاروبار کے لئے چلے، حضرت عمرؓ نے ٹوکا کہ امت کے نظم و نسق و انتظام کے کام کیسے ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ اپنے معاش کی ضرورت کا کیا کریں؟ انہوں نے کہا: اس کا معاوضہ حکومت سے لیجئے، تو حکومت کے انتظام کی اہمیت کی وجہ سے راضی ہوگئے، وہ چاہتے تو اپنے معیار کے مطابق معاوضہ لیتے، سربراہ تھے، اسی کے مطابق معاوضہ لے سکتے تھے، لیکن انہوں نے صرف اتنا ہی معاوضہ قبول کیا جس میں کسی قدر تفقر کے ساتھ زندگی گزر سکتی تھی اور اس میں اخیر تک سخت رویہ رکھا، جس کا واقعہ تاریخ میں آتا ہے۔

لہذا مسئلہ ترتیب کا ہے، ضرورت ہر پہلو کی ہے، لیکن اس میں اولیت اور ثانویت کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ اس میں اسلام اور مغربی نقطۂ نظر کا تضاد بھی ہے، لہذا ہم کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھنا ہے، مغرب نے دولت بڑھانے کو اولیت دی ہے اور اس میں حرص و ہوس کو بنیاد بنایا ہے اور اسلام نے اولیت ضرورت کو دی ہے اور انسانی ہمدردی اور سب کی خیر خواہی کو اولیت دی ہے۔ اسی لئے زکوٰۃ کا نظام رکھا ہے، مغربی نظام میں سودی بینکوں کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے، جس کا خراب نتیجہ فوراً تو نہیں نکلتا، لیکن بعد میں اس کا نقصان سامنے آتا ہے، جیسا کہ آج کل اچانک دنیا میں اس وقت واقع ہورہا ہے۔ لہذا ہم کو ایسی راہ تلاش کرنی ہے جس کا اچھا پہلو حاصل ہو اور برے پہلو سے ہم بچ سکیں۔ مدارس دینیہ کو اصل اہمیت دینیہ ہونے کی ہے، اس کے لئے ہم کو اس اصول کو رہنما بنانا ہے جو حضور ﷺ کے نماز جمعہ کے سلسلہ میں ہمارے سامنے

بحیثیت رہنمار کھا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں اسلامی اصول کو بنیاد بنا کر غور کرنا چاہئے کہ اسلامی نظام اقتصادیات کو نئے حالات اور نئے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے کس طرح مرتب کیا جائے۔ اقتصادیات زندگی کی اہم ضرورت ہے، اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، لیکن غیروں کے نظام کے اثر سے اپنے کو بچاتے ہوئے اسلامی اصول کے تحت حل ڈھونڈنا چاہئے، اس کے لئے ہمارے مسلم کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جہاں ریسرچ کے بھی اچھے انتظامات ہیں، مغربی اصول اقتصادیات کے گرداب میں سے نکلنے کے لئے تحقیق وغور وفکر کا نظام قائم کرنا چاہئے جو کہ اب تک عموماً نہیں ہے، جو کہ افسوس کی بات ہے، دسیوں بیسیوں سال سے وہی مغربی طرز فکر کی ترجمانی جاری ہے، رہے ہمارے دینی مدارس تو وہاں بھی اقتصادیات کا بقدر ضرورت تعارف اور اس میں اسلامی نقطۂ نظر کی تعلیم کا نظام ہونا چاہئے۔

میں معاشیات کی اہمیت کو سمجھتا ہوں اور اس کے مسائل وتدابیر پر بہتر سے بہتر طریقہ سے غور کرنے کا قائل ہوں، اور اس کی فکر کو ضروری سمجھتا ہوں، لیکن اسلامی اصول کو نظر انداز کئے بغیر نہیں، جس میں تجارت وسود کو خلط ملط کیا جاتا ہے، امید کرتا ہوں کہ آپ ماہرین معاشیات اسلام کی محبت میں اور قرآنی حکم کو اہمیت دینے میں کمی نہ کریں گے۔

میری یہ چند معروضات ہیں اور میں اس اجتماع کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں اور حاضر نہ ہونے پر معذرت خواہ ہوں۔

والسلام

مخلص

(سید محمد رابع حسنی ندوی)

ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

۲۷/۴/۱۴۳۰ھ

۲۴/۴/۲۰۰۹ء

2- ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات واقتصادیات کی تعلیم ورکشاپ کی روداد

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی اور اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (آئی ڈی بی جدہ) کے باہمی تعاون سے 25-26/اپریل 2009ء مطابق 29-30/ربیع الآخر 1430ھ کو "ہندوستانی مدارس میں اسلامی مالیات واقتصادیات کی تعلیم" کے موضوع پر ایک دوروزہ قومی ورکشاپ کا انعقاد عمل میں آیا، جامعہ ہمدرد کے کنونشن سنٹر میں منعقد ہونے والے اس قومی ورکشاپ میں ملک وبیرون ملک کے نامور علماء اوردانشوران نے شرکت کی، ہندوستان کی تمام اہم دینی درسگاہوں کے ذمہ داران اور متعدد معروف ماہرین اقتصادیات کی شرکت نے ورکشاپ کی افادیت کو دو چند کردیا، ورکشاپ میں اسلامی ڈیولپمنٹ بینک (جدہ) کی نمائندگی ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی (استاذ اسلامی اقتصادیات ملک عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ)، اورجناب سراج الحق (اسلامی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، آئی ڈی بی، جدہ) نے فرمائی۔ اس میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی (سابق پروفیسر ملک عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ)، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)، مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی (استاذ حدیث دارالعلوم، دیوبند)، مولانا سید نظام الدین صاحب (امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ)، مولانا مفتی صادق محی الدین (مفتی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد) مولانا عبد القادر عارفی (ایران)، مولانا کاکا سعید احمد عمری (جامعہ دارالسلام، عمرآباد)، مولانا سید محمد ولی رحمانی

(سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی،مونگیر)، ڈاکٹر ایم وائی باغ سراج (کرناٹک) اور ڈاکٹر رحمت اللہ (ممبئی) کےعلاوہ متعدد اہم ونامور علماء ودانشور شریک ہوئے۔

ورکشاپ کا افتتاحی اجلاس 25/اپریل 2009ء بروز سنیچر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) کے زیر صدارت منعقد ہوا۔پروگرام کا آغاز صبح دس بجے مولانا عبد اللہ طارق صاحب کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا،مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی (سکریٹری برائے علمی امور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)، جناب محمد سراج الحق صاحب (آئی ڈی بی جدہ) اور ڈاکٹر اوصاف احمد (آئی او ایس ،نئی دہلی) نے اپنے اپنے اداروں کی جانب سے شرکاء کا خیر مقدم کیا۔حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اگر چہ پہلے سے طے شدہ بعض مصروفیات کی وجہ سے خود شریک نہ ہو سکے،لیکن آپ نے اکیڈمی کی اس کوشش کی تحسین کرتے ہوئے اپنا پیغام ارسال فرمایا، جسے مولانا صفدر زبیر ندوی نے پڑھ کر سنایا، پیغام میں کہا گیا ہے: ’’اسلامی اصول کو بنیاد بنا کر غور کرنا چاہئے کہ اسلامی نظام اقتصادیات کو نئے حالات اور نئے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے کس طرح مرتب کیا جائے، اقتصادیات زندگی کی اہم ضرورت ہے، اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا،لیکن غیروں کے نظام کے اثر سے اپنے کو بچاتے ہوئے اسلامی اصول کے تحت حل ڈھونڈنا چاہئے، اس کے لئے ہمارے مسلم کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جہاں ریسرچ کے بھی اچھے انتظامات ہیں،مغربی اصول اقتصادیات کے گرداب میں سے نکلنے کے لئے تحقیق وغور وفکر کا نظام قائم کرنا چاہئے جو کہ اب تک عموماً نہیں ہے، جو کہ افسوس کی بات ہے، دسیوں بیسیوں سال سے وہی مغربی طرز فکر کی ترجمانی جاری ہے، رہے ہمارے دینی مدارس تو وہاں بھی اقتصادیات کا بقدر ضرورت تعارف اور اس میں اسلامی نقطۂ نظر کی تعلیم کا نظام ہونا چاہئے‘‘۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) نے اپنی افتتاحی تقریر میں دینی مدارس کی اہمیت اور ان کی خدمات پر روشنی ڈالی، انہوں نے ہر دور میں

سماج کی فلاح و بہبود میں مسلم علماء کے نمایاں کردار کا تذکرہ کیا اور اسلام کے متوازن اقتصادی نظام کی خوبیوں کے پیش نظر اس کی نشر و اشاعت میں علماء کرام کی خدمات کو یاد کیا، انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ماضی میں ہندوستانی علماء مثلاً سید مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا سید حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ وغیرہم نے اس موضوع کو مرکز توجہ بنایا ہے، لیکن موجودہ دور میں مسلم علماء و مدارس کی توجہ اس طرف نسبتاً کم رہی ہے۔ موضوع کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے فرمایا کہ آج پوری دنیا اس نظام کی برکتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے بے قرار ہے، لہذا یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ آگے آکر اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات کو عام کریں اور اس سلسلہ میں لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے اپنے کلیدی خطبہ میں اسلامی مالیات کی اہمیت و خصوصیت بیان کرتے ہوئے مدارس کے لئے اس کی نصاب سازی کے دوران بعض قابل توجہ امور کی نشاندہی فرمائی جو درج ذیل ہیں:

۱- نصاب بنانے والوں کا اصل کام مالیات کے باب میں حدود اور مقاصد کو سمجھنے اور سمجھانے کا ہے۔

۲- اسلامی مالیات کی تدریس میں معاشی تاریخ کو مرکزی مقام ملنا چاہئے۔

۳- متن قرآن وسنت، اسلامی تاریخ اور موجودہ زمینی حقائق کی روشنی میں اسلامی مالیات کی تدوین ابھی ابتدائی مراحل میں ہے، اور اس سلسلہ میں کافی تحقیقی کام کی ضرورت ہے، چند بڑی دینی درسگاہوں میں اسلامی مالیات پر بنیادی تحقیقی کام ضرور ہونا چاہئے۔

۴- دینی مدارس میں اسلامی مالیات کی تعلیم کے لئے معاصر مالیات کے نشو و ارتقاء پر گہری نظر درکار ہوگی، نصاب میں اسے بھی جگہ ملنی چاہئے۔

۵- اسلامی مالیات کی تدوین میں متن اور مقاصد و مصالح دونوں پر نظر رکھنا ضروری ہے،

چنانچہ دینی مدارس میں مقاصد شریعت، بالخصوص اقتصادی زندگی سے تعلق رکھنے والے مقاصد کے مطالعہ کی طرف خصوصی توجہ درکار ہے۔

ڈاکٹر صدیقی نے اپنے کلیدی خطبہ میں دینی مدارس کے نصاب میں مناسب تخفیف، اساتذہ کی جز وقتی یا اعزازی خدمات کے حصول اور نصابی کتب کی تیاری کے مسئلوں پر بھی توجہ دلائی اور اس سلسلہ میں مختلف اداروں سے تعاون کے حصول پر زور دیا۔

مولانا عتیق احمد قاسمی نے ورکشاپ کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: اس وقت دنیا کے بہت سے ممالک میں اسلامی بینک کاری کا نظام روبہ عمل ہے اور اب یہ خواب ایک حقیقت کی صورت اختیار کر چکا ہے، چنانچہ دنیا میں تین سو سے زائد ادارے غیر سودی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں، علماء کرام پر ان کی رہنمائی کا فریضہ عائد ہوتا ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے مدارس میں اسلامی اقتصادیات کے مختلف ابواب کے سلسلہ میں نظریات سے واقفیت بہم پہنچانے کی اہمیت پر زور دیا۔

ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب (چیئر مین انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی) نے اپنے خصوصی خطاب میں موجودہ زمانہ میں اس موضوع کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: ہندوستان عنقریب ایک بڑی عالمی طاقت بننے والا ہے اور حکومت کے لئے اسلامی بینک کاری کو قبول نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے، اس موضوع پر غور وفکر کے لئے تشکیل دی گئی کمیٹی کے متعلق انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس کی رپورٹ مثبت ہوگی، انہوں نے مزید کہا کہ ہندوستان میں اپنے طرز پر تعلیمی اداروں کے قیام کی پوری اجازت ہے، اس پر بندشیں نہیں، البتہ چند دشواریاں ہیں، جنہیں کوشش کے ذریعہ دور کیا جا سکتا ہے، انہوں نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ ہندوستانی علماء ودانشوران نے ہمیشہ عالمی مسائل کا انوکھا حل پیش کیا ہے، اور انشاء اللہ اس میدان میں بھی وہ پیچھے نہیں رہیں گے۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی صاحب (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے اس موقع پر اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا کہ عہد نبوی ﷺ میں مالیات اور معاشیات کے مسئلہ کو تمام مسائل پر مؤثر رکھا گیا، چنانچہ پہلے سیاسی بالادستی حاصل کی گئی اور پھر ان مسائل پر توجہ دی گئی، کیونکہ سیاسی برتری کے بغیر معاشی مسائل کی اصلاح کا عمل ناممکن ہے، انہوں نے مدارس میں اقتصادی تعلیم کے تعلق سے دو امور کی طرف توجہ مرکوز کرائی، (۱) نصاب میں جدید اصطلاحات اور نئی زبان کا استعمال، (۲) نظریات کے ساتھ ساتھ عملی مشق اور تجربہ۔

اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا: مدارس کے وسائل ابھی محدود ہیں اور وہ بہت سے کام چاہ کر بھی نہیں کر پا رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ابھی مدارس اسلامی علوم کے سرمایہ کی حفاظت کا کام کر رہے ہیں اور یہ بذات خود ایک بڑا کام ہے، آپ نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ پھر بھی مدارس کو سماجی مسائل پر توجہ دینے کی زیادہ ضرورت ہے، آپ نے اسلامی اقتصادیات کے نصاب پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مضمون مدارس میں موجود ہے لیکن اسے جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔

مولانا زبیر احمد قاسمی نے مشارکین اور ان اداروں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس ورکشاپ کے خواب کو عملی جامہ پہنانے میں اپنا تعاون پیش کیا۔

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب (مہتمم دار العلوم وقف دیوبند) نے اپنے صدارتی خطاب میں موضوع کی اہمیت اور مدارس میں اقتصادیات کی تعلیم پر روشنی ڈالی، آپ نے فرمایا کہ یہ ایک مبارک قدم ہے کہ علماء آج ایک بار پھر ایک اہم دینی فریضہ کی ادائیگی کے لئے سر جوڑ کر بیٹھے ہیں اور یہ امر قابل مسرت ہے کہ ہمیں اس میں دانشور طبقہ کا تعاون حاصل ہے، مولانا محترم کی دعا پر اس جلسہ کا اختتام ہوا۔

افتتاحی اجلاس کے بعد ورکشاپ کی پہلی نشست ''ہندوستانی مدارس میں اسلامی مالیات و

اقتصادیات کی تعلیم-موجودہ صورت حال اور امکانات'' کے موضوع پر منعقد ہوئی، اس نشست کی صدارت حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے فرمائی، اس میں کنوینر کے فرائض مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی صاحب نے انجام دیئے، پہلا مقالہ ''مدارس کے موجودہ نصاب میں اقتصادیات کا حصہ'' کے موضوع پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے پیش کیا، اس مقالہ میں مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب قرآن، حدیث، فقہ اور اصول میں معاملات کی موجودگی اور طرز تدریس کا جائزہ پیش کیا گیا، اس میں واضح کیا گیا کہ معاملات کے باب میں جزوی تفصیلات نہایت کم اور عموماً کلیات اور اصول ملتے ہیں اور اسی وجہ سے اس میں زمانہ اور حالات کے اعتبار سے فقہاء کے لئے غور وفکر کے وسیع مواقع موجود ہیں، اس مقالہ میں اس بات کی طرف بھی توجہ مرکوز کرائی گئی کہ تفسیر کے نصاب میں طلباء کی توجہ اصول ومبادی اور معاملات کے باب میں ملحوظ بنیادی مقاصد کی طرف نہیں ہو پاتی، جبکہ یہ اصول ومبادی قرآن میں جابجا موجود ہیں، اسی طرح حدیث کی تدریس میں بھی کبھی کبھی تو عبادات کے اختلافی مباحث پر تفصیلی بحثوں کے نتیجہ میں بعض معاملات پر خاطر خواہ توجہ نہیں ہو پاتی اور ان کی تدریس کے وقت بھی احکام کی مصلحتوں اور شریعت کے مقاصد پر کماحقہٗ نظر نہیں ڈالی جاتی۔ مقالہ میں فقہ کی تدریس کے طریقہ میں تبدیلی لانے کی ضرورت پر زور دیا گیا جس میں اساتذہ فقہاء کی تصریحات کو موجودہ دور کے طریقہ معاملات پر منطبق کرنے کی کوشش کریں اور اس دور میں رائج نئی اصطلاحات اور نئے طریقوں کا عنوان کی مناسبت سے ذکر کریں، اس سے طلباء ان مضامین کو تطبیقی طور پر سمجھ سکیں گے اور ان میں یہ یقین پیدا ہوگا کہ یہ محض نظری احکام نہیں، بلکہ آج کی دنیا میں بھی قابل عمل ہیں، ایسے ہی قواعد فقہیہ جن کی فقہ المعاملات میں خاصی اہمیت ہے، ان کو ہمارے دینی مدارس کے نصاب میں کم جگہ مل پائی ہے، اس لئے مقالہ میں اس بات کی ضرورت کا احساس دلایا گیا کہ فضیلت سے پہلے قواعد فقہ پر کوئی مختصر کتاب داخل نصاب

کی جائے اور تربیت افتاء کے طلبہ کو بطور خاص اسلام کے مالیاتی قوانین سے متعلق قواعد پر کوئی منتخب کتاب پڑھائی جائے۔

ڈاکٹر اوصاف احمد نے اپنے مقالہ ''مدارس میں عصر حاضر کی ضرورت کے مطابق اسلامی مالیات کی تعلیم-ضرورت اور امکانات'' میں اسلامی مالیات اور بینک کاری کا پس منظر اور موجودہ صورت حال کا جائزہ پیش کیا، انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ مسلم امت کا سواد اعظم اسلامی بینک کاری کے اصولوں سے اچھی طرح واقف نہیں ہے اور اس ناواقفیت میں اسلامی مدارس اور سیکولر یونیورسٹیوں کے فارغین مساویانہ طور پر شریک ہیں، مقالہ نگار نے یہ پیش قیاسی کی کہ اگر اسلامی مدارس میں اسلامی معاشیات اور اسلامی مالیات کی تعلیم شروع ہوجائے تو فارغین کی عدم واقفیت دور کرنے کے ساتھ عوام الناس کی غفلت اور لاعلمی کا مناسب علاج بھی ہوسکے گا، انہوں نے ان چند مدارس کا تذکرہ کرتے ہوئے جہاں اسلامی مالیات کی تعلیم دی جاتی ہے اس سلسلہ کی مشکلات اور قابل توجہ امور کی نشاندہی فرمائی۔ چنانچہ مقالہ نگار نے انتظامی، مالی اور تعلیمی مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے اچھے اساتذہ کی فراہمی اور مناسب درسی کتب کی تیاری کی اہمیت کو بطور خاص اجاگر کیا کہ اس وقت اسلامی مالیات کے ظہور نے مدارس اسلامیہ کے لئے امکانات کے نئے دروازے کھول دیئے ہیں، اب یہ مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان امکانات کا صحیح جائزہ لے کر ان سے فائدہ اٹھانے کی سعی کریں۔

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی (استاذ اقتصادیات کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ) نے اس سلسلہ میں تیسرا مقالہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ''فقه المعاملات المالية الحديثة'' کو سمجھنا اور ان کے بارے میں شرعی حکم طے کرنا علماء کا موضوع اور حق ہے، کیونکہ اہل مدارس قدیم زمانہ سے فقہ المعاملات پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں، انہوں نے مزید فرمایا کہ شریعت سپروائزری بورڈ تو ماہرین شریعت کے بغیر بے معنی ہے، کیونکہ یہ وہی طے کرسکتے ہیں کہ معاملات کی نئی نئی

شکلیں دین وشریعت سے کہاں تک ہم آہنگ ہیں۔لیکن اس کے لئے ہمارے قدیم فقہی ورثہ میں جدید معاملات اور اصطلاحات کے اضافہ کی ضرورت ہے، انہوں نے امید ظاہر کی کہ اگر دینی مدارس اپنے یہاں اسلامی مالیات کی تعلیم شروع کریں تو وہ عصری اداروں کی بہ نسبت زیادہ کامیاب رہیں گے؛ کیونکہ روایتی طور پر یہ انہی کا میدان ہے۔انہوں نے مدراس میں اسلامی مالیات کی تعلیم کے امکانات پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی مالیات کی تدریس کے دو مراحل ہوسکتے ہیں، جس میں سے پہلا مرحلہ مالی معاملات سے واقفیت اور قدیم معاملات کی جدید صورتوں اور ان کے احکام کی تدریس پر مشتمل ہو، جبکہ دوسرا مرحلہ تخصص کا مرحلہ ہوسکتا ہے، اس ایک یا دو سالہ اختصاص میں اسلامی مالیات اور متعلقہ موضوعات کی مکثف تدریس (Intensive Teaching) ہونی چاہئے، انہوں نے اس راہ کی بہت سی مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا مناسب حل بھی تجویز کیا۔

اس کے بعد اس موضوع پر ایک طویل مناقشہ ہوا جس میں مختلف مدارس کے ذمہ داران اور دانشور حضرات نے اس سلسلہ میں اپنی آراء پیش کیں، بیشتر افراد نے اس بات کو تسلیم کیا کہ گو مدارس میں طویل عرصہ سے فقہ المعاملات کی تعلیم ہوتی آئی ہے، لیکن بہر حال اس پر کماحقہ توجہ نہیں دی گئی اور کبھی اس کی تجدید کی کوشش بھی نہیں کی گئی، بیشتر شرکاء نے اس بات کی امید ظاہر کی کہ باہمی توجہ اور مربوط کوشش کے ذریعہ اس کام میں پیش رفت ہوسکتی ہے اور بہت تھوڑے عرصہ میں صورتِ حال پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے اپنے صدارتی خطاب میں ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم معاشی تعلیمات اور اصولوں کا سرچشمہ ہے، یہیں سے ہمیں ایک کامیاب معاشی نظام کے اصول ومبادی کا علم ہوتا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر ہم معاشی نظام کی اصلاح کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام ہی

مدارس کے نصاب کا ایک اہم حصہ ہونے کے باوجود قرآن مجید کی معاشی تعلیمات اور اصولوں سے مدارس کے طلباء عموماً ناواقف ہوتے ہیں، آپ نے اس کمی کا اعتراف کیا کہ مدارس میں اس پہلو پر کما حقہ توجہ نہیں دی جاتی اور فقہ کے نصاب میں بھی کتاب المعاملات کا حصہ ایک زندہ وجاوید نظام کی حیثیت سے نہیں پڑھایا جاتا، صدر جلسہ نے اس ورکشاپ کے انعقاد پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسے ایک قابل تحسین اقدام قرار دیا، انہوں نے فرمایا کہ یہ ورکشاپ وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے اور ہمیں اس سمت میں مسلسل پیش رفت کی ضرورت ہے۔

ورکشاپ کی دوسری نشست بعد نماز مغرب حضرت مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی صاحب (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند) کے زیر صدارت منعقد ہوئی، اس نشست کا موضوع تھا ''ہندوستانی مدارس میں اقتصادیات کی تعلیم: ضرورت واہمیت اور افادیت'' جناب ایچ عبدالرقیب صاحب نے اس موقع پر ڈاکٹر محمد پلاتھ (جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرالا) کی نمائندگی کرتے ہوئے مدارس میں اقتصادیات کی تعلیم کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کیا، انہوں نے اس سلسلہ میں مستقبل کے امکانات کا جائزہ لیا اور جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرالا میں چلائے جارہے اسلامک فائنانس کے کورس کے سلسلہ کے عملی تجربات سے روشناس کرایا۔ پروفیسر ڈاکٹر ایم وائی باغ سراج (دارالامور، سرنگاپٹنم، کرناٹک) نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے بعض اہم امور کی جانب توجہ دلائی، انہوں نے فرمایا کہ اس موضوع میں ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر اس طرح کے کورسیز میں نظریات کو فعال مالیاتی اداروں سے وابستہ کرنا ضروری ہے تاکہ اس تعلیم کو تجرباتی بنایا جاسکے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مدارس میں کوآپریٹیو سوسائٹیز کے قیام کا مشورہ دیا تاکہ یہ مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کے لئے عملی تجربہ گاہ کا کام کرسکیں۔ ڈاکٹر رحمت اللہ نے مدارس کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے مثبت اقدامات کرنے کی طرف توجہ دلائی، آپ نے کہا کہ آج بھی ہمیں مثبت طور پر اسلامی اقتصادیات کے موضوع پر

گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

اس موضوع پر مناقشہ کے دوران شرکاء کی طرف سے بہت سی قیمتی باتیں سامنے آئیں، جناب ایچ عبد الرقیب صاحب نے مدارس کے نصاب میں مالیات پر توجہ دینے کی اہمیت پر زور دیا اور اس سلسلہ میں چند اہم نکات پیش کئے، انہوں نے فرمایا کہ مدارس کو بالخصوص اجتماعی نظم زکوۃ پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اسے کس طرح افراد اور معاشرہ کے لئے مفید بنایا جا سکتا ہے اور یہ معاشی بدحالی اور غربت کا کس طرح خاتمہ کرسکتا ہے؛ اسی طرح آپ نے یہ مشورہ بھی دیا کہ مساجد کو قرض حسنہ کی سوسائٹی کا مرکز بنایا جاسکتا ہے؛ تاکہ وہ طلبہ اور افراد کے لئے عملی تجربہ گاہ ثابت ہوسکیں، انہوں نے فرمایا کہ مدارس میں بھی مائیکرو فائنانس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، جس میں صرف قرضہ جات ہی فراہم نہیں کئے جاتے؛ بلکہ رہنمائی اور مسلسل توجہ بھی دی جاتی ہے، اسی طرح انہوں نے اس بات کی اہمیت پر زور دیا کہ مدارس کے طلبہ کے سامنے جدید معاشی نظام اور اسلامی معیشت کا فرق پوری طرح واضح ہونا چاہئے تاکہ وہ اسے امت کے سامنے پیش کرسکیں۔ ایسے ہی ہمیں ایک عوامی مہم چلانے کی ضرورت ہے جس میں ہم مسلمانوں اور غیر مسلموں کو یکساں طور پر اپنا ہمنوا اور ہم خیال بنانے کی کوشش کریں کہ غیر سودی نظام ہی اس ملک اور پوری دنیا کو معاشی مسائل سے نجات دلا سکتا ہے، مسٹر عبد الرقیب نے اس نکتہ پر زور دیا کہ ان تمام امور میں علماء کرام اہم کردار ادا کرسکتے ہیں اور ان کے بغیر ان میں سے کوئی بھی کام بہتر طریقہ سے پورا نہیں کیا جاسکتا، اس موقع پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مدارس میں اقتصادیات کی تعلیم کے دو مقاصد کا تذکرہ کیا، اوّل یہ کہ مالیاتی کمپنیوں اور اسلامی بینکوں میں کام کرنے کے لئے افراد مہیا کرائے جائیں، اس کے لئے ایک مکمل نصاب کی ضرورت ہے، جبکہ دوسرا مقصد ان کمپنیوں کو پیش آنے والے مسائل کی شرعی رہنمائی اور متبادل صورتوں کی نشاندہی ہے، یہ کام تھوڑی سی توجہ، محنت اور موجودہ نصاب میں تجدید کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں ارشاد فرمایا کہ اس موقع پر ہمارے سامنے یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ آخر علم الاقتصاد کیا چیز ہے؟ اور کیا یہ مدارس اسلامیہ کے لئے ایک نئی اور انوکھی شئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ علم الاقتصاد کے بنیادی مقاصد رفاہیت اور امن وامان ہیں، اورقرآن کریم نے ان مقاصد کو پوری طرح واضح کیا ہے، آپ نے بتایا کہ اسلامی علوم کے سرچشموں میں علم الاقتصاد سے متعلق جو گہر پارے موجود ہیں وہ انسانیت کی رہنمائی کا واحد ذریعہ ہیں، ہمیں صحیح طریقہ سے انہیں اخذ کرنے اور عملی زندگی میں انہیں برتنے کی ضرورت ہے، البتہ عملی زندگی میں ان اصول ومبادی کی تطبیق کے لئے ہمیں جن وسائل کو بھی اختیار کرنے کی ضرورت پڑے ہمیں پوری کوشش اور محنت سے ان وسائل کو اختیار کرنا چاہئے، چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے ہم کوئی بھی موضوع اپنے نصاب میں شامل کرسکتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ مدارس اسلامیہ نے اس سلسلہ میں ہمیشہ فراخدلی سے کام لیا ہے چنانچہ دیوبند نے جب ضرورت محسوس کی تھی تو اپنے نصاب میں ریاضی شامل کی اور آج پھر ہم ایسا کرسکتے ہیں۔ صدر جلسہ نے ورکشاپ کے انعقاد پر خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا اور کہا کہ ہمیں اس سلسلہ میں مسلسل کوششیں کرنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ اسلامی تعلیمات عام ہوسکیں اور دنیا ان عادلانہ تعلیمات کے خوشگوار نتائج سے بہرہ ور ہوسکے۔

ورکشاپ کی تیسری نشست 26/اپریل 2009ء بروز اتوار صبح 9 بجے مولانا کاکا سعید احمد عمری (ناظم جامعہ دار السلام، عمرآباد، تمل ناڈو) کی صدارت میں منعقد ہوئی، یہ نشست ''مدارس میں اسلامی اقتصادیات کی تعلیم اور تعلیمی مسائل'' کے موضوع پر تھی، اس موضوع پر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ڈاکٹر اوصاف احمد نے مدارس میں سماجی علوم کی بنیادی تعلیم کو ضروری قرار دیا، انہوں نے فرمایا کہ مدارس میں علم معاشیات کی تعلیم اس سطح پر اصول معاشیات اور معاشی نظام کی تعلیم پر مشتمل ہوسکتی ہے اور اس کی مدت کی تعیین اساتذہ کرام خود بہتر طور پر کرسکتے ہیں، نصابی

کتابوں کی تیاری کے تعلق سے انہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ اس کے لئے پہلے ذریعہ تعلیم کا تعین کرنا ضروری ہے کیونکہ کتابوں کی فراہمی کا مسئلہ اسی سے مربوط ہے، ویسے جب تک بہتر نصابی کتب کی تیاری عمل میں نہیں آجاتی اس وقت تک عبوری دور کے لئے پہلے سے موجود نصابی کتب کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ اساتذہ کی فراہمی کے تعلق سے موجود اساتذہ کی تربیت کا ایک کورس ترتیب دیا جاسکتا ہے، یہ ایک مکثف تربیتی پروگرام ہوگا جس کی مدت تین ماہ ہوسکتی ہے۔ جو طلباء باقاعدہ اس فن میں درک حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ایک مرحلہ اختصاص کا ہونا چاہئے لیکن یہ کام چند منتخب مدارس ہی کرسکتے ہیں جن کے پاس اس طرح کے وسائل موجود ہوں۔

ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی نے اس موقع پر مدارس میں اسلامی اقتصادیات کی تعلیم کے دو مرحلوں کی تفصیلات پیش کیں، پہلا مرحلہ جو قصیر المیعاد ہے اس کا مقصد نئے معاشی مسائل کے سلسلہ میں شرعی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہے، اس مرحلہ کی تدریس میں اساتذہ کے رول کی نمایاں اہمیت ہے، اساتذہ فقہی کتابوں، احادیث اور قرآن کی تدریس میں معاشی مسائل کو پڑھاتے وقت جدید مسائل اور اصطلاحات کو پیش کر کے اسلامی اصول وقواعد پر ان کو منطبق کرسکتے ہیں، مقرر نے بہت سی فقہی مثالوں کے ذریعہ اس بات کو واضح کیا، دوسرے مرحلہ کی مدت ایک یا دو سال ہوسکتی ہے اور اس میں قواعد مالیہ، معاشیات، بینکنگ، فقہ المعاملات، مقاصد شریعت اور عملی تجربہ کی تعلیم دی جانی چاہئے اداروں میں کچھ دنوں کا تجربہ حاصل کریں تاکہ ان کو عملی دشواریوں کا احساس ہوسکے۔

اس کے بعد اس موضوع پر ایک طویل مناقشہ ہوا جس میں مسئلہ کے بہت سے پہلوؤں کی تفصیل سامنے آئی، مفتی شعیب احمد قاسمی (مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ) نے اپنے مدرسہ کے تجربات کی روشنی میں بتایا کہ مالیات کی تعلیم کے سلسلہ میں وقت کی تنگی کا شکوہ بے جا ہے اور اس کے لئے بہتر منصوبہ بندی کے ذریعہ وقت نکالا جاسکتا ہے، البتہ اس سلسلہ میں انہوں نے

دو پریشانیوں کا ذکر کیا: 1- اردو زبان میں کتابوں کی فراہمی اور 2- اس مضمون کو پڑھانے والے اساتذہ کی فراہمی۔ **مولانا محترم** نے فرمایا کہ ان مسائل کے باوجود ایک طویل عرصہ کی کوششوں کے نتیجہ میں ہم نے ان مسائل پر قابو پالیا ہے اور الحمدللہ ہمارے یہاں معاشیات کی تعلیم دی جارہی ہے۔ **مولانا عبداللہ معروفی** (استاذ دارالعلوم دیوبند) نے اس خیال کا اظہار کیا کہ جدید اصطلاحات کو ایک جگہ مرتب کردینا چاہئے تاکہ اساتذہ اس سے استفادہ کرسکیں اور طلبہ کو متعلقہ فقہی ابواب کی تدریس کے وقت ان سے واقف کراسکیں۔ **مولانا مفتی صادق محی الدین** (مفتی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد) نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ درس کا موجودہ دور میں آنے والی تبدیلیوں کے مطابق ہونا ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر اسباق ناقابل عمل معلوم ہوتے ہیں اور مسائل ذہن میں باقی نہیں رہ پاتے۔ مفتی صاحب مذکور نے اسلامی مدارس میں اختصاص کے دیگر شعبوں کے ساتھ اسلامی مالیات کے شعبہ کے قیام کی اہمیت پر بھی زور دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مالی اور انتظامی مسائل کے سلسلہ میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ مدارس کی بنیاد توکل پر ہے اور ہم نے اگر کام کرنے کا عزم کرلیا تو انشاءاللہ راہیں کھلیں گی۔ **مولانا محترم** نے ایک تجویز یہ بھی پیش کی کہ مدارس سے الگ ایسے مستقل اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے جو مالیاتی اور اقتصادی تعلیم کے لئے مخصوص ہوں اور وہاں تدریس کے لئے جدید ماہرین اور علماء کرام دونوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

ایران سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمان **مولانا عبدالقادر عارفی** نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات ممکن نہیں کہ تمام طلباء میں اسلامی اقتصادیات اور مالیات کی مہارت پیدا کردی جائے، بلکہ عمومی طور پر نصاب میں کسی ایسی کتاب کا داخل کردینا کافی ہے جو اس موضوع کے اصول ومبادی اور جدید اصطلاحات سے واقفیت بہم پہنچاتی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے مدرسہ میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''جدید معیشت وتجارت''

داخل کی ہے اور اس کے بہتر نتائج سامنے آئے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ جو طلباء اس فن کو مستقل پڑھنا چاہیں ان کے لئے اختصاص کا ایک شعبہ ہونا چاہئے جیسا کہ پاکستان کے کئی مدارس اور ہمارے یہاں ایران میں بھی ہے۔آپ نے ذریعہ تعلیم کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خیال درست نہیں کہ اس کے لئے انگریزی زبان کا علم ناگزیر ہے، کیونکہ اس موضوع پر عربی میں کافی عمدہ کتابیں موجود ہیں۔آپ نے ایک ایسی رہنما کتاب کی تیاری کا مشورہ دیا جو ہر اقتصادی مسئلہ پر مراجع کی رہنمائی کرتی ہو اور اساتذہ کے لئے ایک گائڈ بک کا کام کرے۔

مولانا مفتی جنید عالم قاسمی (مفتی امارت شرعیہ، پھلواری شریف) نے فرمایا کہ چونکہ مدارس کے سامنے اس طرح کا کوئی نمونہ موجود نہیں ہے، اس لئے مدارس کو اسے قبول کرنے میں کچھ تردد ہوسکتا ہے، چنانچہ پہلے یہ کوشش کی جانی چاہئے کہ چند بڑے مدارس اسے اختیار کریں، رفتہ رفتہ دیگر مدارس بھی اسے اپنے نصاب میں شامل کرلیں گے۔کتاب کی تیاری کے وقت اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ کتاب اہل مدارس کی زبان میں لکھی جائے اور بہت پیچیدہ نہ ہو، اسی طرح طلباء کے لئے ایک محرک کا ہونا ضروری ہے تاکہ طلباء اس موضوع میں دلچسپی لے سکیں اور پوری رغبت سے اسے پڑھ سکیں۔

مولانا صفدر زبیر ندوی صاحب نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ فقہ المعاملات میں اختصاص کی سند کو یونیورسٹیوں سے BBA یا اس جیسے کسی کورس کے مساوی تسلیم کروایا جائے تاکہ طلبہ کا سال یونہی ضائع نہ ہو۔

حضرت **مولانا** کاکا سعید احمد عمری صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ یہ ایک نیا کام ہے اور اس میں کچھ مشکلات ہوسکتی ہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہم ان مشکلات پر قابو پاسکتے ہیں، صدر جلسہ نے فرمایا کہ محض اصطلاحات کی تعلیم اقتصادیات کی تعلیم نہیں، بلکہ طلباء کو مروجہ نظام کی تفصیلات سے واقف کرانا ضروری ہے، اس سلسلہ میں اساتذہ نمایاں کردار ادا کرسکتے

ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ انگریزی زبان سے واقف ہوں تا کہ ان کی معلومات کے ذرائع اصلی اور بنیادی ہوں۔ ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے خارجی مطالعہ کو وسعت دیں اور ایک متعین موضوع پر منصوبہ بند مطالعہ کریں۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ وہ طلبہ کو کما حقہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ انہوں نے مدارس میں مالیات کی تعلیم کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں جزوی اور وقتی مقاصد کے بجائے اپنے سامنے بنیادی اور اہم مقاصد رکھنے چاہئیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم انسانیت کو اس ظالمانہ معاشی نظام سے نجات دلانے کی کوشش کریں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم عوام اور تاجروں کے درمیان جائیں اور انہیں اسلامی نظام کی برکتوں سے روشناس کرائیں۔ مولانا محترم نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ آج علماء کرام کو سود کی لعنت کو مٹانے اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے جس قدر فکرمند ہونا چاہئے وہ اتنے سنجیدہ نہیں ہیں، بلکہ ہمارا دانشور طبقہ اس سلسلہ میں ان سے زیادہ فکرمند ہے، انہوں نے ہم سے توقعات وابستہ کر رکھی ہیں، لہذا ہمیں اس سلسلہ میں ان سے بھرپور تعاون کے ساتھ ساتھ سنجیدہ کوشش کرنی چاہئے تا کہ ہم دنیا کو اس ظالمانہ اقتصادی نظام سے نجات دلاسکیں۔

ورکشاپ کی چوتھی نشست حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کے زیر صدارت ''مدارس میں اقتصادیات کی تعلیم - انتظامی اور مالی مسائل'' کے موضوع پر منعقد ہوئی۔ کنویز کے فرائض مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی صاحب نے انجام دیئے۔ جناب احسان الحق صاحب نے اس موضوع پر اظہار خیال کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ علماء کرام کے پاس قرآن اور اصول کی کسوٹی ہے، جس پر یہ آسانی چیزوں کو پرکھ کر اس کے غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ موجودہ دور میں علم کی وسعت کے ساتھ ساتھ بچوں کی ذہنی صلاحیتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے، چنانچہ مدارس کے نصاب میں اضافہ کوئی مشکل امر نہیں ہے، جبکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کل جو چیزیں گریجویشن کی سطح پر پڑھائی جاتی تھیں آج ان کی تعلیم ہائی

اسکول اور انٹر ہی میں ہوجاتی ہے، لہذا نصاب کے بوجھل ہونے کا اندیشہ درست نہیں۔

ڈاکٹر اوصاف احمد نے اپنی گفتگو میں فرمایا: اس کورس کو متعارف کروانے میں مدارس کو جن مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے ان پر غور وفکر کرنا اوران کے حل کی راہیں تلاش کرنا ضروری ہے، اسلامی اقتصادیات ومالیات میں اختصاص کے کورس کو سیلف فائنانسنگ کی بنیاد پر چلایا جانا مناسب ہے جیسا کہ اس کا تجربہ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرالا میں بھی کیا گیا ہے، یہ اس لئے بھی معقول ہے کہ اس کورس کو کرنے کے بعد طلباء کے سامنے کسب معاش کے بہت سے دروازے وا ہوجاتے ہیں۔

مولانا عتیق احمد قاسمی صاحب نے اس رائے کا اظہار کیا کہ مدارس کے لئے اس کورس کی کوئی فیس رکھنا شاید مناسب نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس کورس کے لئے بہترین طلباء کی فراہمی دشوار ہوگی۔

ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب نے اس موقعہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: دینی مدارس میں ان کورسیز کو متعارف کروانے کے نتیجے میں اخراجات کا مسئلہ بھی اہمیت کا حامل ہے، آپ نے اس سلسلہ میں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ عطیہ دہندگان کے ذہنوں میں عموما یہ بات ہوتی ہے کہ عصری علوم اور اس طرح کے کاموں پر رقوم خرچ کرنا دینی علوم پر پیسے خرچ کرنے کی طرح نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ علماء کو اس طرح توجہ دینے کی ضرورت ہے، آپ نے مزید فرمایا کہ مدارس کو چاہئے کہ وہ ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے باہمی اتفاق سے ایک وفد تشکیل دیں جو تجار اور عطیہ دہندگان سے مل کر ایک وقف کے قیام کی کوشش کرے جس کی مدد سے اس طرح کے کورسیز تسلسل کے ساتھ چلائے جاسکیں۔ آپ نے اس بات کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کیا کہ مدارس کو ان کورسیز کی ڈگری یونیورسٹیز سے منظور کروانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ یہ مزید کارآمد ثابت ہوسکیں۔

جناب ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی نے بھی اپنی گفتگو میں کورس کو سیلف فائنانسنگ بنیادوں پر قائم کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ غیر مستطیع اور ذہین طلباء کے لئے اسکالرشپ کا نظم کیا جاسکتا ہے اور اس کے لئے مختلف ادارے تعاون کرسکتے ہیں۔

حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں اس پروگرام کے انعقاد کو ایک اہم اور خوش آئند قدم قرار دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مدارس کو اپنی اصل کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہی چیز انہیں کامیابی سے ہمکنار کرسکتی ہے۔ آپ نے معاشرہ کی تعمیر میں مدارس کے اہم کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات افسوسناک ہے کہ آج ہم سے زیادہ ہمارا دشمن مدارس کی اہمیت کو سمجھتا اور محسوس کرتا ہے۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ مدارس اسی وقت دنیا کی اصلاح میں اپنا رول ادا کرسکتے ہیں جب اہل مدارس خلوص اور دینی حمیت سے سرشار رہوں، مالی اور انتظامی مسائل اس سلسلہ میں بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتے کیونکہ مدارس نے ہمیشہ گھاس پھونس کے جھونپڑوں سے ان شخصیات کو پیدا کیا ہے جنہوں نے اپنی پوری طاقت وقوت ایمان کی خدمت اور لوگوں کی فلاح وبہبود کے کاموں میں صرف کی اور رہتی دنیا تک کے لئے اپنا ذکر خیر چھوڑ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ آج مدارس کو پھر اسی جذبہ اور خلوص کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ آج کی دنیا کے مسائل بھی بآسانی حل ہوسکتے ہیں۔

ورکشاپ کا اختتامی اجلاس بعد نماز مغرب حضرت مولانا مفتی صادق محی الدین صاحب (مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد) کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں کچھ مشارکین نے ورکشاپ کے تعلق سے اپنے خیالات پیش کئے، اور شرکاء کی آراء کی روشنی میں تجاویز کمیٹی کے ذریعہ منظور کردہ تجاویز پیش کی گئیں۔

جناب احسان الحق صاحب نے اس موقع پر فرمایا کہ اختصاص کے لئے جس علم اور گہرائی کی ضرورت ہوتی ہے ہم مدارس کے فضلاء سے اس کی توقع بھی نہیں کرتے، لیکن ان سے اس

بات کا مطالبہ ضرور کرتے ہیں کہ عام زندگی میں پیش آمدہ مسائل کا حل دریافت کریں اور ان میں عوام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں، چونکہ یہی اسلاف کا وطیرہ رہا ہے، چنانچہ ہمیں علماء کی قدیم تصانیف میں بھی آج کے بہت سے جدید مسائل کا حل مل جاتا ہے۔ جناب مولانا یاسین صاحب (گجرات) نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ علماء ودانشوران کا یہ حسین سنگم انشاء اللہ نتیجہ خیز ثابت ہوگا، اس سلسلہ میں انہوں نے مدارس کے اساتذہ کی ٹریننگ کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ یہ تربیت ان کی اپنی زبان میں ہونی چاہئے، اس کے ساتھ آپ نے مختلف اداروں سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کے لئے ایسی کتابیں تیار کرائیں جن کی مدد سے وہ اس موضوع پر اپنے ذہنی افق کو وسیع کرسکیں۔

اس موقع پر مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی (مالیر کوٹلہ پنجاب) نے موضوع کی اہمیت واضح کی اور اس پروگرام کو قابل ستائش قرار دیا، آپ نے فرمایا کہ اہل مدارس کو معاشی طاقت کی اہمیت کا اندازہ ہونا چاہئے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد اس اہم محاذ پر بھی اپنی توجہ مرکوز کی اور مدینہ کا بازار جس پر یہودی قابض تھے اسے ایک آزاد منڈی کی شکل دی، جس کی بنیاد دیانت داری پر تھی۔ نبی ﷺ خود اس منڈی کی نگرانی فرماتے اور وقتاً فوقتاً اس میں مناسب اصلاحات فرماتے تھے، آپ نے فرمایا کہ دنیا پر آج بھی حکومت اسی کی ہے جسے معاشی بالادستی حاصل ہے۔ چنانچہ ہم علماء کو اس کی اہمیت کا احساس کرنا چاہئے اور عوام میں پمفلٹس اور خطابوں کے ذریعہ بیداری لانی چاہئے، ہمیں علوم کو قدیم اور جدید کے خانوں میں تقسیم کرنے کے بجائے نافع اور غیر نافع میں بانٹ کر دیکھنا چاہئے۔

اجلاس کے کنوینر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا) نے محترم صدر کی اجازت سے شرکاء کے سامنے تجاویز پیش فرمائیں اور شرکا نے ہاتھ اٹھا کر تجاویز سے اپنے اتفاق کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر اوصاف احمد نے ہدیہ تشکر پیش کیا جس میں ان تینوں اداروں کا بھی ذکر کیا جن کے تعاون سے اس پروگرام کا انعقاد ممکن ہوا، مختلف نشستوں کے صدور اور شرکاء ورکشاپ کا شکریہ بھی ادا کیا گیا کہ انہوں نے اپنی تمام مصروفیات کے باوجود اس سخت موسم میں اس پروگرام میں آنے کی زحمت گوارا کی۔

حضرت مولانا مفتی صادق محی الدین صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ علماء مدارس نے ہر دور میں دین اور وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کیا ہے اور آج بھی ان کی یہاں آمد اس بات کی دلیل ہے کہ وہ موجودہ دور کی مشکلات کا حل پیش کرنے کے لئے سنجیدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ ہمارا یہ اخلاص اور ہماری محنت ولگن رنگ لائے گی اور مدارس سے ایسے افراد پیدا ہوں گے جو اس دنیا کو ظالمانہ معاشی نظام سے نجات دلانے اور اسلامی نظام کے قیام میں اہم کردار ادا کریں گے۔

3- خطبۂ استقبالیہ

منجانب
اسلامی فقہ اکیڈمی (انڈیا)★

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی أحل لنا الطيبات وحرم علينا الخبائث والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء محمد بن عبد الله الأمين الذی بين لنا الحلال والحرام وأوضح علينا طرق الكسب بقوله وعمله وعلى آله وصحبه الذين فازوا بالدرجات العلى بالاهتداء بهديه والتمسک بشريعته، أما بعد!

اس افتتاحی اجلاس کے صدر عالی قدر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند، مختلف جامعات اور مدراس نیز دانشگاہوں سے تشریف لانے والے علماء، مفکرین اور ارباب فکرودانش!

اپنے انداز کے اس منفرد پروگرام میں، میں آپ تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے خیرمقدم اور استقبال کرتا ہوں، اسلامک فقہ اکیڈمی کے ارکان وذمہ داران سراپا شکرو سپاس ہیں کہ آپ حضرات نے ایک عظیم کام کے لئے اکیڈمی کی دعوت پر اس شدید ترین موسم میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے اس بامقصد اجلاس اور پروگرام کو رونق بخشی اور موضوع کی غیر معمولی

★ پیش کردہ حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی اکیڈمک سکریٹری، اسلامی فقہ اکیڈمی، (انڈیا)۔

اہمیت کا احساس کر کے اپنی شرکت کو یقینی بنایا، آپ کی تشریف آوری اگر ایک طرف زیر بحث موضوع سے آپ کی غیر معمولی دلچسپی کی غماز ہے تو دوسری طرف اس بات کا بھی پتہ دیتی ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کو آپ اپنا ادارہ سمجھتے ہیں اور اکیڈمی کے کارکنوں اور خادموں کی حقیر دعوت پر اپنا قیمتی وقت فارغ کر کے زحمت سفر گوارا کرتے ہیں۔

بزرگان محترم!

آپ کا یہ دوروزہ ورکشاپ ''ہندوستانی مدارس میں اسلامی مالیات ومعاشیات کی تعلیم'' کے موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، انسٹی ٹیوٹ آف آبجکیٹو اسٹڈیز (آئی او ایس) دہلی اور اسلامی ڈیولپمنٹ بینک جدہ کے باہمی اشتراک وتعاون سے منعقد ہورہا ہے۔

موجودہ عالمی اقتصادی حالات کے پس منظر میں موضوع کی اہمیت محتاج بیان نہیں، دو تین صدیوں سے رائج اقتصادی نظام جو سودخوری اور استحصال پر مبنی ہے اپنے منطقی انجام کو پہنچ رہا ہے، عالمی اقتصادیات کے بلند وبالا پرکشش ادارے (بینکس، کمپنیاں وغیرہ) یکے بعد دیگرے زمین بوس ہورہے ہیں، اقتصادی کسادبازاری نے ترقی یافتہ ملکوں اور حکومتوں کے ہوش اڑادیئے ہیں، پوری دنیا کے ماہرین اقتصادیات حیرت زدہ ہیں کہ اس اقتصادی زلزلہ کا مداوا کیا ہو اور دنیا کے معاشی حالات میں ٹھہراؤ اور استحکام کیسے پیدا ہو۔

''یمحق الله الربا ویربی الصدقات'' کا منظر آج نگاہوں کے سامنے ہے، سود پر مبنی معاشی نظام تاش کے پتوں کی طرح بکھر رہا ہے، سوشلسٹ اقتصادی نظام کی دردناک موت کے چند سال ہی بعد سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام بھی اپنے دن گن رہا ہے، ماہرین اقتصادیات حیران ہیں کہ اب کون سا اقتصادی نظام آزمائیں جو انسانیت کو معاشی دلدل سے نکال کر معاشی عدل اور استحکام پیدا کرے۔

اسلام کے اقتصادی نظام کی بات بیسویں صدی کے نصف آخر سے کچھ نہ کچھ زور پکڑ رہی تھی، لیکن عام ماہرین معاشیات کا دل ودماغ اس بات کو قبول نہیں کررہا تھا کہ سود کے بغیر

اقتصادی نظام کیسے کھڑا رہ سکتا ہے، اسلامی بینکنگ، اسلامی اقتصادی نظام ایسے نامانوس الفاظ تھے کہ انہیں سن کر یا پڑھ کر ماہرین اقتصادیات کے چہروں پر ایک طنز آمیز مسکراہٹ آتی تھی اور اسلامی معاشیات کی بات کرنے والوں کو دیوانے سے زیادہ مقام نہیں دیا جاتا تھا، لیکن حالات کی تبدیلی دیکھئے کہ موجودہ اقتصادی نظام کی ناکامی نے اسی نسخے کو آزمانے پر مجبور کردیا ہے جس کا نام کبھی سننا بھی گوارا نہ تھا۔

اسلام کا معاشی واقتصادی نظام ہی دنیا کو تباہی سے بچا سکتا ہے اور دنیا میں مستحکم عادلانہ اقتصادی حالات برپا کرسکتا ہے، لیکن یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ فی الحال ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ دنیا کو بہتر اقتصادی نظام جو اسلامی تصورات واحکام پر مبنی ہوفراہم کرسکیں، اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے ہمیں جنگی پیمانے پر کوششیں اور محنتیں کرنی ہوں گی۔

اسلامی بینک اور اسلامی مالیاتی ادارے ایک عملی حقیقت بن چکے ہیں، پورے عالمی معاشی نظام میں اگرچہ ابھی ان کا تناسب کافی کم ہے، لیکن الحمدللہ ان کی تعداد اور مقدار تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے، ڈاکٹر اوصاف احمد لکھتے ہیں:

> ’’ماہرین کا اندازہ ہے کہ اس وقت دنیا میں کم ازکم ۲۳ ممالک میں اسلامی بینک کاری کے اعمال کسی نہ کسی شکل میں رائج ہیں، کم ازکم پانچ سوبلین ڈالر کے اثاثہ جات ان مالیاتی اداروں کے قبضہ میں ہیں، گوکہ بادی النظر میں یہ رقم خاصی بڑی معلوم ہوتی ہے تاہم اس کی حیثیت سمندر میں قطرے سے زیادہ نہیں ......تاہم اسلامی بینک کاری کے سلسلے میں ماہرین مالیات کے لئے جو چیز کشش اور حیرت کا باعث ہے وہ اس کی رفتار ترقی ہے، اسٹنڈرا ینڈ پوور کمپنی کے اندازے کے مطابق گذشتہ پندرہ سال کے اندر اسلامی بینک کاری ہر سال ۱۰ فیصدی فی سال کی شرح سے ترقی کرتی رہی ہے، تخمینہ لگایا جاتا ہے کہ اس وقت ساری دنیا میں تین سو سے زیادہ مالیاتی ادارے غیر سودی بنیادوں پر کام کررہے

ہیں‘‘ (صفحہ ۴-۵)۔

موجودہ حالات میں ایک بڑی ضرورت ایسے علماء کی بڑی تعداد میں تیاری ہے، جو کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی مالی ومعاشی تعلیمات پر گہری مبصرانہ نظر رکھتے ہوں، فقہ المعاملات کا وسیع وعمیق مطالعہ رکھتے ہوں، اسی کے ساتھ ساتھ موجودہ اقتصادی نظام اور مالیاتی اداروں سے بھی اچھی طرح واقف ہوں، اس کام کے لئے ماہ دوماہ کے مختصر کورسیز میرے نزدیک ناکافی ہیں، ذہین، ہونہار نوجوان فضلاء مدارس کے لئے یہ کورسیز دوسال کے، اور پختہ کار علماء کے لئے جنہیں اسلامی معاشیات پر زیادہ تیاری کرانے کی ضرورت نہیں ہے ایک سال کے ہونے چاہئیں، عبوری مرحلے میں مختصر مدتی کورسیز سے کام چلایا جاسکتا ہے، لیکن ان سے وہ بصیرت اور مہارت پیدا نہیں ہوتی جن کی ضرورت ہے۔

مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران، ممتاز اساتذہ کو خاص طور سے اسی لئے زحمت دی جارہی ہے کہ وہ عام معاشیات اور اسلامی معاشیات ومالیات کے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اپنے خیالات کا اظہار کریں کہ مدارس اسلامیہ کے نصاب میں اس موضوع کو شامل کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر ضرورت ہے تو مدارس کے کس تعلیمی مرحلہ میں کس قدر اس کی شمولیت ہونی چاہئے اور اس موضوع کے لئے نصاب تعلیم میں کس طرح جگہ نکالی جاسکتی ہے، کیا تدریس میں اس کی شمولیت ضروری ہے یا مطالعہ میں شامل کیا جانا کافی ہے، یا سال میں چند توسیعی لکچرس سے طلبہ کو اس موضوع کی اہمیت اور اس کے بنیادی اصول سے روشناس کرایا جاسکتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مدارس کے بابصیرت علماء اور ذمہ داران مسلم ماہرین معاشیات سے تبادلہ خیالات کرکے ان مسائل پر بہتر فیصلے لے سکتے ہیں۔

جہاں تک مدارس کی تعلیم سے فراغت کے بعد تخصص کے مرحلہ میں معاشیات، اسلامی معاشیات اور اسلام کے مالیاتی نظام پر کچھ ذہین اور باصلاحیت فضلاء مدارس کی خصوصی تعلیم وٹریننگ کی بات ہے تو اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اسلامی بینکوں اور اسلامی

مالیاتی اداروں کی شرعی رہنمائی کے لئے اور ان کی سمت سفر کو درست رکھنے کے لئے بڑی تعداد میں ایسے بابصیرت علماء کی تیاری ضروری ہے جو اسلام کے معاشی نظام اور فقہ المعاملات پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ موجودہ معاشی نظام، اس کی اصطلاحات اور اہم اداروں سے بھی کافی حد تک واقفیت رکھتے ہوں، اس کے لئے ماہرین معاشیات کی مدد سے دو سال کا کورس مرتب کرنا اور اسے جاری کرنا ضروری ہے اور دوران تعلیم ان فضلاء کی مکمل معاشی کفالت بہت ضروری ہے تا کہ وہ پوری ذہنی یکسوئی اور انہماک کے ساتھ اپنا تعلیمی سفر جاری رکھ سکیں اور اس عظیم کام کے اہل بن سکیں جس کے لئے یہ پورا جتن کیا جا رہا ہے۔

آخر میں، میں پھر آپ سب کا اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، آئی او ایس اور آئی ڈی بی کی طرف سے پرزور استقبال کرتا ہوں اور اس ورکشاپ میں آپ حضرات کی شرکت کو فال نیک سمجھتا ہوں اور یہ یقین رکھتا ہوں کہ آپ حضرات کے اخلاص، جذبۂ خیرخواہی اور نتیجہ خیز مذاکرات اور تبادلہ خیالات سے یہ ورکشاپ کچھ مفید تجاویز اور فیصلے سامنے لائے گا، جس کے مستقبل میں دوررس اثرات ظاہر ہوں گے۔

4- استقبالِ شرکاء منجانب ڈائریکٹر اسلامی ریسرچ و ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، جدہ*

محترم صدر عالی قدر برائے افتتاحی اجلاس!
محترم فضلاء مدارس وعلماء اسلام!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

سب سے پہلے تو میں انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (نئی دہلی) اور اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا تہہ دل سے شکرگذار ہوں کہ انہوں نے ہندوستانی مدارس میں اسلامی مالیات کے موضوع پر اس قومی ورکشاپ کے انعقاد کے لئے اسلامی ڈیولپمنٹ گروپ کے اسلامی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ مخلصانہ اور حقیقی تعاون کے لئے اپنا دست تعاون دراز کیا۔ اس کے ساتھ ہی میں ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے مدارس کے محترم اساتذہ، علماء اسلام، اسلامی معاشیات اور اسلامی مالیات کے ماہرین کے تئیں بھی اپنی گہری احسان مندی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں، کہ انہوں نے اپنے قیمتی وقت سے کچھ وقت نکال کر اس ورکشاپ کی سرپرستی کرنے کا فیصلہ کیا۔

محترم مندوبین حضرات!

آپ اس حقیقت سے ناواقف نہ ہوں گے کہ فی زمانہ ساری دنیا کے مسلمانوں میں یہ شدید خواہش پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کی پاک اور روشن تعلیمات کے مطابق

* پیش کردہ سراج الحق۔

ڈھالیں اور اپنے سماجی اداروں کو اسلامی اقدار کی مطابقت میں تشکیل دیں، ان خواہشات کی تکمیل کے لئے ضروری ہوگا کہ ان آرزؤں کا اور ان سے وابستہ اندیشوں کا اچھی طرح جائزہ لیا جائے، اسلامی مدارس، مسلم دنیا میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں، وہ ہر طرح کے مسلم معاشرے میں موجود ہیں، مسلم اکثریتی ممالک میں بھی، اور مسلم اقلیتی ممالک میں بھی، جن میں آپ کا عظیم ملک ہندوستان بھی شامل ہے، ان مدارس نے صدیوں تک مختلف مسلم نسلوں کو اسلام کا درس دینے میں ایک عظیم تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ماضی میں اسلامی نظام تعلیم نے ہر زمانے میں مسلمانوں کی ہر ضرورت پوری کی ہے، اسلامی نظام تعلیم کا یہ کردار مسلم معاشروں کی سماجی ترقی سے، اور مسلم عوام کی امیدوں اور آرزؤں سے ہم آہنگ رہا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم اور اسلامی مدارس کی اس کامیابی کا افتخار ہمارے عظیم علماء اور بالخصوص ہمارے مدارس کے فقید المثال مدرسین کے سر ہے۔

آج اس اجتماع کے آغاز پر ہی میں پوری امت مسلمہ کی جانب سے ان علماء اور فضلاء کی خدمت میں علوم اسلامیہ میں کارنامے انجام دینے کے لئے، خواندگی کو فروغ دینے کے لئے اور پوری امت کی سرفرازی کی خاطر سرگرم عمل ہونے کے لئے اپنی عقیدت کا خراج پیش کرتا ہوں، میں اس موقع پر ان کارناموں کا تذکرہ بھی کرنا چاہوں گا جو ہمارے ان علماء اور فضلاء نے روئے زمین کے مختلف حصوں میں ان مدارس کے ذریعہ مسلمانوں میں اسلام کے ولولے، آگہی، اور عرفان کی روح پھونک کر انجام دیا ہے، میں ان قربانیوں کو بھی یاد کرنا چاہوں گا جو ہمارے مدرسین نے سماج کے محروم طبقات تک اسلامی تعلیم کو پہنچانے میں دی ہیں۔

غالباً یہاں پر یہ تذکرہ بھی نامناسب نہ ہوگا کہ اپنی طویل تاریخ کے دوران مدارس اسلامیہ کبھی سرکاری سرپرستی سے بہرہ مند نہیں ہوئے، وہ ہمیشہ آزاد رہے ہیں، اور یہی ان کی طاقت اور عظمت کا سبب رہا ہے کہ تعلیم وتدریس کے نظم ونسق میں، اپنے علمی پروگراموں کے وضع کرنے میں، اپنے نصاب کی تیاری میں، اور درسی کتابوں کے انتخاب میں، مدارس نے ہمیشہ خود

مختاری کا ثبوت دیا ہے، ان کی سرپرستی مسلم حکومتوں نے نہیں بلکہ مسلم عوام نے کی ہے جنہوں نے اوقاف اور زکاۃ کی شکل میں اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے ان مدارس کے مالی مسائل حل کئے ہیں۔ مسلم عوام نے اسلامی تعلیم کے لئے مسلم علماء اور فضلاء کی ہر دعوت پر آگے بڑھ کر لبیک کہا ہے۔ اس ضمن میں اسلامی تعلیم ایک مؤثر ذریعہ رہی ہے کہ مسلم بچوں کو مستقبل کی ذمہ داریوں کا اہل بنائے۔ ہماری تاریخ میں ایسے عظیم مجتہدین اور عظیم فقہاء گذرے ہیں جنہیں اس امر کا شعوری احساس تھا کہ صراط مستقیم کی جانب مسلم عوام کی رہنمائی قرآن وسنت کے ذریعہ ہی ممکن ہے، ہمیں ان مدارس کا اس لئے بھی شکرگذار ہونا چاہئے کہ انہوں نے سماج کے ان محروم طبقوں کی تعلیمی ضروریات بھی پوری کی ہیں جن کی رسائی جدید تعلیم کے چمک دار ایوانوں تک نہیں ہے۔ ہم کو احساس ہونا چاہئے کہ عالمی انسانی معاشرہ عظیم تبدیلیوں سے گذر چکا ہے اور گذر رہا ہے ہمارے فضلاء اور مدارس اسلامیہ کے مدرسین کو ان تبدیلیوں کا بنظر غائر جائزہ لینا چاہئے تاکہ وہ اسلامی تعلیم کو مستقبل سے ہم آہنگ رکھ سکیں۔

ہماری موجودہ زندگی میں اسلامی شعور نے اظہار کے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں، ہمارے معاشروں میں شدید خواہش ہے کہ زکاۃ اور اوقاف کے اداروں کی نئی شیرازہ بندی کی جائے، انہیں مزید مؤثر اور کارگر بنایا جائے، ہمارے کاروبار اور ہماری مالیات اسلامی اخلاقیات کی روشنی میں نئے اقدامات کے منتظر ہیں تاکہ سود کی لعنت سے چھٹکارا پایا جاسکے اور غیر سودی متبادل تلاش کئے جاسکیں، ہمارے لئے یہ امر قابل اطمینان ہے کہ اسلامی مالیاتی اداروں کی شکل میں یہ کوششیں جاری ہیں اور یہ ادارے مسلسل ترقی کی طرف گامزن ہیں۔ چنانچہ اسلامی محاسبہ (Islamic Audit)، اسلامی کھاتہ داری (Islamic Accounting)، شرعی نگرانی (Shariah Supervision) وغیرہ اسلامی تجارت کے خصائص بن کر ابھرے ہیں۔

موجودہ صورت حال میں ان تمام کاموں کے لئے ہمیں تخصص رکھنے والے اداروں کی

ضرورت ہوگی، ان اداروں کو چلانے کے لئے ماہرین کی ضرورت ہوگی، ہمیں مدارس اسلامیہ کے استادوں کی رہنمائی اس امر میں چاہئے کہ یہ ماہرین کہاں سے اور کیوں کر دستیاب ہوں گے۔ مندرجہ ذیل معاملوں میں بھی اسلامی علماء اور فقہاء کی رہنمائی درکار ہوگی۔

۱-عہد جدید میں زکاۃ اور اوقاف کے اداروں کی تشکیل نو۔

۲-اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے شرعی نگرانی کے لئے درکار شرعی بورڈوں کو کیسے مؤثر بنایا جائے۔

۳-شرعی تطابق رکھنے والی تجارتوں بشمول اسلامی بینک کاری اور مالیاتی اداروں کا انصرام۔

۴-عوامی پالیسیوں کا اسلامی اصولوں سے تطابق اور رہنمائی۔

۵-اسلامی محاسبہ اور اسلامی کھاتہ داری سے متعلق اداروں کی تشکیل اور کارکردگی۔

اسلامی مدارس کے معزز مدرسین اور ذمہ داروں سے ہمیں بڑی امیدیں اور توقعات وابستہ ہیں کہ وہ ان معاملات میں ہماری رہبری فرمائیں گے۔

محترم علمائے اسلام!

مجھے امید ہے کہ اس امر پر ہم سب کا اتفاق ہوگا کہ اسلامی دنیا کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے مدارس اسلامیہ ہی وہ ادارے ہوسکتے ہیں جہاں ہمیں ان ماہرین کے تیار کرنے میں مدد مل سکتی ہے، اور یہ ادارے ہی کوئی لائحہ عمل مرتب کرنے میں ہماری رہبری کرسکتے ہیں، ہمیں توقع ہے کہ ہمارے مدارس کے معزز اساتذہ اس چیلنج کو قبول کریں گے اور اقدامیت کے ذریعہ اسلامی تعلیم کو ایسی نہج پر ڈالنے میں کامیاب ہوں گے جو مسلمانوں کو مستقبل میں مزید علمی ترقی کی طرف لے جائے، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے شرعی ماہرین اور اسلامی علماء کو اب یہ احساس ہوچلا ہوگا کہ مسلمانوں کے لئے اپنے تعلیمی نظام کو از سر نو تعمیر کرنے کا وقت آ گیا ہے، تا کہ نہ صرف

مسلمان بلکہ پوری بنی نوع انسان عہد جدید میں ایک مبارک زندگی گذار سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس احساس اور جذبہ سے مملو ہو کر یہاں تشریف لائے ہیں تا کہ ہم مل کر سر جوڑ کر بیٹھیں اور غور کریں کہ ہم اپنی موجودہ زندگی کو اسلامی آدرشوں سے کیسے ہم آہنگ کر سکتے ہیں، ہماری اسلامی تعلیم کا نصاب ہماری زندگی کے مختلف پہلوؤں پر محیط ہونا چاہئے، اسے ہماری ضرورتوں کا آئینہ دار ہونا چاہئے، مالیات اور تجارتی پہلو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں، تا کہ اسلام کی رہنمائی میں ایک عالمی تہذیب کی طرف ہم سب گامزن ہو سکیں۔

مجھے پوری امید ہے کہ اس ورکشاپ کے ذریعہ آپ ایک ایسا ابتدائی پروگرام وضع کرنے میں کامیاب ہوں گے جو ہماری موجودہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو جمع کر سکے اور اس ضمن میں درسی کتب کی تیاری، افرادکی فراہمی، نصاب کے وضع کرنے کے جو مسائل ہیں ان پر بھی آپ کچھ روشنی ڈالیں کہ ان مسائل کو کس طرح حل کیا جائے، مجھے احساس ہے کہ یہ ایک دن کا کام نہیں۔ یہ تو ایک مسلسل عمل ہے، اس میں وقت کے تقاضوں کے مطابق مسلسل تبدیلیوں کی ضرورت ہے، اسلامی تعلیم کی تنظیم تو ایک عظیم کام ہے جس کے لئے عظیم وسائل کی ضرورت ہوگی، مجھے یقین ہے کہ اگر تنظیم اسلامی کانفرس (OIC) کے ممبر ممالک میں اسلامی تعلیم کی بابت، نصاب کی تیاری، درسی کتب کی تیاری، وغیرہ میں کچھ پیش رفت ہو سکے جو عہد جدید کی ضرورتوں کو بھی پورا کرتی ہو تو پوری امت اس کام کی قدر کرے گی، اور ایک دن اس نظام کو اختیار کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پائے گی۔ یہ ہے وہ چیلنج جو آج ہمارے عظیم علماء کے سامنے ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ یہ ورکشاپ اپنے اختتام پر اسلامی تعلیم کی ترقی کے بارے میں ایک ایسا ابتدائی خاکہ بنانے میں کامیاب ہوگی جس سے اسلامی ڈیولپمنٹ بینک کو دوسرے ممالک اور مسلم معاشروں میں اسی قسم کی ورکشاپ منظم کرنے کی تحریک ملے۔

آخر میں میری یہ بھی توقع ہے کہ اس ورکشاپ کے مندوبین کوئی ایسا منصوبہ بنانے

میں کامیاب ہوں جس کے نتیجہ میں ہندوستان میں اعلی تعلیم کا کوئی ایسا ادارہ وجود میں آئے جو اپنا نصاب، درسی کتابیں اور درس پروگرام اس طرح وضع کرے کہ وہ مسلمانوں کی ضروریات اور عہد جدید دونوں سے ہم آہنگ ہو۔

میں ان الفاظ کے ساتھ اس ورکشاپ کی فقید المثال کامیابی کی تمنا کرتا ہوں۔

5- خطبۂ افتتاحیہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، اما بعد!

جناب صدر، بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز!

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے اور اس حقیقت پر گذشتہ اور موجودہ تاریخ کی شہادت ثبت ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے لئے افراد سازی کا سب سے بڑا مرکز دینی مدارس ہیں اور اب ان مدارس کی اہمیت کو شرق سے مغرب تک اور اپنوں سے بے گانوں تک محسوس کیا جاتا ہے، خاص کر ہندوستان میں تحریکِ مدارس کا بڑا نمایاں رول رہا ہے، اس ملک کو آزاد کرانے میں علماء نے جو نا قابل فراموش کاوشیں کی ہیں اور اس راستہ میں بلا تامل دار و رسن کو گلے لگایا ہے، وہ ایک زندہ حقیقت ہے، افسوس کہ اسے فراموش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے نہ صرف ہندوستان میں؛ بلکہ پوری دنیا میں جو باطل تحریکات اُٹھی ہیں، ان کا سیلاب روکنے کے لئے اللہ کی توفیق سے فرزندانِ مدارس ہی کھڑے ہوئے ہیں، یا کم از کم انھوں نے اس سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، انھوں نے الحاد، احکام شریعت کی بے جا تاویل اور آیاتِ قرآنی کی انحراف آمیز توضیح کو پوری قوت کے ساتھ روکا ہے، انھوں

☆ جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

نے حدیثِ نبوی کی حجیت، دین میں اس کی اہمیت اور اس کے اعتماد و استناد کے خلاف چلائی جانے والی منظم تحریک--- جو ہندوستان سے مصر تک پوری قوت، مغرب کی تائید اور بعض دفعہ سربراہانِ ملک کی پشت پناہی کے ساتھ آگے بڑھائی گئی--- کا بھرپور اور مؤثر مقابلہ کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ان کی سیرت کی نزاہت و پاکیزگی اور ختم نبوت پر جب بھی کسی گروہ نے پتھر پھینکنے کی کوشش کی، علماء نے اس کا مقابلہ کرنے اور ناموس نبوت کی حفاظت کرنے کو اپنے جگر پاروں کے رگ گلو کی حفاظت سے بھی زیادہ اہمیت دی ہے، مسلمانوں کو جب بھی دعوتِ ارتداد دی گئی، خواہ آریہ سماجیوں کی طرف سے ہو یا عیسائیوں کی طرف سے، اس کی مزاحمت اور اسلام کی طرف سے مدافعت کو فرزندانِ مدارس نے اپنی سب سے بڑی ذمہ داری سمجھا اور اس راہ میں پھانسی کے پھندوں اور قید و بند کی زنجیروں کو بھی خاطر میں نہیں لائے، دین میں جب بھی انحراف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تو ان ہی علماء نے بلاخوفِ لومۃ لائم اس کا مقابلہ کیا اور دین کی اس محبت اور سنت رسول پر اس جاںنثاری کی وجہ سے دشنام طرازی اور تکفیر کے تیر بھی سہے، احکام شریعت کو جب بھی مجروح کرنے اور اُمت مسلمہ کو اس سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی، تو ان ہی علماء نے اس فتنہ کی سنگینی کو محسوس کیا اور اس کے مقابلہ کے لئے اُمت کو للکارا، اسی قدسی گروہ نے ملک کو آزاد کرانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور اللہ کی زمین پر اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کی حتی المقدور کوششیں کی۔

یہ تو علماء کی حفاظتی اور دفاعی خدمات کی چند جہتیں ہیں؛ لیکن اس کے علاوہ مثبت طریقہ پر مسلمانوں کو دین سے مربوط رکھنے کے لئے علماء نے جو کوششیں کی ہیں، وہ تاریخ کا ایسا روشن باب ہے کہ اخیر دور میں شاید ہی اس کی کوئی نظیر مل سکے، لوگ اسٹیج پر تعلیم کو عام کرنے کی باتیں خوب کہتے ہیں؛ لیکن خود ان داعیانِ تعلیم نے اپنے دروازوں کو متمول اور دولت مند لوگوں تک محدود کر رکھا ہے، جو لوگ غریبوں کی جھونپڑیوں میں علم کا چراغ جلاتے ہیں اور شہر کی رونقوں سے

دورقریوں اوردیہاتوں میں علم کا آبِ حیات پہنچاتے ہیں، وہ یہی علماء اور ان کے زیرِ انتظام دینی درسگاہیں ہیں، یہ درسگاہیں نہ صرف مسلمانوں کو دین واخلاق اور تہذیب وتمدن سے آراستہ کرتی ہیں؛ بلکہ ارتداد اور بے دینی سے ان کی حفاظت بھی کرتی ہیں، اس کے علاوہ آج مسلمانوں میں جو کچھ سماجی واصلاحی کام ہورہا ہے، حلال وحرام کی فکر پائی جارہی ہے اور دینی حمیت اور ایمانی غیرت باقی ہے، وہ ان ہی مدارس اور ان کے فضلاء کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

زمانہ جوں جوں گذرتا جارہا ہے، حالات نازک سے نازک تر ہوتے جارہے ہیں، آج عالمی سطح پر اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کو رسوا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، کمیونزم کے زوال کے بعد مغرب نے محسوس کرلیا ہے کہ اسلام ہی اس کا سب سے بڑا رقیب ہے اور سرمایہ دار نظام کو اب صرف اسلام سے مقابلہ درپیش ہے، انھیں اس بات کا بہ خوبی احساس ہے کہ ایک نظام حیات کا مقابلہ دوسرے نظام حیات ہی سے ہوتا ہے، آہن وآتش کے ذریعہ زمینیں فتح کی جاسکتی ہیں، ملکوں کے نقشے بدلے جاسکتے ہیں، لوگوں کی گردنیں جھکائی جاسکتی ہیں؛ لیکن اس کے ذریعہ دل ودماغ کو فتح نہیں کیا جاسکتا، اس کے ذریعہ اقلیم قلب کی کشور کشائی نہیں ہوسکتی اور فکر وعقیدہ کو شکست نہیں دی جاسکتی، وہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ اُمت اتنی سخت جان ہے کہ ہزار ابتلاؤں اور آزمائشوں کے باوجود وہ دامن نبوت کا ایک تار بھی چھوڑنا نہیں چاہتی اور اسلام کی کشش اور جاذبیت کچھ ایسی ہے کہ میدانِ جنگ کے سورما اور تیغ وشمشیر کے شہسوار بھی اس کے آگے جبین اعتراف خم کررہے ہیں اور فاتح خود مفتوح بنے جاتے ہیں؛ اس لئے آج اسلام پر ہمہ پہلو یلغار کی جارہی ہے اور اس کے لئے ہر طرح کی تلبیس وتحریف کا راستہ کھول دیا گیا ہے، اس پس منظر میں علماء کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔

یہ امر محتاجِ اظہار نہیں کہ شریعتِ اسلامی کا ایک امتیازی وصف اعتدال وتوازن اور انسانی فطرت سے ہم آہنگی ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان معاش کا محتاج ہے، وہ اس سے

محروم رہ کر زندگی کی راہ میں چند قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا؛ چنانچہ اسلام نے نہ صرف کسبِ معاش کو جائز رکھا؛ بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی قرآنِ مجید نے مال کو ''خیر'' (العادیات:۸) اور ''فضلِ الٰہی'' (الجمعۃ:۱۰) سے تعبیر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اللہ کے بندوں کی ضروریات کی تکمیل کے لئے کسبِ معاش کو دوش بدوش رکھتے ہوئے فرمایا گیا کہ جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو روزی کی تلاش کی سرگرمیوں میں لگ جاؤ: ''فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ'' (الجمعۃ:۱۰) --- اگر دولت اس کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ حاصل کی جائے، تو اسلام نے اس کی مذمت نہیں کی ہے؛ اسی لئے ہمیں قرآنِ مجید میں صاحبِ ثروت پیغمبروں کا اور حدیث میں صاحبِ ثروت صحابہ کا ذکر ملتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں زکوٰۃ لینے کا ذکر تو غالباً ایک ہی جگہ ہے، لیکن زکوٰۃ دینے کا حکم مختلف الفاظ میں ۶۵ جگہ ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ زکوٰۃ دولت مندی پر واجب ہوتی ہے۔

البتہ اسلام نے کسبِ معاش کی ایسی بے قید اجازت بھی نہیں دی کہ انسان اخلاقی اور انسانی حدود سے باہر چلا جائے؛ اسی لئے شریعت نے مال کے سلسلے میں دونوں پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ایک یہ کہ مال کس طرح کمایا جائے، دوسرے یہ کہ مال کہاں خرچ کیا جائے؟ کسب کے ذرائع کیا ہوں اور خرچ کے مواقع کیا ہوں؟ ان دونوں جہتوں میں ایسے احکام دیئے گئے ہیں کہ معاشرہ میں انصاف قائم ہو، ہر شخص کو اپنی محنت کا پھل ملے؛ لیکن وہ بالکل خودغرض نہ ہوجائے، وہ ایسی اجتماعی ملکیت کا بھی قائل نہیں، جس میں افراد درخت اور پتھر کی طرح بے اختیار ہوجائیں اور انھیں روبوٹ تصور کرلیا جائے؛ کیوں کہ ذاتی منافع کی طلب یقیناً ایسی چیز ہے، جس سے معاشی تگ ودو کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور پھر اس سے معیشت کو ترقی حاصل ہوتی ہے، اور وہ ایسی انفرادی ملکیت کا بھی قائل نہیں، جس کی بنیاد خودغرضی، استحصال اور حق تلفی پر ہو اور جس میں ایثار، دوسروں کی رعایت اور انفاق کے لئے کوئی جگہ نہ ہو، قرآن

وحدیث کی معاشی تعلیمات اور مسلمان فقہاء کے اجتہادات کی یہی بنیاد ہے۔

معیشت کی اہمیت کی وجہ سے یہ موضوع ہمیشہ سے علماء کی فکر کا محور رہا ہے، تدوین فقہ کے بالکل ابتدائی دور میں ہمیں امام محمد بن حسن شیبانی کا نام ملتا ہے، جنھوں نے ''کتاب الکسب'' تالیف فرمائی اور اس میں کسب کے جائز وناجائز ذرائع اوران سے متعلق فضائل واحکام پر روشنی ڈالی، اس کا خلاصہ علامہ ابو بکر محمد بن احمد سرخسی (م: ۴۸۳ھ) نے اپنی کتاب ''المبسوط'' میں درج کیا ہے، ماضی قریب میں غالباً اصل کتاب بھی شائع ہوچکی ہے، اسی طرح ابتدائی دور کی کتابوں میں ہمیں قاضی ابو یوسف کی ''کتاب الخراج'' اور علامہ ابوعبید کی ''کتاب الاموال'' بھی ملتی ہے، جس کا تعلق ایک اسلامی حکومت کی مدات آمدنی اور مداتِ خرچ سے ہے، ذیلی طور پر فقہ المعاملات کی بحثیں ہمیں ان فقہی کتابوں میں تو ملتی ہی ہیں، جن میں تمام مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان کے علاوہ جو کتابیں ''احکام سلطانیہ'' یعنی حکومتی قوانین ''احکام قضا'' یعنی عدالتی قوانین اور ''احکام سیر'' یعنی بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قوانین پر لکھی گئی ہیں، ان میں بھی اقتصادیات سے متعلق احکام اچھے خاصے آجاتے ہیں، غرض کہ ہمارے فقہاء نے ان مسائل کو ہمیشہ خصوصی اہمیت دی ہے۔

صنعتی ترقی کے بعد معاشی نظام کے سلسلے میں جو نئے افکار پیدا ہوئے، انھیں نظریہ کی حیثیت سے ترقی حاصل ہوئی، اور عالمی سطح پر وہ غور وفکر اور عملی کوششوں کا محور بن گئے، نیز اشتراکیت اور سرمایہ داری نے ایک نظام حیات کی شکل اختیار کرلی، اس پس منظر میں اسلام کے معاشی نظام کی توضیح اور اس کی تطبیق کے سلسلے میں علماء نے مفید کاوشیں کی ہیں، گوخلافتِ عثمانیہ کے سقوط اور مسلم ممالک میں تمام شعبہ ہائے حیات میں اسلام کی حکمرانی سے گریز کی وجہ سے ان کو اس درجہ فروغ حاصل نہیں ہوسکا، جو ہونا چاہئے تھا، مقام مسرت ہے کہ ان کاوشوں میں علماء ہند کی بھی نمایاں خدمات ہیں، غالباً موجودہ دور میں اس موضوع پر پہلے جو کتابیں منظر عام پر

آئیں، وہ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی ''اسلامی معاشیات'' اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی ''اسلام کا اقتصادی نظام'' ہیں، اسلامی معاشیات بڑے سائز کے تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اور اس موضوع پر مولانا نے بڑی نادر تحقیقات پیش کی ہیں، انھوں نے اپنے آپ کو صرف قدماء کے افکار کا اسیر نہیں رکھا ہے؛ بلکہ قارئین اس میں ''قال'' کے ساتھ ''قول'' کا بھی بڑا سرمایہ پائیں گے، مولانا ہی کی نگرانی میں ان کے ایک فاضل شاگرد ڈاکٹر محمد یوسف الدین نے بھی اس موضوع پر مقالہ لکھا، جو دو ضخیم جلدوں میں ''اسلام کے معاشی نظریئے'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، مولانا کے ایک اور شاگرد ڈاکٹر انور اقبال قریشی نے سود کے مسئلہ پر غالباً پہلی بار نہایت تفصیل کے ساتھ قلم اٹھایا، جو اسلام اور ''نظریہ سود'' کے نام سے ۱۹۴۵ء میں شائع ہو چکی ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' — جو مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ کی خواہش پر لکھی گئی اور ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی — بھی اپنے موضوع پر نہایت اہم اور جامع تالیف ہے، جس میں انہوں نے معاصر معاشی نظریات کا بھی جائزہ لیا ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے ان کا تجزیہ کرنے کے علاوہ اسلام کے معاشی تصورات کی اہمیت وافادیت اور برتری کو عالمانہ اسلوب میں واضح فرمایا ہے۔ اس کے بعد اس موضوع سے متعلق علمی خدمات میں تین شخصیتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ہندوستان سے ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اور ڈاکٹر احمد علی ندوی، جن میں سے اول الذکر کا کام طریقۂ استثمار پر ہے اور ثانی الذکر کا مالیات سے متعلق فقہی قواعد پر، اور تیسری شخصیت پاکستان سے مولانا محمد تقی عثمانی کی ہے، جن کی تالیفات عام طور پر مقبول ومتداول ہیں، عالم اسلام میں اس وقت علماء اور معاشی ماہرین کی ایک قابل لحاظ تعداد نیز متعدد ادارے اسلامی معاشی نظام کی تشکیل وترقی کے سلسلے میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ بظاہر عجیب بات محسوس ہوتی ہے کہ اس موضوع پر کام کا آغاز تو ہندوستان میں ہوا؛

لیکن ہندوستان میں اس کام کو وہ توجہ حاصل نہیں ہوسکی، جو عالم اسلام اور عالم عرب میں ہوئی، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اسلام میں اسلامی طرز معیشت کو عملی شکل دینے کے مواقع مہیا تھے؛ گو مسلم حکومتوں نے اس پر کما حقہ توجہ نہیں کی، اور ہندوستان کے معاشی قوانین اسلامی مالیاتی نظام کے قیام میں حارج ہیں، خدا کرے جلد ایسے موانع دور ہو جائیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

عصر حاضر میں اسلام کے معاشی نظام کے مطالعہ اور اس کی مشکلات کو حل کرنے کی اہمیت اس لئے بڑھ گئی ہے کہ جنگ عظیم اول کے بعد معاشی نظام کے اعتبار سے دنیا دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی، سرمایہ داری اور کمیونزم، ان دونوں نظاموں کی کشمکش اور آویزشیں اتنی بڑھتی گئیں کہ بعض اوقات تو دونوں بلاک میں ایٹمی جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی، ۱۹۹۲ء کے بعد جب روس پارہ پارہ ہوا، تو گویا اشتراکی نظام کا دار الخلافہ ہی اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اب سرمایہ دارانہ نظام بلاشرکت غیرے پوری دنیا پر حاوی ہے یا ہونے کے لئے کوشاں ہے، اب اس وقت دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کے مقابل اگر کوئی نظام ہے تو وہ اسلام ہے، یہی وہ حقیقت ہے، جو سرمایہ دارانہ ممالک کو مضطرب کئے ہوئی ہے؛ کیوں کہ وہ اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ اسلحہ سے زمینیں فتح کی جاسکتی ہیں، فکر ونظر کو جیتا نہیں جاسکتا، 'افکار' افکار ہی سے شکست کھاتے ہیں، تاتاری مسلمانوں سے کہیں زیادہ طاقتور تھے؛ لیکن ان کے پاس کوئی فکری نظام نہیں تھا؛ اس لئے آخر مسلمانوں کے فاتح اسلام کے مفتوح بن گئے۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت مغرب اسلام کے معاشی وسماجی قوانین کو معاشی وسماجی ترقی میں رکاوٹ اور معاشی اداروں کے استحکام کے لئے نقصاندہ قرار دیتا ہے اور اسلامی مالیاتی اداروں کو ناکام کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے، ان حالات میں فقہاء اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ موجودہ دنیا —— جو صنعتی ترقی کے اوجِ کمال پر ہے اور جس نے مشرق ومغرب کے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے —— کی ضرورتوں کو پورا کرتے اور دشواریوں کو حل کرتے ہوئے اسلامی معاشی نظام کا

ڈھانچہ بنائیں اور جو معاشی ادارے آج کی ضرورت بن چکے ہیں، ان کو اسلامی پیکر عطا کریں، نیز انھیں سرمایہ دارانہ نظام کی ناانصافی سے بچاتے ہوئے لوگوں کے لئے قابل عمل بنائیں، اور موجودہ حالات اس کے لئے موزوں ترین حالات ہیں؛ کیوں کہ ۲۰۰۸ء سے پوری دنیا جس مالی بحران سے دوچار ہے اور جس نے معاشی دنیا میں ایک زلزلہ سابرپا کردیا ہے، اس نے سرمایہ دارانہ نظام کی ناکامی کو پوری طرح واضح کردیا ہے؛ حالاں کہ مغربی طاقتیں کھل کر یہ کہنے کو تیار نہیں ہیں؛ لیکن دبے لفظوں میں بعض حقیقت پسند ماہرین اس کا اعتراف بھی کررہے ہیں؛ اس لئے اس وقت خاص طور پر اس دور کے فقہاء کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

اس وقت مالیاتی نظام میں تین اداروں کی خاص اہمیت ہے، بینک، اسٹاک ایکسچینج اور انشورنس کمپنیاں، یہ تینوں ادارے موجودہ صنعتی دور کے لئے ضرورت کا درجہ رکھتے ہیں، بینک کھاتہ داروں کی رقم کی حفاظت کرتا ہے، بروقت اس کی واپسی کو یقینی بناتا ہے، کاروباری مقاصد اور دوسری ضرورتوں کے لئے بڑے بڑے قرضے دیتا ہے، رقوم کی ترسیل میں واسطہ بنتا ہے، اپنے کھاتہ داروں کو نفع دیتا ہے، شیئرز کمپنیاں بڑے کاروبار کے لئے رقم فراہم کرنے کا نہایت اہم ذریعہ ہیں، اس کے ذریعہ عام لوگ بڑی بڑی کمپنیوں تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں اور اپنا سرمایہ لگاسکتے ہیں، بھاری صنعتوں، فاصلاتی تجارت اور ایکسپورٹ امپورٹ، صنعتی فضلات کی کثرت کی وجہ سے خطرناک بیماریوں کی کثرت ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی وجہ سے خطرات بہت بڑھ گئے ہیں، ان خطرات کا مداوا انشورنس سے ہوتا ہے، اس لئے ہم ان اداروں کو غیر ضروری نہیں کہہ سکتے اور ایسے حالات میں جب کہ عالمی سطح پر معیشت باہم مربوط ہوگئی ہے، ایسے اداروں کے بغیر کسی ملک کے وجود کا تصور بھی نہیں کرسکتے؟ مگر افسوس کہ آج ان اداروں کی نشو ونما جن دماغوں کے ذریعے ہورہی ہے، انھوں نے ان مفید اور اہم خدمات انجام دینے والے اداروں کے رگ وریشہ میں ربا وقمار کو داخل کردیا ہے، اب ہمارا فرض ہے کہ جیسے مریض کے جسم کو

بچاتے ہوئے اس کی بیماری کا علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح ہم ان اداروں کو باقی رکھتے ہوئے اس کی خامیوں کو دور کریں اور اسے پوری طرح اسلام کے رنگ میں رنگ دیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں سود، قمار اور محرمات سے پاک بینک انشورنس، میچول فنڈ اور شیئرز میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کی کوشش کی جارہی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی بینکنگ کی کوششوں میں مسلمانانِ ہند کو اولیت حاصل ہے، تو غلط نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ۱۸۹۱ء میں حیدرآباد دکن میں غیر سودی سوسائٹی پہلی بار قائم ہوئی، حیدرآباد ہی میں ۱۹۲۵ء میں انجمن امداد قرض بلا سود کا قیام عمل میں آیا، غالباً ۱۹۳۶ء میں مسلم فنڈ قائم ہوا، اس کے علاوہ بھی ہندوستان کے شمالی اور جنوبی علاقوں میں بعض ادارے قائم ہوتے رہے، عالم اسلام میں اس کا نقطۂ آغاز مصر کے ایک قریہ مت غمر کو قرار دیا جاتا ہے، جہاں ۱۹۶۲ء میں غیر سودی کوآپریٹیو بینک کا قیام ہوا، اسلامی بینکوں کے لئے استثمار کا بھی سب سے پہلا ماڈل ''مضاربہ ماڈل'' کے نام سے الہ آباد کے ایک پروفیسر نے پیش کیا، ۱۹۷۴ء میں دبئی اسلامی بینک قائم ہوا، جو ایک مکمل بینک تھا، ۱۹۷۵ء میں (IDB) کا قیام عمل میں آیا اور ۱۹۷۶ء میں شاہ فیصل سے منسوب سوڈان اور بحرین وغیرہ میں اسلامی بینک قائم ہوئے، جس کے بانی شاہ فیصل کے صاحبزادے محمد الفیصل تھے۔

واقعہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں اسلامی بینکنگ کو پذیرائی حاصل ہو رہی ہے، یہاں تک کہ غیر مسلم مالکان بھی مسلمانوں کا سرمایہ حاصل کرنے کے لئے اپنے یہاں اسلامی استثمار کا کاؤنٹر کھول رہے ہیں اور غیر مسلم کمپنیاں بھی اسلامی انشورنس کی دہائی دے رہی ہیں، ان حالات میں ایک طرف تو ایسے افراد کی ضرورت ہے، جو جدید معاشی نظام سے واقف ہوں اور فقہ اسلامی پر ان کی گہری نظر ہو، دوسری طرف ان اداروں کی نگرانی کی ضرورت ہے؛ تاکہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے یہ ادارے صحیح راستے سے منحرف نہ ہو جائیں اور دین کے نام پر بے دینی کو

رواج دینے کا ذریعہ نہ بن جائیں، ان دونوں مقاصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ دینی مدارس میں اسلامی معاشیات کو داخل کیا جائے؛ کیوں کہ ملت کے مختلف کاموں کے لئے افراد سازی کا اس سے بڑا اور کوئی مرکز نہیں، ان کی حیثیت پاور ہاؤس کی ہے، جس سے اُمت کے تمام کاموں کے لئے انرجی حاصل ہوتی ہے، یہ اُمت کے لئے قلب کا درجہ رکھتے ہیں، جو اس جسم کے ایک ایک عضو کو خون پہنچاتا ہے، اس وقت یہ مذاکرہ تین اداروں کے اشتراک سے منعقد ہورہا ہے اور یہ تینوں ہی ادارے سودی نظام کی جگہ غیر سودی نظام کو لانے کے لئے اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق کوشاں رہے ہیں، (IDB) عالمی سطح کا نہایت فعال ادارہ اور سب سے بڑا اسلامی بینک ہے، جو مالیاتی اداروں کے ساتھ بڑے پیانے پر رفاہی کام بھی انجام دیتا ہے اور ہم اور آپ سب اس کی وسیع خدمات سے واقف ہیں، انسٹیٹیوٹ آف آبجکیو اسٹڈیز کے قیام کو بیس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، اس عرصہ میں اس نے علم وتحقیق کے بڑے اہم کام انجام دیئے ہیں اور مختلف شعبوں میں دوررس منصوبہ بندی کے ساتھ کاموں کا آغاز کیا ہے، اس کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے، غیر سودی سرمایہ کاری کے لئے بھی اس نے بڑی کاوشیں انجام دی ہیں اور ایسے اداروں کی مدد کے لئے ''شریعہ بورڈ'' بھی تشکیل دیا ہے۔

تیسرا ادارہ ''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا'' ہے، جس کا بنیادی مقصد ہی عصر حاضر میں پیدا ہونے والے شرعی وفقہی مسائل کو حل کرنا ہے، اب اس نے بیسویں سال میں قدم رکھا ہے، بحمد اللہ ملک و بیرونِ ملک میں اس کو قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، نئے مسائل پر اس کے اٹھارہ سیمنار منعقد ہو چکے ہیں، جس میں ۷۵ موضوعات سے زیادہ عصری مسائل زیر بحث آئے ہیں، مالیاتی مسائل پر شروع سے اکیڈمی کی خصوصی توجہ رہی ہے، اسلامی معاشیات کا مثبت حصہ زکوۃ وعشر سے متعلق ہے؛ چنانچہ ان موضوعات پر ایک سے زیادہ مستقل سیمینار منعقد ہوئے ہیں، اس کا سلبی پہلو نظام معیشت کی سود وقمار سے تطہیر اور جدید معاشی اداروں کے اسلامی متبادل کی

نشاندہی ہے؛ چنانچہ بینک انٹرسٹ، غیر سودی قرض دینے والے اداروں کی ہیئت، انشورنس، اسلامی بینکنگ کے مسائل ــــ مرابحہ، بیع بالتقسیط وغیرہ ــــ نیز کریڈٹ کارڈ، ملٹی لیول مارکٹنگ اور ان جیسے بہت سے موضوعات کو اکیڈمی نے بحث کا موضوع بنایا ہے اور اجتماعی طور پر ان کے بارے میں شرعی رہنمائی کی ہے، یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان میں غیر سودی بینک کاری کے امکانات کی تلاش میں اکیڈمی نے بڑی کاوشیں کی ہیں، اس کے لئے ماہرین معاشیات، معاشی قوانین کے ماہرین اور مفتیانِ کرام کا ایک گروپ بنایا گیا اور بڑی دقت نظر کے ساتھ اس پر غور کیا گیا اور بالآخر اس پر پروجیکٹ رپورٹ تیار کی گئی، جس کی مولانا محمد تقی عثمانی (پاکستان) اور ڈاکٹر انس زرقاء (سعودی عرب) جیسے عالم اور ماہر معاشیات نے بڑی تحسین کی، گو ساری محنتوں کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا گیا کہ ہندوستان کے موجودہ قوانین کے تحت ایک مکمل اسلامی بینک کا قیام یہاں ممکن نہیں؛ البتہ کوآپریٹیو سوسائٹی کے ذریعہ اسلامی طریقہ پر استثمار کی کوشش کی جاسکتی ہے۔

آج اس موضوع پر ملک بھر سے دینی مدارس کے ذمہ داروں اور نمائندہ شخصیتوں کو جمع کرنا ان تینوں اداروں کے لئے یقیناً سعادت وشرف کی بات ہے، جس کا مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کی شریعت کے نفاذ کے لئے راستہ ہموار کرنا ہے، ان کلمات کو ختم کرتے ہوئے بے ساختہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نوکِ قلم پر آتا ہے:

> إن مثل العلماء في الأرض كمثل النجوم في السماء يهتدى به في ظلمات البر والبحر، فإذا إنطمست النجوم أو شک أن تضل الهداة۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۲۱۸۹)
>
> زمین میں علماء کی مثال آسمان پر ستاروں کی طرح ہے، جس کے ذریعے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی

ہے، اگر تارے ماند پڑ جائیں، تو بعید نہیں کہ صحیح راستہ چلنے والے
بھی بھٹک جائیں۔

دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مذاکرہ کو ثمر آور اور نتیجہ خیز بنائے اور ہمیں ایسے فیصلوں کی توفیق عطا فرمائے، جن میں اس کی رضا و خوشنودی ہو۔ **اللھم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه۔**

☆☆☆☆

6- خطبۂ صدارت

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و الصلاة و السلام علی رسول الله، اما بعد!

معزز ین ملت علماء کرام اور محسنین ملت ، دانشوران عظام!

آپ حضرات نے جس دینی دانش وبینش سے ''مالیات ومعاشیات'' کوموضوع اجتماع قرار دیا، وہ جہاں ملت اسلامیہ کی نظروں سے اوجھل اہم ترین ضرورت اوروقت کے اہم مطالبے کی تکمیل ہے، وہیں آپ کے بصیرت واخلاص پر شاہد عدل بھی ہے، نیز جہاں یہ برمحل اقدام لائق اعتراف وقابل تعریف ہے، وہیں احقر ناکارہ کو ذمہ دارانہ منصب پر بٹھادینا آپ کی علمی عظمتوں اور اخلاقی رفعتوں کے ساتھ حیرتناک بھی ہے، بہرحال قصور علمی کے اعتراف کے ساتھ راقم الحروف امتثالاً للامر نفس موضوع سے متعلق چند کلمات پیش کرنے کی باادب جسارت کررہا ہے۔

محترم حضرات:

اسلام انسانی عظمتوں کا منادا اور تکمیل انسانیت کے نظام مکمل کا حامل بھی ہے، اس کے لئے قدرت فیاض نے جملہ مخلوقات کے برخلاف ''تدین'' اور ''تمدن'' کو انسانی فطرت کے تقاضوں کی حیثیت عطا فرما کر تکمیل انسانیت کا وقیع وسیلہ بنادیا ہے۔

---

* مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند و نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

''تدین'' کی تکمیل وترقی ''عقیدت'' اور ''عبادت'' پر مبنی ہے، اور ''تمدن'' کی ارتقائی بنیادیں ''صنعت'' و ''تجارت'' پر قائم ہیں، بالفاظ دیگر جس طرح عبادت عقیدت کے بغیر اور عقیدت عبادت کے بغیر مقبولیت عند اللہ کا وسیلہ نہیں بن پاتیں، اسی طرح تجارت، صنعت کے بغیر اور صنعت، تجارت کے بغیر نہ صرف ترقی ہی سے نا آشنا رہتی ہیں بلکہ نتیجۃً قومی موقف عزت واعتماد بھی اقوام عالم میں قائم و برقرار نہیں رہتا۔

اس حقیقت کو تاریخی تائید اس سے ملتی ہے کہ ایران پر عہد یزدگرد میں مسلمانوں نے غلبہ واستیلاء حاصل کیا، اس تاریخی انقلاب میں ایران کی آتش پرست مجوس قوم نے صحیح تجزیہ حالات کر کے اقتدار سے محرومی کے بعد دامنِ صنعت وتجارت کو پوری دانائی وقوت سے تھام لیا، جس سے اندرون ملک وہ اپنی حیثیت عرفی کے ساتھ قومی عزت کو برقرار رکھنے میں بھی آج تک کامیاب ہیں۔

اس کے برخلاف انگریز کے غاصبانہ تسلط کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں نے اقتدار سے محروم ہونے کے باوجود اپنے بے بنیاد حساس اقتدار کے تحت صنعت وتجارت کو اپنے خیالی موقف عزت کے برخلاف سمجھا، اس غیر صائب فکر کی وجہ سے افلاس کی تلوار انہیں آج تک مجروح کررہی ہے، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے پیدا شدہ مجروح فکر کو مسلمانوں نے توکل اور قناعت کے نام سے نہ صرف اپنے ضمیر ہی کو غلط رخ پر ڈالا بلکہ افلاس کی اس المناک زندگی کو خوش فہمی سے متواضعانہ زندگی کا عنوان دے کر اپنے اوپر مسلط کرلیا، جبکہ بے فکری یا بدفکری کی پیدا کردہ مفلسانہ زندگی نہ تواضع کی تعریف میں آتی ہے، اور نہ توکل وقناعت کا پاکیزہ نام ہی اس پر چسپاں ہوسکتا ہے، کیونکہ اس دنیا میں اقتصادی اور معاشی برتری کو قدرت فیاض نے ''الدنیا بالوسائل لا بالفضائل'' کے مطابق اقوام عالم میں وقار وسربلندی کا وسیلہ بنایا ہے۔

پھر یہی نہیں بلکہ بنیادی ارکان اسلام میں ''قوت دفاع'' ''فریضۂ حج'' اور ''فریضۂ

زکوۃ'' کی ادائیگی بھی معاشی آسودگی کے بغیر ممکن نہیں، نیز اعلاء کلمۃ اللہ کے مختلف الجہات فرائض کی ادائیگی بھی ضروریات اصلیہ سے زائد فراہمیٔ مالِ کثیر کے بغیر ممکن نہیں، جس کو "الید العلیا خیر من الید السفلی" کے ارشاد نبوت سے زبردست تائید وتقویت حاصل ہوجاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ماضی کے مختلف زمانوں میں صاحب فکر ارباب علم نے نہ صرف اپنی با امانت ودیانت اقتصادی اور معاشی برتری کی مومنانہ مساعی کو ملت کے لئے عملی تربیت کا مؤثر ذریعہ بنا کر ہی پیش نہیں کیا، بلکہ دینی اور علمی بلند مقامی کے ساتھ ہر قسم کی تجارتوں میں خود حصہ لے کر نمونہ صالحہ پیش فرمایا، ان بزرگوں کی انہی کاوشوں اور کوششوں سے یہ حقیقت پر مبنی محاورہ زبان زد ہوگیا کہ "اسلام دین غنٰی'' ہے۔

لیکن غیر اسلامی فکر کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں کی حد تک دین داری کے باوجود ان کی عمومی غربت ونا داری نے اسلام کے دین غنٰی ہونے کے امر واقعہ کو ایک لائق غور اور قابل حل سوال کی صورت دیدی ہے، ضرورت ہے کہ ملت کے اس افلاس کے تاریخی اسباب کے تجسس وتعین کے ذریعہ دفاع پر مبنی اس سوال کا شافی جواب تلاش کیا جائے۔

اس سوال کے جواب کی تاریخی تمہید یہ ہے کہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کی تعداد کا معتد بہ حصہ وہ ہے کہ جس نے غیر عقلی شرک وبت پرستی سے نکل کر اسلامی معقول مدلل "توحید'' کے دامن میں ایمانی پناہ حاصل کی ہے، لیکن اس سے قبل وہ ایسے لوگوں کے دام فریب کا شکار تھے جو اپنی نفسانی قوتوں کو محنتوں سے ایک خیالی مرکز پر مجتمع کر کے اس سے حیرت ناک شعبدے دکھاتے تھے اور ان شعبدوں کو مذہبی اہمیت وحیثیت دے کر عوامی اعتقاد بنا دیتے تھے، ان عجائبات کے عادی لوگوں کے لئے توحید اسلامی سے تاثر پذیری کا ذریعہ صوفیائے کرام کی کرامات ہی بنیں اور وہی بن بھی سکتی تھیں، چنانچہ ان بزرگوں کے کراماتی خوارق ہی ان عجائب پسندوں کے لئے قبول اسلام کا وسیلہ ثابت ہوئے، لیکن ان کی اکثریت کے لئے قبول اسلام کے

بعد دینی تعلیم وتربیت کے ذرائع تقریباً مفقود رہے اور ان کے لئے صوفیائے کرام کی مادی ترقیات سے بے نیاز زاہدانہ زندگی ہی اسلام کا اصلی اور حقیقی معیار بن گئی، جسے **ملت** اسلامیہ کی قلیل العلم یا بے علم اکثریت غربت وافلاس ہی کو آج تک دین کے معیار کے طور پر قبول کئے ہوئے ہے۔

اس غیر اسلامی اور غیر صحیح نقطۂ فکر نے **ملت** اسلامیہ ہندیہ میں اقتصادی ترقی کے ذوق کو نہ صرف مضمحل ہی کیا بلکہ مالی ترقی وتکثیر سے بچنے والا ہی ان کی نگاہوں میں دین دار قرار پا گیا۔

پھر انگریزی معاندانہ دورِ اقتدار میں دین کے بارے میں جذبات تحفظ کے تحت اقتصادی فراغ بالی کے سب سے عظیم وسیلے یعنی تجارت وصنعت سے تحقیر آمیز بے اعتنائی نے دنیوی عزت مندانہ زندگی سے بھی مسلمانوں کو محروم کر دیا۔

آج سائنسی حیرت ناک دورِ ارتقاء میں تجارت وصنعت کے بے شمار طریقوں کی ایجاد نے قومی طور پر زندہ رہنے کا محور مدار تجارت وصنعت ہی کو بنا دیا ہے، اس لئے **ملت** اسلامیہ کے لئے وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ اسلام کے دین فقر ہونے کے غیر واقعی شعور کو ختم کر کے اسلام کے دین غنی ہونے کے علم واحساس کو پوری قوت سے بیدار کیا جائے اور باور کرایا جائے کہ ملی اور قومی زندگی کی ترقی اور عزت مندی ہی نہیں بلکہ انقلاب وقت نے با متعت نجی زندگی کی آسودگی کو بھی صنعت وتجارت سے ہی وابستہ کر دیا ہے، وقت کے اس مطالبہ کو نہ سمجھنا لمحوں کی وہ خطا ہے جس کی سزا صدیوں سے مسلمان بھگت رہے اور صدیوں مزید بھگتنا پڑ سکتی ہے۔

خدا کرے کہ ''فقہ اکیڈمی'' کے پلیٹ فارم سے مالیات ومعاشیات کے شعور کو بیدار کرنے کی یہ **ملت** نواز آواز قبول عام کا یقینی ذریعہ ثابت ہو۔ واللہ الموفق والمعین۔

7- خطاب خصوصی

ڈاکٹر محمد منظور عالم*

صدر جلسہ اور معزز شرکائے سمینار!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و بر کاتہ

آج میرے لیے بہت خوشی کا دن ہے کہ دور دور سے حضرات علماء یہاں تشریف لائے ہیں میں تہہ دل سے سب کا استقبال کرتا ہوں۔ یہ وہ علماء ہیں جنہوں نے دین کی نشر و اشاعت، دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت اور اسلام کی خدمت کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی ہے۔ جو خیر کے فروغ کے لیے ہمہ وقت جد وجہد میں مصروف ہیں، جنہوں نے مدارس سے دین کی ایسی شمع روشن کی ہے جس کی روشنی سے پورا ہندوستان منور ہے۔ یہ مدارس اصلاً علم و فکر کے وہ مراکز ہیں جہاں سے انسانی سماج کی رہنمائی اور مسلم معاشرہ کی قیادت و رہبری ہوا کرتی ہے۔ یہ مدارس بے سر و سامانی اور قلت وسائل کے باوجود وہ کام انجام دے رہے ہیں جس سے ملک میں جہالت کے مقابلے میں علم، بدی کے مقابلے میں نیکی، تاریکی کے مقابلے میں روشنی پھیل رہی ہے۔ مدارس کی خدمات سے کوئی بھی مؤرخ انکار نہیں کر سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ مختلف اسباب کی بنا پر ان کا نصاب و نظام، طریقۂ امتحان، مدت تعلیم، درسی کتابیں اور درسی مواد ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں اور اس اختلاف کا اصل سبب فکری و تجرباتی تنوع ہے۔

انسان جسم اور روح کا مرکب ہے بحیثیت فرد، اس کو کھانے، پینے، لباس، گھر، سواری کی

* چیرمین انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز، نئی دہلی۔

ضرورت ہے، اس کی یہ بنیادی ضرورتیں اگرچہ انفرادی ہیں لیکن ان کا تعلق اقتصادیات سے ہے یہی فرد مختلف حیثیتوں میں خاندان وسماج کے درمیان زندگی گذارتا ہے، شادی اور شادی کے بعد بچوں کی تعلیم وتربیت اور ان کو سنوارنے اور بنانے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے یہ کوششیں بھی معاشی جدوجہد کے زمرے میں ہی آتی ہیں، اللہ نے انسان کی فطری اور بنیادی ضروریات جن کا تعلق معاش واقتصاد سے ہے پورا خیال رکھا ہے، چنانچہ مال اور مال کی اہمیت وضرورت، مال کی حیثیت، مال کے بارے میں پیغمبرانہ تعلیمات اور اُن کا نہج یہ بتاتا ہے کہ حقیقتاً وعملاً انسان اپنی مختلف ضروریات کی تکمیل کے لئے حصولِ مال کا محتاج ہے، کیونکہ دنیا دار الاسباب ہے لہذا اس میں وسائل کو تلاش کرنا، انہیں کو اختیار کرنا اور اُن کے لئے جدوجہد کرنا نہ صرف یہ کہ مطلوب ہے بلکہ اسی کے ذریعہ سے انسان کا امتحان بھی مقصود ہے کہ وہ مال جمع کرنے اور اس کے خرچ کرنے میں اپنی پسند کے مقابلہ میں اللہ کے عطا کردہ احکامات وترجیحات کا کس حد تک لحاظ کرتا ہے۔

قرآن میں کہا گیا ہے:

> اطاعت یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لیا کرو بلکہ اطاعت یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ اور قیامت کے دن فرشتوں، کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں مال صرف کرے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہگیروں اور سائلوں پر، اور گردنوں کے آزاد کردینے میں اور نماز کی پابندی کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے جب کہ وعدہ کر چکے ہوں، اور تنگی میں اور بیماری میں، اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے یہی لوگ ہیں جو سچے اترے، اور یہی لوگ تو متقی ہیں۔ (سورۃ بقرۃ ۱۷۷)۔

اس آیت کریمہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ معاشیات کے سلسلہ میں اسلام جو تعلیم وہدایت دے رہا ہے ایک اعتبار سے اس کا رخ اور اس کا رنگ تعبدی ہے، کیونکہ انسان اپنے معاشی

تصرفات کا عنداللہ مسئول ہے، انسان کو اللہ نے اس سرزمین پر خلیفہ بنایا تا کہ وہ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور تمام مال واسباب، دولت وثروت کا اصل مالک اللہ کو سمجھتے ہوئے اس سرزمین پر خدا کے بیان کردہ طریقوں کے مطابق اقتصادی سرگرمیاں انجام دے،قرآن ہی میں ایک دوسری جگہ فرمایا گیا: (اور اللہ کے اس مال میں سے بھی انہیں دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے) (سورۂ نور: ۳۳)، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تمام مال اللہ کا مال ہے اور انسان کی حیثیت صرف ایک امین اور خلیفہ کی ہے کہ وہ اس سے خود فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے، دوسری جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: (اور جس مال میں اس نے تم کو دوسروں کا جانشین بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو) (سورۂ حدید: ۷) یعنی اللہ نے جو مال اور سرمایہ اور دولت انسان کو عطا کیا ہے اس کا اصل خالق اللہ ہی ہے اس نے اس میں صرف تصرف کا اختیار دیا ہے تو گویا کہ انسان کی حیثیت صرف ایک وکیل کی ہے، مال واسباب کی حیثیت کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے لگایا جاسکتا ہے: کہ جو انسان اپنے مال کی حفاظت میں قتل کردیا جائے وہ شہید کے رتبہ کا ہے۔ایک جگہ اور قرآن نے بیان کیا: (اور جو لوگ کہ اس مال میں بخل کرتے رہتے ہیں جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے، وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے حق میں کچھ اچھا ہے، نہیں بلکہ ان کے حق میں (بہت) برا ہے) (سورۂ آل عمران: 180)، اگر معاشیات کی اتنی اہمیت نہ ہوتی تو پھر حدیث میں یہ بات کیسے وارد ہوتی جس میں کہا گیا کہ بندہ کے دونوں پیر اس وقت تک اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے جب تک کہ اس سے اس کی عمر، اس کے علم کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے اور اس کے مال کے بارے میں بھی کہ اس نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، ایک حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو ثروت ودولت سے نوازتا ہے، مال واسباب کی فراوانی بخشتا ہے، تجارت وصنعت میں برکت عطا کرتا ہے پھر وہ اگر اسے دوسرے بندوں کے حق میں اور ان کے فائدہ کے لئے خرچ نہیں کرتے

بلکہ اس کو روک کر رکھتے ہیں اور مادیت وہوس پرستی کا شکار ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالی ان سے دولت چھین کر دوسروں کو دے دیتا ہے۔

قرآن وسنت کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ انسان کی منفعت وفائدہ کے لئے ہے۔ زمین ان کے لیے مسخر کی گئی ہے لہذا اس زمین میں آباد انسانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے طریقوں کے تحت مال حاصل کریں اور زندگی گذارنے کے لئے اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کریں کیونکہ حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ سوال کرنے اور مانگنے سے بہتر ہے کہ بندہ دینے والا اور نوازنے والا بنے؛ اسی لئے اللہ کے فضل کو تلاش کرنے کے لئے کمربستہ ہونا اور اس کے لئے تمام مطلوبہ علمی وعملی تیاریاں کرنا نہ صرف یہ کہ تقاضائے فطرت ہے بلکہ تقاضائے دین بھی ہے۔

یہ تصور کہ فکرِ معاش غیر اسلامی نظریہ ہے جو مادّہ پرستی سے عبارت ہے، درست نہیں، کیونکہ قرآن میں کہا گیا: (اور زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو) اور کہا گیا: (اے ہمارے رب اس دنیا میں ہمیں بہتر چیز عطا فرما) اور کہا گیا: (یہ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے)، اور کہا گیا: (اور اسی نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزیں مسخر کردیں) اور حدیث میں کہا گیا: (کہ یہ مال شیریں اور سرسبز ہے تو جو اس کو اس کے حق کے ساتھ حاصل کرے اس نے اس کے لئے برکت رکھی ہے) اور کہا گیا: (اور ہم نے زمین میں تم کو قوت وقدرت عطا کی اور تمہارے لئے اس میں زندگی کا سامان رکھا ہے)، اور کہا گیا: (اسی نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا) اور کہا گیا: (سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی (دی ہوئی) روزی میں سے کھاؤ (پیو) اور اسی کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے) (سورہ ملک: 51) قرآن وسنت میں اصلاً جس چیز کی تعلیم دی گئی ہے وہ اللہ کی رضا کا حصول، اعتدال ومیانہ روی نیز عدل وانصاف اور مال واسباب کا اصل مالک ومعطی اللہ کو سمجھنا ہے، کیونکہ یہ سب چیزیں انسان کو عاریتاً وامانتاً دی گئی

ہیں تا کہ وہ اس امانت کو متعین کردہ اصولوں کے تحت جمع کرے، بڑھائے، ترقی دے اور خرچ کرے۔

الحمدللہ ہندوستان کے دینی مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء وعلماء مختلف میدانوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں گو ابھی تک اس پہلو سے کوئی جامع مطالعہ نہیں کیا جا سکا ہے کہ فارغین مدارس ہندوستان میں علم کے کن کن شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں یا دے چکے ہیں۔ ملک کی تعمیر اور انسانی سماج اور مالیاتی وسیاسی نظام کی اصلاح ودرستگی میں ان کا کیا رول رہا ہے۔ علم وادب اور تحقیق وتصنیف کے میدان میں انہوں نے کس طرح کے کارنامے انجام دیے ہیں اور سماج پر انہوں نے کتنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ لیکن اس مطالعہ کے نہ ہونے کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ مدارس کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع متنوع اور ہمہ گیر وہمہ جہت ہے۔

زمانہ کے تغیرات خواہ وہ سیاسی ہوں سماجی، صنعتی ہوں یا معاشی، ان کے اثرات انسانی سماج پر مرتب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں تاثیر وتاثر کا یہ سلسلہ جاری نہ ہو۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ انسانی سماج طبعی طور پر گرد وپیش کی تبدیلیوں سے متاثر ہوتا ہے۔ عہد جدید کی تبدیلیوں نے یقیناً بہت سے نئے راستے کھولے ہیں اور بہت سے سوالات بھی اٹھائے ہیں۔ ان میں خاص طور پر دنیا کا سمٹ کر اور ایک دوسرے سے مل کر اقتصادی ترقی کے لیے جد وجہد کرنا اور اقتصادی میدان میں مسابقت کی کوشش نیز اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے مختلف سطح پر مختلف معیارات اور طریقوں کو اختیار کرنا یقیناً اقوام عالم کا اور مختلف قطعوں میں بٹے ہوئے دنیا کے ممالک کا زیادہ سے زیادہ اقتصادی استحکام ومضبوطی حاصل کرنے کے لیے مختلف النوع نمونے اور ماڈل اپنانا اور اس کے نتیجہ میں قوموں کا امیر وغریب اور حاکم ومحکوم کے درمیان منقسم ہو جانا اور اقتصادی ترقی کے معیارات کے تحت عالمی بینکوں سے قرض دے دے کر مزید کمزور ومقروض بنانا، اقتصادی اجارہ داری اور بین الاقوامی مارکیٹ پر کنٹرول نیز صنعتی

دنیا میں برپا ہونے والے حیرت انگیز تیز رفتار انقلابات جیسے اسباب نے اقتصادی سطح پر مقابلہ آرائی کے ایک ایسے رجحان کو فروغ دیا جس کے نتیجہ میں قوموں، ملکوں اور تہذیبوں کے درمیان کشمکش پیدا ہوئی۔ یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ امت مسلمہ کی قیادت وسیادت کرنے والے علماءِ حق نے معاشیات کے اسلامی اصولوں پر اپنا کام جاری رکھا اور اس کے نظریاتی اور تطبیقی پہلوؤں پر اس قدر عظیم الشان تحریری سرمایہ تیار کیا کہ اس کے نتیجہ میں معاشیات سے تعلق رکھنے والے یونیورسٹیوں کے اساتذہ نے اسلامی نظام معاشیات اور اسلامی نظام مالیات پر بہت ہی محنت وتوجہ کے ساتھ کام کرنا شروع کیا اور سودی بنیادوں پر قائم بینک کاری کے پھیلے ہوئے نظام کے مقابلے میں اسلامی مالیات وفائنانس کا ایک مستقل عنوان اور موضوع اس طرح ترتیب دیا کہ ہر سو اس پر ریسرچ وتحقیق ہونے لگی، پھر انہوں نے قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اجتہادی انداز سے اسلامی نظام بینک کاری، اسلامی نظام سرمایہ کاری اور اسلامی فائنانس کی متنوع شکلوں اور مصنوعات کو نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی نیز قوی دلائل کے ساتھ پوری قوت سے پیش کیا۔ جس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے اور امت مسلمہ میں اس خیال وفکر کو قبولیت ملنے لگی کہ سودی نظام کے بالمقابل اسلامی نظام معیشت کی بنیادوں کو بہتر سے بہتر انداز پر مرتب کرکے اس طرح پیش کردیا جائے کہ اس کا انسانیت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید ونافع ہونا ثابت ہوسکے۔

بالآخر اسلامی ماہرین معاشیات اور علمائے شریعت کی کوششوں کے نتیجہ میں اسلامی فائنانس کو فروغ حاصل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ سودی نظام کے دلدادہ اور اس کے مؤیدین بھی اسلامی معاشیات کے مطالعہ کی جانب متوجہ ہونے لگے، کیونکہ اسلامی نظام مالیات، حقیقت پسندی اور عدل جیسے اصولوں پر مبنی ہے وہ ہر قسم کے دھوکے اور جھوٹ سے پاک ہے، اسی لیے جب حالیہ دنوں میں عالمی سطح پر اقتصادیات کی گاڑی پٹری سے اترنے لگی تو مغربی دنیا کے ماہرین

اقتصادیات کو اس بات کا شدید احساس ہوا کہ وہ اسلامی معاشی نظام کو پڑھیں، سمجھیں اور اس کی عملی وعلمی طاقت وقوت کا اندازہ کریں۔

موجودہ دنیا اچانک اسلامی اقتصادی نظام کی بہترین صلاحیتوں کی جانب متوجہ ہوگئی ہے اور وہ اس کو اپنے حلقوں، ملکوں، سماج میں نافذ کرنے، چلانے کے لیے آمادہ اور تیار ہے۔ اسلامی مالیاتی نظام کی اساسیات اور اس کے وہ بنیادی اصول جن پر اس کی پوری عمارت قائم ہے جن میں خاص طور پر مال کی حفاظت، حقدار کے حق کی حفاظت، انصاف وعدل، اقتصادی اخلاقیات وآداب کا لحاظ واعتبار اور مال وسرمایہ کے بارے میں اللہ کے رزق وفضل کے تصور کا استحضار، مال وسرمایہ کو ضیاع اور تصرفات بے جا (اسراف وتبذیر) سے محفوظ رکھنے، جیسے اہم نظریات قابل ذکر ہیں۔

اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی قوانین اور اسلامی شریعت میں معاشی جدوجہد کے جو دائرے اور جہتیں ہیں اور ان کے تعلق سے بنیادی ضوابط وقواعد کو سامنے رکھتے ہوئے تہذیبی وتمدنی ارتقا کے نتیجہ اور صنعتی واقتصادی انقلاب کے سبب معاشی میدانوں میں جو نئی شکلیں اور صورتیں پیدا ہوئی ہیں نیز بین الاقوامی تجارت اور عالمی سطح پر ہونے والی سرمایہ کاری، نظام بینک کاری، ممالک کے بازاروں کا دوسرے ممالک کے لئے کھل جانا ان سب کا احاطہ کرتے ہوئے یہ طے کیا جائے کہ ضرورتوں کے لحاظ سے ہم طلبائے مدارس کو اسلامی اقتصادیات کیسے پڑھائیں تاکہ وہ عہد جدید کی معاشی مشکلات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہ صرف یہ کہ تطبیقی انداز سے حل کرسکیں بلکہ وہ خود غیر اسلامی معاشیات کی خامیوں اور نقائص کو اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نقصانات کو نئے اسلوب میں مدلل انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔

آج دنیا اسلام کے اقتصادی نظام کی حیویت وحرکیت نیز افادیت ونفعیت کو پرکھنا چاہتی ہے اس لئے ہمارے علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء (وارثین علوم نبوت) کو اس طرح تیار کردیں

کہ وہ ہر سطح پر اپنا موثر اور فعال رول ادا کرسکیں۔

علم وعقل دو ایسی چیزیں ہیں جن کے ذریعہ انسان کو شرف ،عزت اور دوسروں پر فوقیت وفضیلت حاصل ہوتی ہے قرآن نے بتایا کہ انسان کی عزت وفضیلت کا اصل سبب اس کی دولت علم اور دولت عقل سے سرفراز ہونا ہے اور انسان کے اندر سب سے اہم ترین خوبی علم ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے فرمایا گیا کہ اس نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، اور فرمایا گیا کہ آدم کو اس نے تمام نام سکھائے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اصل جوہر علم ہے، کیونکہ کتاب اللہ نے اقرأ کے ذریعہ اسی جانب انسان کو متوجہ کیا،علم کے اپنے لوازم۔اور اس کے اپنے تقاضے اور آداب بھی ہیں،علم کی دولت انسان سے ہی انسان ترقی کے منازل طے کرتا ہے، اپنے وجود کو پہچانتا ہے اور رب کی معرفت حاصل کرتا ہے۔خود انسان اپنے اور کائنات کے درمیان اور اپنے اور رب کے درمیان پائے جانے والے تعلق اور رب کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس ربط کو برقرار رکھنے میں اپنا موثر رول ادا کرنے کی تیاری کرتا ہے، اللہ نے جب انسان کو علم سے سرفراز کیا تو اس نے اسی کے ساتھ اسے اپنا نائب وخلیفہ بھی بنایا اور اس خلافت کا مفہوم امانت کے بوجھ کو سنبھالنے اور ادائیگی امانت سے بھی ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے، اللہ تعالی خود مرکز علم ہے، اور منبع علم بھی،علم کی ابتداء وانتہاء اسی پر ہے، وہ علیم وخبیر ہے تو انسان کو جو خلافت ونیابت ملی وہ صفت علم میں بھی ملی، اس لئے ایک مومن ومسلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کائنات میں موجود ان تمام علوم کو جاننے اور سیکھنے کی کوشش کرے جن کے ذریعہ وہ انسانیت کو فائدہ پہنچا سکے اور بشریت کے لئے نفع بخش بن سکے اور ان علوم کے ذریعہ وہ رب کی مرضیات کا بہتر سے بہتر انداز سے نفاذ کر سکے۔

مدارس دینیہ بھی علم کے مرکز ہیں جہاں خود شناسی اور خدا شناسی کی تعلیم دی جاتی ہے، جہاں اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت اور اس سے متعلق وہ تمام امور پڑھے اور پڑھائے جاتے

ہیں جن کا تعلق انسان کی عملی وحقیقی زندگی سے ہوتا ہے۔ اور اس علم کے نتیجہ میں یہ معرفت پیدا ہوتی ہے کہ خود انسان کی ضرورت کیا ہے، اس کی وجہ تخلیق کیا ہے، اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور اس دنیا میں اس کا کردار اور رول کیا ہونا چاہئے، یہ سب کچھ علم سے متعلق ہے اور مدارس یقیناً ان تمام اساسی، بنیادی امور کی طرف مسلسل متوجہ کرتے رہتے ہیں، مگر اہم سوال یہ ہے کہ اس علم کے نتیجہ میں دنیا اور کائنات میں ہونے والی تبدیلیوں کا علم کس قدر ہورہا ہے اور یہ تبدیلیاں کیوں آتی ہیں، کیا یہ اللہ کی سنت نہیں ہے کہ وہ خود تبدیلیاں لاتا ہے اور انسانی تہذیب کو کبھی عروج تو کبھی زوال سے ہمکنار کرتا ہے معلوم ہوا کہ تغیر خود اللہ کی سنت جاریہ ہے مگر تبدیلی کے اسباب ومحرکات کیا ہوتے ہیں ان کا علم ہونا کیوں ضروری ہے؟ اور اس سے اصلاح حال واصلاح مستقبل میں کیا مدد مل سکتی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ علم نافع کیا ہے؟ وہ کون سے علوم ہیں جن سے امت کو اور اسلامی تہذیب کو زیادہ قوت حاصل ہوسکتی ہے اور وہ ترقی کے اعلی درجہ تک پہنچ سکتی ہے۔ میرے خیال میں زمانہ اور عصر مسلسل حرکت میں ہے اور وہ کبھی حالت جمود میں نہیں ہے، زمانے کی تبدیلی کے ساتھ حالات میں تبدیلی، معاملات میں تبدیلی، ثقافت میں تبدیلی اور اسی طرح بہت سے ظاہر میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور جب جب تہذیبی وتمدنی ارتقا ہوتا ہے خواہ وہ کسی دور میں ہو تو اس کے ساتھ ضروریات میں بھی تبدیلی آتی ہے اور ضروریات میں اضافہ بھی ہوتا ہے، ابن خلدون نے تہذیب کے تمدن کے عروج وزوال کی داستانیں بیان کرتے ہوئے علوم کے ارتقاء وزوال کی جانب اشارات میں یہ بات بہت زور دے کر کہی ہے کہ جب جب علوم کی ترقی اور اس سے زیادہ سے زیادہ تعلق مضبوط ہوا اسی قدر تہذیب وتمدن بھی ارتقاء پذیر رہا اور جب جب علوم سے دوری پیدا ہوئی تب تب زوال کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔

عصر جدید میں جو مسائل وچیلنجز علوم کے ارتقاء کے نتیجہ میں سامنے آئے اگر ان کا صحیح ادراک نہ ہوا تو ان چیلنجز کا جواب دینا دشوار ہے اس لئے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان

چیلنجز کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں اور یہ دیکھیں کہ کن کن میدانوں میں کیا سوالات آ رہے ہیں یہ اس لئے ضروری ہے کہ ان سب کا تعلق ہماری ضرورتوں سے ہے، ہماری ضرورت ہے کیا؟ ہماری پہلی ضرورت ہمارا روحانی ارتقاء ہے اور یہ ارتقاء حقیقی بندگیٔ رب سے پیدا ہوتا ہے، ہماری دوسری ضرورت سماج میں دیگر انسانوں کے درمیان ہمارا سلوک اور رویہ کہ ہم ان کے ساتھ اور ان کے تئیں کس طرح پیش آتے ہیں، ہماری تیسری ضرورت علوم میں سے علم اقتصاد کو سیکھنا ہے تا کہ ہم معاشی اعتبار سے مضبوط و خود کفیل ہو کر غربت و افلاس اور فقر کو مٹا سکیں کیونکہ خود اسلام نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکا ہے کیونکہ وہ انسان کے وقار اور اس کی عزت کے منافی ہے کہ وہ اپنی معاشی ضرورتوں کے لئے دوسروں سے سوال کرے، لہٰذا اس ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم علم اقتصاد کی ان تمام قسموں، شعبوں، طریقوں اور اس کی شاخوں سے واقف ہو سکیں جن کے نتیجہ میں ہم زیادہ پرسکون انداز سے، زیادہ اطمینان کے ساتھ کمال حاصل کر سکیں کیونکہ مقام بندگی اور اطاعت رب کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں اقتصاد کے ذریعہ سے خیر کو فروغ دینے کا باعث بنیں اور تاریخ سے اس کا ثبوت موجود ہے کہ وہ لوگ جن کی اقتصادی حالت بہتر تھی انہوں نے زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کی اور اللہ کی رضا حاصل کی۔

آج عالمیت کے زمانہ میں جو کوششیں ہو رہی ہیں۔ جو چیلنج ہمارے سامنے ہیں اور جو مسائل ہمارے ارد گرد کھڑے ہیں ان میں سے اکثر کا تعلق اقتصادیات سے ہے اور یہ معاشیات بیک وقت کئی چیزوں کے ساتھ متعلق ہے اس میں فائنانس بھی ہے مینجمنٹ بھی، اکاؤنٹس بھی ہے اور انویسمیٹ بھی ہے ان سب کو کلی طور پر دیکھنا اور الگ الگ اجزاء کی صورت میں دیکھنا دونوں اعتبار سے کام جاری ہے، دنیا کی پیداوار، دنیا کی صنعتیں و حرفتیں، دنیا میں تیار ہونے والی روزانہ نئی نئی مشینیں اور معاشی جد وجہد کے نئے نئے میدان یہ سب اسی لئے تو ہیں کہ ہم سوچیں کہ ان سب کو کس طرح زیادہ مفید و نافع بنایا جائے اور انسانیت کا خدمت گار بنایا جائے اور اسلام کے

عطا کردہ اصولوں کے مطابق ان کو ڈھالا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ آج کی موجودہ دنیا عدل اور امن کا گہوارہ بن سکے۔

موجودہ صورتحال میں ایک سوال اہم یہ ہے کہ ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مختلف یونیورسٹیوں، اور جامعات میں اسلامی مالیات کے نئے کورس شروع کرنے چاہئیں، تاکہ ہم موجودہ عہد کی ضرورتوں اور تیز رفتار بدلتے ہوئے اقتصادی حالات کا صحیح تجزیہ کرسکیں، اس سلسلہ میں کچھ عملی کوششیں شروع ہوئی ہیں، جن میں کیرالا کی جامعہ اسلامیہ اور علی گڈھ مسلم یونیورسٹی قابل ذکر ہیں کہ ان دونوں جگہوں پر اسلامی فائنانس اور اسلامی بینکنگ کا کورس شروع ہو چکا ہے، اسی طرح مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کا نام بھی قابل ذکر ہے کہ وہاں UGC کے معیار کے مطابق کورس ترتیب دیئے گئے ہیں اور چلائے جارہے ہیں اور یہ کورس پورے ہندوستان میں تسلیم شدہ ہیں اسی میں عالم، فاضل کا کورس بھی ہے جو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے طرز پر ہے۔مولانا مظہر الحق یونیورسٹی کی یہ ایک اچھی کوشش ہے، انہوں نے کئی نئے کورسوں کو بھی اپنے یہاں جگہ دی ہے، مدارس کے طلباء اور عالم فاضل کا کورس مکمل کرنے والے ان تمام نئے کورسوں میں بھی داخلے لے سکتے ہیں، یہ یونیورسٹی طلباء مدارس کے لئے اسلامی فائنانس کا کورس بھی آئندہ سال سے شروع کرنے والی ہے، یہ ایک تجرباتی ماڈل ہے۔ ممکن ہے مزید جگہوں پر بھی اس طرز کی کوششیں شروع ہوگئی ہوں، بہر حال اس سلسلہ میں کام کرنے کی ضرورت علی حالہ باقی ہے۔

ارباب مدارس نیز اسلامی ماہرین معاشیات کو مل بیٹھ کر اس اہم موضوع کے تمام ذیلی عناوین اور پہلوؤں پر بہت تفصیل کے ساتھ غور وفکر کرنا چاہئے۔یہی میری درخواست بھی ہے اور اسی کی آرزو بھی۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

8- ورکشاپ کے متفقہ فیصلے

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (نئی دہلی)، اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (جدہ) کے مشترکہ تعاون سے اسلامی مدارس میں اسلامی مالیات اور دوسرے متعلقہ مضامین کی تدریس کے امکانات کا جائزہ لینے کے لیے مورخہ 25-26 اپریل 2009ء مطابق 29-30 ربیع الثانی 1430ھ بروز ہفتہ، اتوار کنونشن سینٹر جامعہ ہمدرد (نئی دہلی) میں ایک قومی ورکشاپ کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں پورے ملک سے ممتاز ومعروف دینی جامعات بہ شمول دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم (وقف) دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ نظامیہ حیدرآباد، جامعہ دارالسلام عمرآباد اور جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ کے نمائندے شریک ہوئے اور درج ذیل قراردادیں منظور ہوئیں:

۱- یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام ایک جامع نظام حیات رکھتا ہے، جو ہر جہت سے عالم انسانیت کی صلاح وفلاح کا علم بردار ہے، اس نے ایک عادلانہ معاشی نظام بھی انسانیت کے لیے پیش کیا ہے، جس کی افادیت اور مصالح سے ہم آہنگی صدیوں کے عملی تجربات سے ثابت ہو چکی ہے، جہاں قرآن وحدیث نے اس سلسلہ میں اصول ومبادی کی رہنمائی کی ہے، وہیں فقہاء کی اجتہادی کاوشوں نے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق اقتصادی میدان میں بھی پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے، اس طرح مدون ہونے والی اسلامی معاشیات دینی مدارس کے نصاب کا اہم ترین حصہ ہے اور اس کو ہمیشہ خصوصی اہمیت دی جاتی رہی ہے۔

۲- صنعتی انقلاب کے بعد معاشی ترقی وجود میں آئی اور مختلف معاشی ادارے قائم ہوئے، گذشتہ نصف صدی کے دوران ان اداروں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے اور شریعت اسلامی کی منصفانہ تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے کی قابل تحسین کاوشیں سامنے آئی ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی فقہ ترقی یافتہ معاشی اداروں کو محرمات سے پاک کرتے ہوئے زیادہ بہتر صورت میں پیش کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

۳- ہر عہد میں جو مسائل پیدا ہوں اور دین وشریعت سے ان کا تعلق ہو، ان کی نوعیت سے واقف ہونا اور ان پر احکام شریعت کو منطبق کرنا علماء وارباب افتاء کا فریضہ ہے، اس دور میں سرمایہ کاری کے بعض نئے طریقے مروج ہوئے ہیں، اسی طرح پوری دنیا میں اسلامی مالیاتی اداروں نے بھی جائز متبادل کے طور پر شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے سرمایہ کاری کے بعض نئے طریقے وضع کئے ہیں، مدارس کے فضلاء کو عموماً اور افتاء کرنے والے طلباء کو خصوصاً اس سے واقف ہونا ضروری ہے؛ اس لیے دینی مدارس سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے یہاں بقدر ضرورت جدید معاشی تصورات اور اسلامی اصول معاشیات نیز ان کی عملی تطبیقات پر مشتمل تعلیم کا انتظام کریں۔

۴- مدارس میں معاشیات ومالیات کی تعلیم کا ایک عمومی مرحلہ ہونا چاہئے جو فضیلت سے پہلے ہو، اس میں معاشیات پر کوئی ایسی مختصر وآسان کتاب شامل کی جائے جس میں تعریفات، اصطلاحات، بنیادی تصورات، مختلف مالیاتی اداروں سے فراہم کی جانے والی خدمات نیز اسلامی فائنانس، اسلامی بینکنگ اور اسلامی انشورنس میں استعمال ہونے والی جدید مروّجہ شکلوں کا تعارف اور ہماری کتب میں آنے والے مباحث سے ان کا ربط واضح کیا گیا ہو۔

۵- مدارس میں معاشیات کی تعلیم کا دوسرا مرحلہ فضیلت کے بعد ہونا چاہئے جو ایک سالہ

یا دوسالہ ہوسکتا ہے، جس میں معاشیات اور فقہ المعاملات کو پوری اہمیت کے ساتھ داخل نصاب کیا جائے، نیز اس نصاب میں معاشی نظریات کی عملی تطبیقات اور کسی مالی ادارہ میں کم سے کم دوماہ کے عملی تجربات کو بھی شامل رکھا جائے، اس پس منظر میں حسب ضرورت انہیں انگریزی زبان کی بھی تعلیم دی جائے ،مرکزی دینی جامعات سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھائیں اور اپنے یہاں انہیں خطوط پر "اختصاص فی الاقتصاد الاسلامی" کا شعبہ قائم کریں۔

۶- جن اداروں میں تربیت افتاء یا تخصص فی الفقہ کے شعبے قائم ہیں، ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے یہاں معاشیات سے متعلق بنیادی معلومات اور جدید مالیاتی اسلامی اداروں کے طریقہ کار سے متعلق فقہی مباحث کو بھی نصاب میں شامل کریں؛ تاکہ موجودہ دور کے مالی معاملات کو سمجھنے میں انہیں سہولت ہو۔

۷- موجودہ حالات میں دینی تحقیقی اداروں خصوصاً اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) اور انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (دہلی) سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ دینی مدارس میں اسلامی معاشیات کی تعلیم کے دونوں مرحلوں کے لیے علماء فقہ اور ماہرین معاشیات کے باہمی تعاون سے نصابی کتابیں تیار کریں اور اس میں عالم اسلام اور عالم عرب کے وقیع لٹریچر سے خاص طور پر استفادہ کریں؛ کیونکہ اسلامی معاشیات پر عربی زبان میں تیار ہونے والا مواد براہ راست اسلامی مآخذ سے مستعار ہے، نیز اس میں خاص طور پر معاشیات کے میدان میں مروج انگریزی مصطلحات کو بھی واضح کیا جائے؛ تاکہ اس کورس کو مکمل کرنے والے فضلاء بآسانی جدید مالیاتی اداروں کو شرعی امور کے بارے میں مشورے دے سکیں۔

۸- طلبہ کو معاشیات اور خاص کر اسلامی معاشیات سے واقف کرانے کے لیے ماہرین کے

توسیعی خطبات کا نظم کیا جائے ، یہ انتظام حسب سہولت مدارس اپنے طور پر بھی کر سکتے ہیں، اور اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) سے بھی گذارش کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں کوشش کرے؛ کیونکہ یہ اس کے اغراض ومقاصد میں داخل ہے۔

۹- اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ جب تک باضابطہ طور پر اسلامی معاشیات کی تعلیم کا نظم نہ ہو جائے، اساتذہ فقہ اور ارباب افتاء کے لیے اس موضوع پر تربیتی کیمپ رکھے جائیں؛ تاکہ وہ صورت مسئلہ سے اچھی طرح واقف ہو سکیں اور اس کی روشنی میں احکام شرعیہ کو منطبق کریں۔

۱۰- جن اساتذہ سے فقہ کے اسباق متعلق ہیں، ان سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ فقہی ابواب کو پڑھاتے ہوئے ان ابواب سے متعلق پیدا ہونے والے نئے مسائل کا بھی طلبہ کے سامنے تعارف کرائیں اور ان پر روشنی ڈالیں۔

۱۱- یہ اجتماع، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز اور اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، جدہ، سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اسلامی معاشیات کو دینی مدارس کے نصاب میں شامل کرنے کے لیے نصاب کی تیاری، ماہرین کی فراہمی اور اساتذہ کی تربیت کا ایک منظم پروگرام بنائیں اور اس سلسلہ میں جلد سے جلد عملی پیش رفت کریں۔

۱۲- یہ اجتماع منظور ہونے والی تجاویز کو روبہ عمل لانے کے لیے درج ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل کرتا ہے تاکہ جلد از جلد بہتر طور پر یہ اہم کام آگے بڑھ سکے:

۱- ڈاکٹر محمد منظور عالم　　۲- ڈاکٹر اوصاف احمد
۳- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی　　۴- مولانا عتیق احمد بستوی
۵- جناب امین عثمانی

۱۳- یہ ورکشاپ مسلم ملکوں اور غیر مسلم ممالک میں موجود مسلمانوں کے زیر انتظام اداروں کے ذمہ داروں سے خواہش کرتا ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اسلامی مالیات، اسلامی معاشیات اور ان کے متعلقہ علوم کو متعارف کرانے کی سعی کریں، ان اداروں سے یہ بھی درخواست ہے کہ وہ اسلامی بینک اور دوسرے مالیاتی ادارے قائم کریں تا کہ اسلام کے معاشی اقدار اور اصولوں کے مطابق عمل اور اخلاقی بنیادوں پر مسلمانوں کی مالیات کی تنظیم نو ممکن ہو سکے۔

۱۴- اردو تصنیفی اداروں اور ناشرین سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ موجودہ ضرورت کے تحت اسلامی معاشیات سے متعلق لٹریچر کی تالیف واشاعت پر خصوصی توجہ دیں اور اس کو اپنی ترجیحات میں شامل کریں۔

۱۵- یہ اجتماع اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز اور اسلامی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ جدہ کا شکرگزار ہے کہ انہوں نے وقت کے نہایت اہم موضوع پر مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں کی یہ مشاورتی نشست رکھی اور غور وفکر اور مذاکرہ کا خوشگوار ماحول فراہم کیا، یقیناً ان کا یہ قدم دور رس اثر کا حامل ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ہندوستان میں سود وقمار سے پاک معاشی اداروں کو وجود میں لانے میں مدد ملے گی۔

دوروزہ ورکشاپ

ہندستان کے دینی مدارس میں اسلامی اقتصادیات کی تعلیم

ہمدرد کنونشن سنٹر، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

۲۵-۲۶/اپریل ۲۰۰۹

9 - پروگرام

۲۵/اپریل ۲۰۰۹ء بروز سنیچر

رجسٹریشن ۹:۰۰تا۱۰:۰۰ بجے

افتتاحی اجلاس

صدارت: حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)

تلاوت: مولانا عبداللہ طارق

خیر مقدمی کلمات: مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی (سکریٹری علمی امور اسلامک فقہ اکیڈمی)

جناب محمد سراج الحق (نمائندہ آئی ڈی بی، جدہ)

افتتاحی تقریر: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی)

کلیدی خطبہ: ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

خطاب خصوصی: ڈاکٹر محمد منظور عالم (چیرمین انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز)

ورکشاپ کے مقاصد: مولانا عتیق احمد قاسمی (سکریٹری برائے علمی امور)

کلمات صدارت: حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)

کلمات تشکر مولانا زبیر احمد قاسمی

کنوینر ڈاکٹر اوصاف احمد

وقفہ برائے چائے (۱۲:۳۰ تا ۱۲:۴۵ بجے دوپہر)

دوروزہ ورکشاپ

ہندستان کے دینی مدارس میں اسلامی اقتصادیات کی تعلیم

ہمدرد کنونشن سنٹر، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

۲۵-۲۶/اپریل ۲۰۰۹

پروگرام

۲۵/اپریل ۲۰۰۹ء بروز سنیچر

پہلی نشست

موضوع: دینی مدارس میں اسلامی معاشیات کی تعلیم-موجودہ صورتحال اور امکانات

صدارت : حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مقالہ: ۱-مدارس کے موجودہ نصاب میں اقتصادیات کا حصہ

(مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

۲-مدارس میں عصر حاضر کی ضرورت کے مطابق اسلامی مالیات کی تعلیم-ضرورت اور امکانات (ڈاکٹر اوصاف احمد)

مباحثه کا آغاز: ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

مناقشہ: شرکاء

کلمات صدارت: حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

کنوینر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ظہرانہ، نماز اور وقفہ استراحت ۲:۳۰ / تا نماز مغرب

دوسری نشست: بعد نماز مغرب تا عشاء

موضوع: ہندوستانی مدارس میں اسلامی اقتصادیات کی تعلیم۔ ضرورت واہمیت وافادیت

صدارت: حضرت مولانا مفتی نعمت اللہ اعظمی (استاذ دار العلوم دیوبند)

اظہار خیال: ڈاکٹر محمد پلاتھ

ڈاکٹر رحمت اللہ

ڈاکٹر ایم، وائی باغ سراج

مباحثہ: شرکاء

کلمات صدارت: حضرت مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی (استاذ دار العلوم دیوبند)

کنوینر مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی

عشائیہ ونماز عشاء

☆☆☆

۲۶/اپریل ۲۰۰۹ء بروز اتوار

تیسری نشست

موضوع: مدارس میں اسلامی اقتصادیات کی تعلیم اور تعلیمی مسائل

(نصاب کی تیاری، اساتذہ کی تیاری، مدت تعلیم، سرٹیفکیٹ، عملی تربیت وغیرہ)

صدارت: حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری (ناظم جامعہ دارالسلام عمرآباد تامل ناڈو)

اظہار خیال: ڈاکٹر اوصاف احمد، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

کلمات صدارت: حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری (ناظم جامعہ دارالسلام عمرآباد تامل ناڈو)

کنوینر: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

وقفہ برائے چائے ۱۱:۳۰ **تا** ۱۲:۰۰ **بجے**

چوتھی نشست ۱۲:۰۰ **تا** ۲:۰۰ **بجے**

موضوع: مدارس میں اقتصادیات کی تعلیم: انتظامی اور مالی مسائل

صدارت: حضرت مولانا سید نظام الدین (جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ)

اظہار خیال: شرکاء ورکشاپ

کلمات صدارت: حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب (جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ)

کنوینر: مولانا عتیق احمد بستوی

ظہرانہ، نماز اور وقفہ استراحت ۲:۰۰ / **تا نماز مغرب**

☆ ☆ ☆

پانچویں نشست　　　　بعد نماز مغرب تا عشاء

اختتامی اجلاس

صدارت: حضرت مولانا مفتی صادق محی الدین (مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد)

اظہار خیال: شرکاء

تجاویز: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کلمات صدارت: حضرت مولانا مفتی صادق محی الدین (مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد)

ہدیہ تشکر: ڈاکٹر اوصاف احمد

کنوینر: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

عشائیہ ونماز عشاء

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

10- ورکشاپ میں شریک ادارے

۱-دارالعلوم دیوبند
دیوبند،ضلع سہارن پور،یوپی
فون: 01336-224489

۲- دارالعلوم (وقف) دیوبند
دیوبند،ضلع سہارن پور،یوپی

۳-دارالعلوم ندوۃ العلماء
پوسٹ بکس نمبر: ۹۳ لکھنؤ-۲۲۶۰۰۷
فون:0522-2788389

۴- جامعہ نظامیہ
شبلی گنج،
حیدرآباد، آندھرا پردیش

۵- مدرسۃ الاصلاح
سرائے میر، ضلع اعظم گڈھ، یوپی

۶- جامعۃ الفلاح
بلریا گنج، ضلع اعظم گڈھ، یوپی

۷- جامعہ دارالسلام
عربک کالج
عمرآباد، تامل ناڈو

۸- دارالعلوم منو
محلّہ قاسم پورہ، منوناتھ بھنجن، اترپردیش
فون: 275101

۹-مدرسہ عربیہ ریاض العلوم
کھیتاسرائے، جون پور، یوپی
فون: 05-452-228229

۱۰- مدرسہ فیض عام
منوناتھ بھنجن، یوپی

۱۱- مدرسہ جامعہ حسینیہ
شاہی مسجد، لال دروازہ، جون پور، یوپی
فون: 05452-263205

۱۲- جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور، پوسٹ آفس سنجر پور،
ضلع اعظم گڈھ، یوپی

۱۳- جامعہ عربیہ احیاء العلوم
مبارک پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی

۱۴- مدرسہ بیت العلوم
سرائے میر، ضلع اعظم گڈھ، یوپی

۱۵- دار العلوم اسلامیہ
پوسٹ بکس نمبر: ۲،
ضلع بستی، یوپی

۱۶- جامعہ سید احمد شہید
کٹولی، ملیح آباد،
ضلع لکھنؤ، اترپردیش

۱۷- جامعہ اسلامیہ سنابل
شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی
فون: 011-65357390

۱۸- ابو الکلام آزاد اویکننگ سینٹر
۴، جوگابائی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۷۵۵،
جامعہ نگر، نئی دہلی
فون: 011-26981827

۱۹- دار العلوم سبیل السلام
پوسٹ آفس بالا پور
حیدر آباد، آندھرا پردیش

۲۰- دار العلوم حیدر آباد
شیورام پلی، حیدر آباد،
آندھرا پردیش

۲۱- جامعہ رحمانی
خانقاہ رحمانی، مونگیر-۸۱۱۲۰۲، بہار
فون: 06344-222207

۲۲- مدرسہ اشرف العلوم
ڈاکخانہ کنہواں
ضلع سیتامڑھی، بہار

۲۳- المعہد العالی
امارت شرعیہ بہار واڑیسہ
پھلواری شریف، پٹنہ، بہار

۲۴- دارالعلوم احمدیہ سلفیہ
لہریا سرائے
ضلع دربھنگہ، بہار

۲۵- مدرسہ اسلامیہ
شکرپور بھروارہ، ڈاکخانہ بھروارہ
ضلع دربھنگہ، بہار

۲۶- جامعہ دارالسلام
۲/۷۴ مالیر کوٹلہ
پنجاب

۲۷- مدرسہ انوارالعلوم
رحیمیہ مسجد، باجی پورہ
اورنگ آباد، مہاراشٹر

۲۸- مدرسہ مظہر سعادت
ڈاکخانہ ہانسوٹ
بھروچ، گجرات

۲۹- مدرسہ جامعہ نذیریہ
ڈاکخانہ کاکوسی، ضلع مہسانہ-۳۸۴۲۹۰
گجرات

۳۰- مدرسہ جامعہ قاسمیہ
رتن پور وانٹا، ضلع بناس کانٹھا
گجرات

۳۱- جامعۃ الہدایہ
رام گڑھ روڈ، ڈاکخانہ للواس
جے پور-۳۰۳۰۱۲
راجستھان
فون: 0141-2319935

۳۲- المعہد العالی الاسلامی
تعلیم آباد، قبا کالونی
ڈاک خانہ پہاڑی شریف
حیدرآباد-۵۰۰۰۰۵،
آندھرا پردیش

۳۳- الجامعۃ الاسلامیہ

شانتاپورم

ضلع ملاپورم، کیرالا

۳۴- انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز

۱۶۲، جوگابائی مین روڈ،

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: 011-26981187

۳۵- اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

۱۶۱- ایف، جوگابائی، جامعہ نگر

نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون:011-26981779

۳۶- اسلامی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ

اسلامک ڈیولپمنٹ بینک

پوسٹ بکس نمبر: ۹۲۱۱

جدہ، سعودی عرب

فون: 00966-2-6361400

۳۷- جامعہ مفتاح العلوم

منو، اعظم گڈھ، یوپی

۳۸- جامعہ تعلیم الدین

منو، اعظم گڈھ، یوپی

شرکائے ورکشاپ

۱- مولانا محمد سالم قاسمی
دارالعلوم (وقف)
دیوبند، ضلع سہارن پور، یوپی
فون: 09897034800

۲- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی
دارالعلوم دیوبند
دیوبند، ضلع سہارن پور، یوپی
فون: 01336-224489

۳-مولانا سعید الرحمٰن اعظمی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
پوسٹ بکس نمبر: ۹۳ لکھنؤ - ۲۲۶۰۰۷
فون: 09839214572

۴- مولانا کاکا سعید احمد العمری
جامعہ دارالسلام، عربک کالج
عمرآباد، تامل ناڈو-۶۳۵۸۰۸
فون: 09944665268

۵-مفتی سید صادق محی الدین
شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ
شبلی گنج، حیدرآباد، آندھراپردیش
فون: 09848836136

۶-مولانا سید محمد ولی رحمانی
جامعہ رحمانی، خانقاہ
مونگیر-۸۱۱۲۰۲، بہار
فون: 09871077738

۷-مولانا زبیر احمد قاسمی
ناظم مدرسہ اشرف العلوم
ڈاکخانہ کنہواں، ضلع سیتامڑھی، بہار
فون: 09608418647

۸-مولانا سید سلمان حسینی ندوی
جامعہ سید احمد شہید
کٹولی، ملیح آباد، ضلع لکھنؤ، یوپی
فون: 09450269065

۹-مولانا فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی
۲۷۴، جامعہ دارالسلام
مالیر کوٹلہ، ۱۴۳۰۲۶، پنجاب
فون: 09417686950

۱۰- مولانا فضل الرحیم مجددی
جامعۃ الہدایا، رام گڑھ روڈ، ڈاکخانہ للواس
جے پور-۳۰۳۰۱۲، راجستھان
فون: 09829216269

۱۱-ڈاکٹر عبدالحلیم سلفی
دارالعلوم احمدیہ سلفیہ
لہریا سرائے، ضلع دربھنگہ، بہار
فون: 09431219250

۱۲-مولانا عبداللہ معروفی
دارالعلوم دیوبند
دیوبند، ضلع سہارن پور، یوپی
فون: 01336-224489

۱۳- جناب مفتی محمد عثمان
مدرسہ عربیہ ریاض العلوم
کھیتاسرائے، جون پور، یوپی
فون: 05452-228229

۱۴-مولانا احمد شمیم
مدرسہ عربیہ ریاض العلوم
کھیتاسرائے، جون پور، یوپی
فون: 05452-228229

۱۵- مولانا رحمت اللہ اثری
جامعۃ الفلاح، بلریا گنج،
ضلع اعظم گڈھ، یوپی

۱۶-مولانا محمد شعیب قاسمی
مدرسۃ الاصلاح
سرائے میر، ضلع اعظم گڈھ، یوپی

۱۷- مولانا مظہر علی ندوی
جامعہ فیض عام، مئو ناتھ بھنجن، یوپی
فون: 09305348795

۱۸- مولانا خورشید احمد اعظمی
دارالعلوم تعلیم الدین، مئو، یوپی
فون: 09415884120

۱۹-مفتی انور علی اعظمی
دارالعلوم مئو
محلہ قاسم پورہ، مئو ناتھ بھنجن، یوپی
فون: 09889270034

۲۰-مولانا قاری ظفر الاسلام
شیخ الحدیث، دارالعلوم مئو
مئو ناتھ بھنجن، یوپی
فون: 09935741037

۲۱- مولانا محمد ضیاء الدین ندوی
مدرسہ جامعہ حسینیہ
شاہی مسجد، لال دروازہ، جون پور، یوپی
فون: 09936661050

۲۲-مفتی حبیب اللہ قاسمی
جامعہ اسلامیہ دارالعلوم
مہذب پور، سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی
فون: 09450546400

۲۳- مولانا ابوسفیان مفتاحی
جامعہ مفتاح العلوم، شاہی کٹرہ
مئو-۲۷۵۱۰۱، یوپی
فون: 09984603726

۲۴- مولانا افتخار احمد مفتاحی
جامعہ مفتاح العلوم، شاہی کٹرہ
مئو-۲۷۵۱۰۱، یوپی
فون: 09336181360

۲۵-مولانا محمد صادق قاسمی
جامعہ عربیہ احیاء العلوم
مبارک پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی
فون: 09236996226

۲۶-مفتی ریاض احمد قاسمی
مدرسہ بیت العلوم
سرائے میر، ضلع اعظم گڈھ، یوپی
فون: 09415656331

۲۷-مولانا مبارک حسین قاسمی
دارالعلوم الاسلامیہ
پوسٹ بکس نمبر: ۲، بستی، یوپی
فون: 09415162702

۲۸- جناب شفیق الرحمٰن
451/3 B ،Fourth floor
ابو الفضل انکلیو، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
فون: 9891029390

۲۹-مولانا ابراہیم سجاد تیمی
جامعہ اسلامیہ سنابل
شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی
فون: 011-65357391

۳۰- مولانا عزیر احمد سنابلی
سکریٹری ابو الکلام سینٹر
۴، جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی
فون: 9899557792

۳۱-مولانا شاہ بدر احمد مجیبی
المعہد العالی، امارت شرعیہ
پھلواری شریف، پٹنہ-۸۰۱۵۰۵، بہار
فون: 09430875424

۳۲-مولانا تنظیم عالم قاسمی
دار العلوم سبیل السلام
ڈاکخانہ بالا پور، حیدرآباد، آندھرا پردیش
فون:09347825832

۳۳- مولانا نعمان بدر قاسمی
دار العلوم سبیل السلام
ڈاکخانہ بالا پور، حیدرآباد، آندھرا پردیش
فون: 09848048884

۳۴- مولانا جمال الدین قاسمی
دار العلوم حیدرآباد
شیورام پلی، حیدرآباد، آندھرا پردیش
فون: 0940771595

۳۵- مولانا عبد الباسط ندوی
المعہد العالی، امارت شرعیہ
پھلواری شریف، پٹنہ-۸۰۱۵۰۵، بہار
فون: 09430875454

۳۶- مولانا امتیاز احمد قاسمی
المعہد العالی، امارت شرعیہ
پھلواری شریف،
پٹنہ-۸۰۱۵۰۵، بہار

۳۷- مفتی جنید عالم قاسمی
دار العلوم الاسلامیہ، امارت شرعیہ
پھلواری شریف، پٹنہ-۸۰۱۵۰۵، بہار
فون: 09431619206

۳۸-مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
مدرسہ اسلامیہ، شکر پور، بھروارا،
ڈاکخانہ بھروارا، ضلع دربھنگہ، بہار
فون: 09931663402

۳۹- مولانا محمد ہاشم پالنپوری
مدرسہ جامعہ عثمانیہ
رتن پور وانا، ضلع بناس کنٹھا، گجرات

۴۰- مولانا عمران ندوی
مدرسہ انوار العلوم،
رحیمیہ مسجد، باجی پورہ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

۴۱-مولانا مبارک حسین قاسمی
مدرسہ مظہر سعادت،
ڈاکخانہ ہانسوٹ، ضلع بھروچ، گجرات

۴۲- مولانا شعیب قاسمی
مدرسہ مظہر سعادت،
ڈاکخانہ ہانسوٹ، ضلع بھروچ، گجرات

۴۳-مولانا عبدالقیوم قاسمی
مدرسہ جامعہ نذیریہ
ڈاکخانہ کاکوسی، ضلع میسانہ-۳۹۴۲۹۰،
گجرات
فون: 09979413925

۴۴-مولانا محمد یسین مظہری
مدرسہ جامعہ نذیریہ
ڈاکخانہ کاکوسی، ضلع میسانہ-۳۹۴۲۹۰،
گجرات

۴۵-مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
قبا کالونی، ڈاک خانہ پہاڑی شریف
حیدرآباد-۵۰۰۰۰۵، آندھرا پردیش

۴۶- مولانا عتیق احمد بستوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، لکھنؤ، یوپی

۴۷- مولانا یاسر ندیم
دارالکتاب، دیوبند،
ضلع سہارن پور، یوپی

۴۸- مولانا مزید احمد قاسمی
جامعہ علوم القرآن، بائی پاس روڈ،
جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات

۴۹- مفتی اسجد دیولہ
جامعہ علوم القرآن، بائی پاس روڈ،
جمبوسر، ضلع بھروچ ۳۹۲۱۵۰
گجرات
فون: 0942712113

۵۰- ڈاکٹر رحمت اللہ
آل انڈیا کونسل فار مسلم اکنامک آف لفٹ
منٹ (AICMEU)
۷، وزیر بلڈنگ، ابراہیم رحمت اللہ روڈ،
بھنڈی بازار، ممبئی - ۴۰۰۰۰۳، مہاراشٹر

۵۱- جناب ایچ عبد الرقیب
کنوینر، انڈین سینٹر برائے اسلامک فائنانس
مرکز جماعت اسلامی ہند
دعوت نگر، ابو الفضل انکلیو، نئی دہلی

۵۲- ڈاکٹر وقار انور
مرکز جماعت اسلامی ہند
دعوت نگر، ابو الفضل انکلیو
نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

۵۳- جناب جلیل اصغر
مرکز جماعت اسلامی ہند
دعوت نگر، ابو الفضل انکلیو
نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

۵۴- ڈاکٹر جاوید احمد خان
سینٹر آف ویسٹ ایشین اینڈ عرب اسٹڈیز
جامعہ ملیہ اسلامیہ
نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

۵۵- ڈاکٹر محمد منظور عالم
چیئرمین، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز
۱۶۲، جوگابائی، مین روڈ
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
فون: 011-26981187

۵۶- ڈاکٹر اوصاف احمد
B-89 Sector 27
نوئیڈا-۲۰۱۳۰۱
فون: 9871726495

۵۷ - محمد غوث اختیار الدین باغ سراج
بیت الاختیار
۵۰۸،شو ساگر نگرII
بیلگام ۵۹۰۰۱۰
کرناٹک

۵۸ - جناب محمد حسین کھٹکھٹے
بیری ہورائزن(Beary Horizon)
Woed street 7 -21
بنگلور ۵۶۰۰۲۵،کرناٹک
فون: 09819784053

۵۹ - جناب احسان الحق
C-6 2nd Floor
اوکھلاوہار،
نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

۶۰ - ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی
الحمیرہ مزمل منزل کامپلکس
دودھ پور
علی گڈھ، یوپی

۶۱ - ڈاکٹر محمد پلاتھ
کورس کوآرڈینیٹر برائے اسلامی مالیات
جامعہ اسلامیہ شانتاپورم
ملاپورم، کیرالا

۶۲ - جناب سعید رمضان
جامعہ اسلامیہ شانتاپورم،
ضلع ملاپورم، کیرالا